صلواۃ الرسول

یعنی

امام الانبیاء ﷺ کی نماز

سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

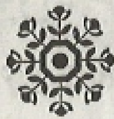
قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی ۔ بخاری

صلواۃ الرسول

یعنی

امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز

سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ



مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

نام کتاب	صَلٰوۃ الرَّسُوْل یعنی امام الانبیاء کی نماز
مؤلف	سیّد محمد سعید الحسن شاہ
پروف ریڈنگ	حافظ محمد رب نواز سیالوی فاضل جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
صفحات	432
اشاعت	بار دوم اکتوبر 2005ء
تعداد	1100
کمپوزنگ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
تزئین واہتمام	سید حمایت رسول قادری
ناشر	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	-/150 روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور ۔فون: 7313885

ادارہ حزب الاسلام

201-رب براستہ مانانوالہ فیصل آباد۔فون: 2626046

الحسن بک سنٹر

رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد

اظہار تشکر

الحمدللہ تعالیٰ یہ عبد ناچیز محمد سعید الحسن اپنے پروردگار کے حضور سراپا سپاس ہے کہ جس نے اس ناچیز کی جملہ تصانیف کو اپنی بارگاہ صمدیت میں قبول فرما کر عوام وخواص کی نظر میں مقبول ومعتبر بنایا۔ بفضلہ تعالیٰ اس زیر نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا پہلے ایڈیشن میں حوالہ جات درج کرتے ہوئے محولہ کتاب کا نام اور ابواب لکھے گئے تھے بعض احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ اس کتاب مستطاب کو مزید معتبر بنانے کے لئے محولہ کتب کے صفحات نمبر اور طبع کرنے والے اداروں کے نام بھی لکھے جائیں۔ اس پر حضرت علامہ مولانا عطاء المصطفیٰ رضوی دام اقبالہ ایم اے فاضل بھیرہ شریف نے خواہش ظاہر کی کہ یہ ذمہ داری ان کو سونپ دی جائے تاکہ کل قیامت کے دن اس نیکی کے کام میں وہ بھی ''وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی'' کے مطابق شامل ہو جائیں۔ان کی اس خواہش کا احترام کیا گیا چنانچہ اس کتاب میں حوالہ جات کے صفحات نمبرز انہوں نے تحریر فرمائے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ میرے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ان کی اس محنت ومحبت کو اپنی بارگاہ اقدس میں شرف قبول سے نواز کر ان کے علم وعمل میں خیر وبرکت عطا فرمائے ۔ اس ایڈیشن کا دوسرا خوبصورت پہلو یہ ہے کہ یہ ناچیز (مؤلف کتاب ہذا) مورخہ 17 شعبان المعظم 1425ھ بمطابق 2 اکتوبر 2004ء اور حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوا تو اس کتاب کو اپنے ساتھ لے گیا اور تقریباً ایک ماہ تک حرم کعبہ اور حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر اس کتاب کو از اوّل تا آخر پڑھا اور مختلف مقامات پر مناسب ترامیم اور مفید اضافہ جات کئے فَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

فہرست

پہلے اسے پڑھیئے

تقلید کیوں؟

بحمد اللہ تعالیٰ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین، دینِ فطرت ہے۔ یہ دین چونکہ قیامت تک تمام نسل انسانی کیلئے ہے۔ اس لئے اس کے اصول وقوانین ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگوں کیلئے قابل عمل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ رب العالمین بھی ہے اور عزیز وحکیم بھی۔ اُس نے اپنی شانِ حکمت کے لائق اس دینِ متین کو ایک ہی دن یا ایک ہی وقت میں نافذ نہ فرمایا بلکہ اس کی بنیادی کتاب قرآن مجید کو تقریباً تئیس 23 سال تک مسلسل نازل فرمایا اور اس میں مناسب مواقع پر ترمیم وتنسیخ فرمائی۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں اعلانِ خداوندی ہے کہ:

"مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَئٍ قَدِيْرٌ". (البقرہ، آیت نمبر 106)

"جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں (یعنی تمہارے ذہن سے محو فرما دیں) تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ (اے قرآن کے پڑھنے والے) کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس میں علم خداوندی کے مطابق بے شمار حکمتوں کے علاوہ ایک یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین کے غلاموں پر خاص کرم فرمایا کہ ان پر بتدریج پابندیاں عائد فرمائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو ساری توراۃ ایک ہی مرتبہ عطا فرما دی گئی تھی اس لئے بنی اسرائیل نے توراۃ کے سخت قوانین کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن قرآن کریم اس قدر احسن ترین انداز میں نازل ہوا کہ اس کے سخت ترین احکامات بھی دل وجان سے تسلیم کر لئے گئے

مثلاً شروع میں نماز پڑھنے کا حکم تو دیا مگر ایسی نماز کہ جس میں گفتگو بھی کی جا سکتی تھی اور رکعتیں بھی صرف دو، دو ہی رکھی گئیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی رکعات بھی بڑھا دی گئیں اور پابندیاں بھی عائد فرما دی گئیں۔ اسی طرح روزہ کی موجودہ حالت کئی مرحلوں کے بعد ہوئی۔ پہلے پہل روزہ دار کو افطاری کے بعد سونے سے قبل تک کھانے پینے کی اجازت تھی بعد میں نہیں۔ پھر حضرت صرمہ بن قیس کا واقعہ پیش آیا تو طلوع فجر تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی۔ اسی طرح رمضان المبارک کی راتوں میں بھی میاں بیوی کو قربِ صنفی کی اجازت نہ تھی پھر اس کی اجازت دے دی گئی۔ شروع اسلام میں کفار سے لڑائی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ صبر کرنے کا حکم تھا۔ پھر قتال وجہاد کو فرض فرما دیا گیا۔ ابتداً بدکار عورتوں کو محض قید کرنے کا حکم تھا بعد میں باقاعدہ حد جاری کرنے کا حکم ارشاد فرما دیا گیا۔ پہلے پہل قبلہ بیت المقدس تھا پھر حرم کعبہ بنا دیا گیا۔ ابتداءِ اسلام میں مشرکین کے ساتھ شادی کرنے کی کھلم کھلا اجازت تھی یعنی یہ عام تھا کہ مرد تو مشرک ہے مگر اس کی بیوی مومنہ ہے۔ یونہی مرد تو دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہے مگر بیوی بت پرست ہے۔ لیکن بعد میں مشرکین کے ساتھ شادی بیاہ سے منع فرما دیا گیا۔ سورۃ التوبہ نازل ہونے سے قبل کفار کو حرم کعبہ میں داخلہ کی عام اجازت تھی مگر بعد میں اُن کو حدودِ حرم میں داخل ہونے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا۔ الغرض احکامات واعمال میں ترمیم وتنسیخ ہوتی رہی۔ ان میں بعض چیزیں تو بالکل عیاں ہیں کہ اُن کو اپنانے میں ذرا بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی لیکن بعض اعمال و احکام ایسے ہیں کہ اُن میں ناسخ ومنسوخ اور راجح ومرجوح کو جاننے کیلئے بہت زیادہ علم وتحقیق کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ پر اس قدر وسیع نظر کی ضرورت ہے کہ لاکھوں احادیث مبارکہ اس انداز سے ذہن

میں محفوظ ہوں کہ ہر حدیث کا معیار صحت وضعف بھی اچھی طرح یاد ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ کس قسم کے ماحول میں کیا حکم دیا گیا تھا۔ اور اس کا بھی پتہ ہو کہ اس میں پہلا حکم کونسا ہے اور بعد والا کونسا اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین ہو کہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کس حدیث پر عمل تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ مسند ہے یا غیر مسند، یہ خبر متواتر ہے یا خبر مشہور و مستفیض ہے یا پھر کیا یہ خبر واحد تو نہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہو کہ ان کے احکام کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر کہیں جا کر پتہ چلتا ہے کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور کس پر نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ محدثین نے امت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کو احادیثِ نبویہ کا عظیم ذخیرہ عطا فرما دیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے جس قدر مشقت برداشت فرمائی ہے۔ فی زمانہ اُس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ پھر اُن لوگوں کا اخلاص اور للّٰہیت قابل رشک تھی۔ آسمان علم وفضل کے ان نیر ہائے تاباں کے اس احسان عظیم پر آج ہر ایمان والا اُن کے حضور عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کرتا ہوا اُن کی گدائی کا دم بھرتا ہوا نظر آتا ہے۔

بایں ہمہ، بخاری ومسلم یا دیگر کتب صحاح کی چند احادیث مبارکہ پڑھ کہ یہ اعلان کر دینے والا کہ مجھے تقلید کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ حدیث پڑھی ہے اور میں اہل حدیث ہونے کے ناطے اس حدیث پر ہی عمل کروں گا۔ اُس کی مثال اُس بے چارے عطائی ڈاکٹر کی سی ہے جو سرجری کی چند کتب پڑھ کر اعلان فرما دے کہ مجھے سرجری کے اسرار و رموز جاننے کے لئے اب کسی میڈیکل کالج میں جانے اور سرجری کے پروفیسروں کے ناز نخرے اُٹھانے کی ضرورت نہیں میرے گھر میں سرجری کی کتاب موجود ہے۔ جہاں بھولوں گا کتاب کھول کر دیکھ لیا کروں گا۔ بس اب میں سول سرجن ہوں۔ تو ایسے عقل بند عطائی

سرجن صاحب کو کیا کہا جائے گا؟ یہی نا کہ جناب آپ پہلے بیالوجی، اناٹومی اور فزیالوجی میں دسترس حاصل کریں تا کہ آپ کو اعضاء کی ساخت، اُن کے مقامِ وقوع، اُن کی ہیت کذائی اور اُن کے افعال وفرائض کا صحیح انداز سے پتہ چل جائے۔ پھر آپ چیر پھاڑ شروع کریں ورنہ آپ گلاہِ گردہ کو پھوڑا سمجھ کر گردہ سے جدا کر دیں گے۔ آپ مریض کے لئے مسیحا کی بجائے وبالِ جان ثابت ہونگے۔

پھر اگر وہ یہ کہے کہ کیا تم کو اس سرجری کی کتاب لکھنے والے سینئر ترین سول سرجن کے بارہ میں اعتراض ہے۔ تو اُسے کہا جائے گا کہ ہم کتاب لکھنے والے ڈاکٹر صاحب پر اعتراض نہیں کر رہے بلکہ ماتم تو آپ کی بے چارگیٔ عقل کا کر رہے ہیں کہ جو صرف سرجری کی چند کتب پڑھ کر اپنے آپ کو سول سرجن بنائے بیٹھی ہے۔ بالکل اسی طرح ہم اُن حضرات کی خدمت میں عرض کریں گے کہ صرف صحاح ستہ کتب احادیث کو پڑھ کر مجتہد نہ بن بیٹھئے بلکہ کسی فقیہہ امام کی خدمت میں حاضری دیجئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ ہمیں کتب صحاح کے مؤلفین پر اعتراض نہیں وہ تو عزت وعظمت کی نہایت بلندی پر فائز ہیں۔ اعتراض تو آپ کی کوتاہ عقلی پر ہے۔ ورنہ بتایئے بغیر کسی راہنمائی کرنے والے کے آپ ان احادیث میں سے کس پر عمل کریں گے اور کس کو ترک کریں گے۔ یاد رہے عظیم ذخیرۂ احادیث میں سے یہاں صرف چند احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے گویا یہ ایک خرمن سے مٹھی بھر غلہ کا نمونہ ہے۔

(1) کچے بچے کی نمازِ جنازہ:

وہ بچہ جو قبل از وقت پیدا ہو یعنی ابھی اُس میں زندگی کے آثار بھی نظر نہ آتے ہوں۔ اعضاء بھی غیر مکمل ہوں یا پھر بچہ مردہ پیدا ہو تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔ اس بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

نمازِ جنازہ پڑھی جائے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا آگے اور پیچھے بھی چل سکتا ہے اور کچے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اُس کے ماں باپ کے لئے بخشش کی دعا کی جائے۔[1]

نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کچے بچے کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے نہ تو وہ وارث ہوگا اور نہ ہی کوئی اس کا وارث بن سکے گا۔ یہاں تک کہ آواز کرے۔[2]

فائدہ: یہ دونوں روایات کتب صحاح ستہ کی ہیں۔ فرمایئے آپ کس پر عمل کریں گے اور کسے ترک کریں گے۔

(2) جنازہ کے ساتھ چلنے والا آگے چلے یا پیچھے:

آپ گذشتہ حضرت مغیرہ سے مروی حدیث پاک میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حکم نبوی کے مطابق سوار جنازے کے پیچھے چلے جبکہ پیدل آگے بھی چل سکتا ہے اور پیچھے بھی اب یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ابن ماجہ ص 108 مطبوعہ کراچی باب ماجاء فی الصلوۃ علی الطفل۔ نسائی ص 225 جلد نمبر 1 باب مکان الراکب عن الجنازہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابوداؤد ص 100 جلد نمبر 2 باب المشی امام الجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور، ترمذی ص 325 جلد نمبر 1 باب فی الصلوۃ علی الاطفال مطبوعہ رحمانیہ لاہور، مسند امام احمد جلد نمبر 5 ص 304 طبع جدید مطبوعہ بیروت۔

[2] ترمذی رقم الحدیث 1032 مطبوعہ ریاض سعودیہ عربیہ، ابن ماجہ رقم الحدیث 1519 مطبوعہ ریاض سعودیہ عربیہ۔

جنازہ کے آگے چلنا سنتِ نبوی ﷺ ہے:

حضرت زہری حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ یہ سب حضرات جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ (ترمذی[1]، ابوداؤد[2]، ابن ماجہ[3])

جنازہ کے آگے نہ چلے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلو اس کو پیچھے نہیں رکھا جاتا (یادرکھو) جو شخص جنازے کے آگے چلے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

(ابوداؤد[4]، ابن ماجہ[5]، ترمذی[6])

(3) جنازے کے ساتھ سوار چل سکتا ہے یا نہیں:

آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے پیچھے چلے یعنی سوار جنازہ کے ساتھ جا سکتا ہے۔ مگر دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا (جو جنازہ کے ساتھ

---

[1] ترمذی باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص 321 جلد نمبر 1۔

[2] ابی داؤد ص 99 جلد نمبر 2 باب المشی امام الجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

[3] ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

[4] ابوداؤد ج 2 ص 100 باب الاسراع بالجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

[5] ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ کراچی۔

[6] ترمذی ص 322 جلد نمبر 1 باب ماجاء فی المشی خلف الجنازہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جارہے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے حیا نہیں آتی کہ وہ تو اپنے قدموں پر پیدل چل رہے ہیں مگر تم جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہو۔

(روایت کیا اس کو ترمذی[1]، ابن ماجہ[2] اور ابوداؤد[3] نے)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے جنازہ کے ساتھ سوار ہوکر جانے کو سخت ناپسند فرمایا۔

فائدہ: آپ ان احادیث مبارکہ کو بار بار پڑھیں۔ پھر فرمائیں کہ اہل حدیث ہونے کے ناطے ان سب پر کس طرح عمل کیا جائے گا۔

(4) حالت روزہ میں سینگی لگوانا جائز ہے یا نہیں:

فصد یا پچھنوں کی طرح سینگی لگوانا بھی فاسد خون کو نکلوانے کا ایک طریقہ ہے یعنی ایک چھوٹے سائز کے سینگ کے اوپر والے خول کو نوک کی جانب سے کاٹ کر سوراخ کر لیتے ہیں پھر پچھنے لگا کر چوڑے مونہہ کی جانب سے سینگ کو پچھنوں پر رکھ کر باریک سوراخ کی جانب مونہہ لگا کر سانس اندر کو کھینچتے ہیں اس طرح فاسد خون نکل آتا ہے۔

سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر بقیع (قبرستانِ مدینہ طیبہ) کی طرف تشریف لائے وہاں ایک آدمی سینگی کھینچوا رہا تھا۔ رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ تھی آپ ﷺ نے

---

۱ ترمذی ج 1 ص 322 باب ماجاء فی کراہیۃ الرکوب خلف الجنازۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

۲ ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی شہود الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ج 2 ص 99 باب الرکوب فی الجنازہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

فرمایا۔ سینگی کھینچنے والے اور کھینچوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(دارمی[1]، ابی داؤد[2]، ابن ماجہ[3])

سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں۔ سینگی لگوانا، قے اور احتلام[4]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں بھی سینگی کھینچوائی اور حالتِ روزہ میں بھی سینگی کھینچوائی۔

(5) حالتِ احرام میں نکاح کرنا:

حالتِ احرام میں بعض حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جبکہ بعض حلال اشیاء بدستور حلال ہی رہتی ہیں۔ ہم نے احادیث مبارکہ کے حوالہ سے دیکھنا ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح جائز ہے یا ناجائز۔

حالتِ احرام میں نکاح کرنا عمل نبوی ﷺ سے ثابت ہے:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں شادی فرمائی۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری[6] و صحیح مسلم[7])

---

۱ سنن دارمی ج 2 ص 25 باب الحجامۃ تفطر الصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابی داؤد ج 1 ص 343 باب فی الصائم یحتجم مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ابن ماجہ ص 121 باب ماجاء فی الحجامۃ للصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ ترمذی شریف ج 1 ص 271 باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القئ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۵ صحیح بخاری ج 1 ص 260 باب الحجامۃ والقئ للصائم مطبوعہ کراچی۔

۶ صحیح بخاری ج 1 ص 248 باب تزویج المحرم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۷ صحیح مسلم ج 1 ص 454 باب تحریم النکاح المحرم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

حالتِ احرام میں نکاح اور منگنی منع ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محرم یعنی احرام باندھنے والا نہ تو خود نکاح کرے نہ ہی کسی دوسرے کا کرے اور نہ ہی منگنی کرے۔ (صحیح مسلم شریف[1])

فائدہ: پہلی حدیث پاک پڑھنے والا تو یہ کہے گا کہ بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ جب کہ دوسری حدیث پاک کا مطالعہ کرنے والا کہے گا کہ صحیح مسلم کے مطابق حالتِ احرام میں نکاح تو درکنار منگنی کرنا بھی حرام ہے اور اپنا تو اپنا رہا احرام والا تو دوسرے کا نکاح بھی نہیں پڑھا سکتا۔ آپ فرمائیے احادیث مبارکہ پر سطحی نظر رکھنے والا کس حدیث کے مطابق فتویٰ دے گا؟

یاد رکھئے: یہ چند احادیث مبارکہ "مشتِ نمونہ از خروارے" کے مصداق نقل کی گئی ہیں۔ احادیث نبویہ کا طالب علم اس قسم کی روایات کتب احادیث میں جا بجا پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہیں تو احادیث مبارکہ ہی مگر ان پر عمل کس طرح کیا جائے اس طرح تو آدمی آدھا اہل حدیث ہو گا اور آدھا منکر احادیث۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض احادیث مبارکہ کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں خصائص نبوی میں شامل ہوتی ہیں۔ جس طرح کسی روزہ توڑنے والے کا کفارہ خود اس کو کھلا دینا۔ یونہی بعض احادیث ناسخ ہوتی ہیں اور بعض منسوخ۔

جیسا کہ حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "کَلَامِیْ لَا یَنْسَخُ کَلَامَ اللّٰہِ وَ کَلَامُ اللّٰہِ یَنْسَخُ کَلَامِیْ

۱ صحیح مسلم ج 1 ص 453 باب تحریم النکاح المحرم و کراھیۃ خطبۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

وَ کَلَامُ اللّٰہِ یَنْسَخُ بَعْضُہٗ بَعْضًا"۔ میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کا بعض کلام اللہ تعالیٰ کے بعض کلام کو منسوخ کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ[1])

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسولِ محتشم رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ "اِنَّ اَحَادِیْثَنَا یَنْسَخُ بَعْضُھَا بَعْضًا کَنَسْخِ الْقُرْآنِ"۔ بے شک ہماری بعض احادیث مبارکہ بعض احادیث مبارکہ کو منسوخ کر دیتی ہیں۔ قرآن کریم کے نسخ کی مانند۔ (مشکوٰۃ[2])

ساری احادیث مبارکہ قابل عمل نہیں ہیں

معلوم ہوا کہ ساری احادیث مبارکہ قابل عمل نہیں بلکہ ان میں بعض ناسخ اور بعض منسوخ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں آج سوا چودہ سو سال بعد کیسے پتہ چلے گا کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور کس پر نہیں۔ جدید سائنسی ایجادات کے باوجود آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا کہ ہم اُس پر کسی حدیث کو پیش کریں اور وہ یہ بتادے کہ یہ ناسخ ہے یا منسوخ۔ لامحالہ ہمیں کسی نہ کسی سے پوچھ کر عمل کرنا ہوگا۔ اب ہمارا جی چاہے تو اپنے محلے کے مولوی سے پوچھ لیں جو الا ماشاء اللہ کسی بیوروکریٹ یا چوہدری کی بڑھک سے بھی ڈر جاتا ہے اور خدانخواستہ بک بھی جاتا ہے۔ یا پھر تقویٰ و طہارت کے بلند ترین مرتبہ پر فائز حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھ لیں کہ جنہوں نے نہ صرف بادشاہ وقت کی طرف سے پیش کردہ عظیم منصب قاضی القضاۃ (چیف جسٹس کا عہدہ)

۱ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص 32 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۲ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص 32 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ٹھکرا دیا بلکہ جیل خانہ میں اس قدر کوڑے برداشت کیے کہ جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی مگر دامنِ تقویٰ پر آنچ نہ آنے دی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام داؤد سب کے سب ہمارے آقا ہیں۔ ان کے بارِ احسان سے ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ بایں ہمہ ہر کوئی اپنے فن میں ماہر ہے۔ کوئی تو تخریج وتدوین حدیث میں ماہر ہے اور کوئی تفہیم حدیث میں ماہر ہے۔ اس جگہ ایک واقعہ نقل کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو ہماری یہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔

نامور محدث حضرت امام ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن کسی نے جلیل القدر محدث حضرت امام اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کچھ مسائل پیش کیے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی سماعت حدیث کے لئے اُن کے حلقۂ درس میں حاضر تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل اپنے اس ہونہار شاگرد کے سامنے (بطور امتحان) پیش فرمائے تو امام ابوحنیفہ نے فوراً جواب عرض کر دیئے۔ امام اعمش نے حیران ہو کر فرمایا تم نے یہ جوابات کہاں سے اخذ کیے ہیں تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اُن احادیث مبارکہ سے جو کہ میں نے آپ سے سنی ہیں یہ کہہ کر آپ نے وہ ساری احادیث مبارکہ مع اسناد کے فر فر سنا دیں تو امام اعمش نے نہایت درجہ متاثر ہو کر فرمایا۔

حَسْبُکَ مَا حَدَّثْتُکَ بِہٖ فِیْ مِائَۃِ یَوْمٍ تُحَدِّثُنِیْ بِہٖ فِیْ سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ مَاعَلِمْتُ اَنَّکَ تَعْمَلُ

بس کیجئے (آپ کے لئے یہی کافی ہے) جو احادیث مبارکہ میں نے سو (۱۰۰) دن میں آپ کو سنائی ہیں

بِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ یَا مَعْشَرَ الْفُقَھَا اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّیَادِلَۃُ وَاَنْتَ اَیُّھَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِکِلَا الطَّرَفَیْنِ۔[1]

آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دی ہیں مجھے معلوم نہ تھا تم ان احادیث مبارکہ میں یوں عمل کرتے ہو (یعنی اس طرح مسائل اخذ کرتے ہو) اے فقہ والو تم طبیب لوگ ہو اور ہم محدثین تو عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ تم نے تو فقہ اور حدیث کی انتہا کو چھو لیا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ حدیث شریف کا ہر طالب علم بخوبی واقف ہے کہ حضرت امام سلمان اعمش علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ جلیل القدر محدث اور مشہور تابعی ہیں۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے خادمِ خاص اور فقیہہ صحابی حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردِ رشید اور بعد میں آنے والے تمام آئمہ حدیث کے استادِ محترم ہیں۔ اس قدر جلالت شان کے باوجود وہ اپنے ہونہار شاگرد حضرت امام ابوحنیفہ کو فرما رہے ہیں کہ ہم محدثین عطار ہیں اور تم طبیب ہو یعنی جس طرح ایک پنساری یا میڈیکل سٹور والے کے پاس ادویات کے انبار لگے ہوتے ہیں یہاں تک کہ طبیب یا ڈاکٹر دوائی خریدنے کے لئے پنساری یا میڈیکل سٹور والے کے پاس ہی جاتا ہے مگر دوائی کے استعمال اور مزاج و کیفیات سے جو واقفیت اس طبیب و ڈاکٹر کو ہے وہ ادویات کے تاجر کو نہیں۔ اگر توفیقِ خداوندی شامل حال ہو تو بس یہی بات سمجھنے والی ہے۔

[1] مجموعہ رسائل مناقب امام اعظم للامام موفق بن احمد مکی علیہ الرحمہ ص 123 (اردو) مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

آخر کوئی تو بات تھی کہ استاذ الائمہ حضرت امام اعمش محدثین کے استاد ہونے کے باوجود جب حج پر جانے لگے تو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے لیے مناسک حج (یعنی حج کے ضروری مسائل) تحریر کر دو۔ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ مناسک ابوحنیفہ سے حاصل کرو۔ میرے علم میں فرائض و نوافل کا آج اُن سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں[1]۔

احادیث نبویہ سے مسائل کا استنباط کرنا:

احادیث مبارکہ سے استنباط وتخریج مسائل ہر کس ناکس کے بس کا روگ نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ آج ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اہل حدیث کہلوانے کے شوق میں آئمہ فقہا کا انکار کر رہا ہے۔

حالانکہ حضرت امام عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ امام اعمش اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور آپ نے کم وبیش پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ آپ نے ان کی زیارت بھی کی اور ان سے علم حدیث بھی حاصل کیا اور پھر علم حدیث میں وہ ارفع واعلیٰ مقام حاصل کیا کہ خود فرماتے ہیں۔

بیس سال گزرے ہیں کہ جب بھی کسی محدث نے کوئی حدیث مجھے سنائی بفضلہ تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ اُس حدیث کا علم تھا۔ یعنی میں پہلے ہی وہ

[1] الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان ص 68 مطبوعہ ترکی، ومقامات امام اعظم للامام حافظ الدین کردری علیہ الرحمہ (اردو ص 356 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔

سب احادیث زبانِ صحابہ سے سن چکا تھا۔ ایسے عظیم المرتبت محدّث اور تابعی تمام تر شان وشوکت کے باوجود فرماتے ہیں۔

اِنَّا لَسْنَا بِالْفُقَهَاءِ وَلٰكِنَّا سَمِعْنَا الْحَدِيْثَ فَرَوَيْنَاهُ لِلْفُقَهَاءِ مَنْ اِذَا عَلِمَ عَمِلَ[1]

ہم لوگ فقیہہ ومجتہد نہیں ہیں۔ ہم نے تو احادیث مبارکہ سن کر فقیہوں کے آگے بیان کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر عمل کریں گے۔ (یعنی عمل کا طریقہ بتائیں گے)

اللہ اکبر! ایک طرف تو اس قدر احتیاط برتی جا رہی ہے کہ آئمہ ومحدثین کے استادِ محترم اور تابعی ہوتے ہوئے بھی تخریجِ مسائل میں ہچکچا رہے ہیں اور دوسری طرف ماشاء اللہ ہم لوگ ہیں کہ بغل میں بخاری شریف کا اردو ترجمہ دبا رکھا ہوتا ہے اور من مرضی کی روایات سے مسائل اخذ کر کے بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ!

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس حدیث پر عمل کر دکھایئے:

اگر آپ کو ہماری اس گفتگو کی پوری سمجھ نہ آتی ہو تو آپ بخاری شریف کی اس حدیث پر عبارت کے مطابق عمل کر دکھائیں اور اگر آپ اس حدیث پر متن کے اعتبار سے ہو بہو عمل نہ کر سکیں تو کسی علامۃ الدہر کسی بقیۃ السلف کی خدمت میں عرض کریں کہ حضرت آپ تو سردارِ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ آپ

[1] تذکرہ الحفاظ للامام ذھبی۔ (مجموعہ رسائل) امام احمد رضا مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی۔

ہی حدیث پاک کی عبارت کے مطابق برصغیر میں رہتے ہوئے ذرا عمل کر دکھایئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بات سمجھ آجائے گی کہ حدیث کیا ہے اور فقہ کے مطابق سنت کیا ہے؟ حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُاللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. (بخاری شریف)[ل]

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو مونہہ کرو اور نہ ہی پیٹھ بلکہ اپنا مونہہ مشرق یا مغرب کی طرف رکھا کرو۔ (حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہم ملک شام کو گئے تو وہاں بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے تھے۔ اس لئے ہم کسی قدر پھر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے۔

فائدہ: ملاحظہ فرمایئے اس حدیث پاک میں حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے اپنے غلاموں کو دو باتوں کا حکم دیا ہے۔

نمبر **1.** یہ کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ مونہہ کرنا چاہیے اور نہ ہی پشت۔

ل بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 51 مطبوعہ کراچی باب قبلۃ اہل المدینہ واہل الشام والمشرق

نمبر **2.** یہ کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت اپنا مونہہ مشرق کی طرف کیا کرو یا مغرب کی طرف۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ برصغیر میں رہتے ہوئے کوئی شخص اس حدیث پر مذکورہ انداز میں عمل کر دکھائے کہ اس کا مونہہ مشرق یا مغرب کی طرف تو ہو مگر اس کا مونہہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو یقیناً برصغیر میں رہتے ہوئے اس حدیث پاک کے دونوں اجزاء پر بیک وقت عمل کرنا غیر ممکن ہے۔ اب ہم فقہا کرام کے دروازے پر دستک دیں گے کہ ان دونوں حکموں میں سے ہم کس پر عمل کریں اور وہ خداداد فراست سے کام لیتے ہوئے ہمیں بتائیں گے کہ اس حدیث پاک میں مشرق و مغرب کی قید اتفاقی ہے کیونکہ مدینہ طیبہ میں قبلہ جنوب کی طرف ہے۔ یہاں اصل مقصود اور مراد یہ ہے کہ قبلہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ نہ کرو۔ یہی سنت ہے۔

محترم قارئین کرام! اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ فقہا کرام کی ضرورت عوام کو کس قدر ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد گرامی فرماتا ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ.

یعنی اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل الذکر سے پوچھ لیا کرو۔ (النحل آیت نمبر 43)

نیز فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ o (التوبہ 122)

تو ایسے کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک ایک جماعت نکلے تا کہ وہ دین میں فقہ (یعنی سوجھ بوجھ) کو حاصل کرے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرسنائے اس امید پر کہ وہ لوگ (گمراہی سے) بچیں (سورۃ 9، آیت 122)

معلوم ہوا کہ کچھ لوگ تو فقہ میں کامل مہارت حاصل کریں گے اور باقی

عوام الناس ان کی پیروی کریں گے اور یہ پیروی ان کی نہیں بلکہ فی الحقیقت دینِ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی ہوگی۔

بخاری و مسلم:

اس جگہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام بخاری و امام مسلم و دیگر محدثین عظام نے جمع و تدوین احادیث نبویہ کے سلسلہ میں جو محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں ہیں اور جس قدر وہ صاحب تقویٰ تھے کیا ان کی مروی احادیث پر آنکھیں بند کرکے عمل کرلینا کافی نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی ضعیف۔ اس لئے ضعیف احادیث کو چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل کرلینا چاہیے جبکہ فقہ میں بعض ضعیف احادیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ ضعیف حدیث کہتے کسے ہیں کیونکہ علماء کرام تو بحمد اللہ تعالیٰ اقسام حدیث سے واقف ہوتے ہیں جبکہ عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ شاید ضعیف حدیث حضور اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں ہوتی بلکہ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی ہوتی ہے ان عام مسلمانوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی حدیث کو موضوع کہتے ہیں جو کہ شدید ترین جرم ہے اور زبانِ نبوی سے جھوٹی احادیث گھڑنے والے بدبخت کے لئے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور اس جھوٹی بات کو حدیث رسول (ﷺ) کہنا بھی حرام ہے اور اس پر حدیث کا نام دے کر عمل کرنا زبردست گناہ ہے۔ لیکن اس کے برعکس ضعیف حدیث ہوتی تو حدیث نبوی ہی ہے لیکن محدثین کو اس کی سند پر کلام ہوتا ہے جبکہ متن میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

یہاں عام قارئین کو سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ سند اور متن کی وضاحت کر دی جائے۔ یاد رہے کہ سند سے مراد وہ سارے کے سارے راوی ہیں کہ جن کے توسط سے یہ حدیث کسی محدث تک پہنچی جبکہ متن سے مراد وہ الفاظ ہیں جو کہ قول و فعل و تقریرِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں مثلاً سنن ابنِ ماجہ باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ ابْنُ شَیْبَۃَ وَسُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَۃَ وَ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُوْسٰی قَالُوْا حَدَّثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ". (ابن ماجہ[1])

ترجمہ: (ابن ماجہ فرماتے ہیں) ہمیں بتایا ابوبکر بن شیبہ نے اور سوید بن سعید نے اور عبداللہ بن عامر بن زرارہ نے اور اسماعیل بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ ہمیں بتایا شریک نے اس نے سنا سماک سے اس نے سنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے کہ ان کے والد (یعنی عبداللہ بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے"۔ (رواہ ابن ماجہ)

اس پوری عبارت میں ابوبکر ابن شیبہ سے لے کر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک کے تمام حصے کو سند کہتے ہیں جبکہ اگلا جملہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ...... (آخر تک) یعنی "جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا"۔ آخر حدیث تک کو متن کہتے ہیں۔ سند میں جن لوگوں کے نام آئے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک

---

1 ابن ماجہ مطبوعہ مکتبہ المعارف الریاض سعودیہ عربیہ ص 18

کے بارہ میں محدثین کو کلام ہو مثلاً اس کا حافظہ بہت اعلیٰ نہیں تھا یا اس میں کوئی دوسرا عیب تھا تو یہ حدیث صحیح کے معیار سے گر کر ضعیف ہو جائے گی۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ قابل عمل نہ ہو مثلاً امام ترمذی علیہ الرحمہ ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سَعِيْدِ السَّمَّانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِىْ سَفَرٍ فِىْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ اَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا عَلٰى حِيَالِهٖ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَ "فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سُنَنُ تِرْمِذِىْ بَابُ مَاجَاءَ فِى الرَّجُلِ يُصَلِّىْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِى الْغَيْمِ)۔[1]

ہمیں بتایا محمود بن غیلان نے اس نے کہا کہ ہمیں بتایا وکیع نے اس نے کہا کہ ہمیں بتایا اشعث بن سعید سمان نے اس نے سنا عاصم بن عبداللہ سے اس نے سنا عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے اس نے اپنے باپ ربیعہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا ہم ایک اندھیری رات نبی کریم ﷺ کے ہم سفر تھے ہم کو سمت قبلہ معلوم نہ ہو سکی تو ہم میں سے ہر ایک نے جدھر مونہہ آیا نماز پڑھ لی صبح کو ہم نے یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو اس پر یہ آیۃ مبارکہ نازل ہوئی کہ "تم جدھر بھی مونہہ کرو رب کائنات کو متوجہ پاؤ گے"۔ (البقرۃ آیت نمبر 114)

امام ترمذی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ اس

[1] مطبوعہ مکتبہ المعارف الریاض سعودیہ عربیہ ص 95، حدیث نمبر 345

حدیث کی سند صحیح نہیں ہے ہم اسے صرف اشعث بن سعید سمان کی روایت سے جانتے ہیں اور اشعث بن سعید ابو الربیع سمان کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے جبکہ اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ اگر کسی نے بادل وغیرہ میں (یعنی ایسی جگہ کہ جہاں سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور اندھیرے کی وجہ سے پتہ بھی نہ چلے) غیر قبلہ کی طرف مونہہ کر کے نماز پڑھی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قبلہ رُخ نہیں تھا تو اس کی نماز جائز ہے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور اسحٰق رحمتہ اللہ علیہم اور دیگر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ (ترمذی[1])

فائدہ: ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث پاک بیان فرمانے والے محدث امام ترمذی خود فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس حدیث پر عمل بھی ہے اور اُن کا یہی مذہب ہے معلوم ہوا کہ محض لفظ ضعیف دیکھ کر حدیث کو ناقابل عمل قرار نہیں دے دیا جائے گا بلکہ اس کے لئے بھی بہت علم کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس حدیث میں ضعف اشعث بن سعید سمان کی وجہ سے آیا۔

اسی بات کو مزید اس طرح سمجھئے کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ کو یہ حدیث ۷ واسطوں سے ملی۔ (۱) حضرت ربیعہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ (۲) ربیعہ سے ان کے بیٹے عامر نے سنا۔ (۳) عامر سے عبداللہ بن عامر نے سنا۔ (۴) اُن سے عاصم بن عبیداللہ نے سنا۔ (۵) اُن سے اشعث بن سعید سمان نے سنا (۶) اُن سے وکیع نے سنا (۷) اُن سے محمود بن غیلان نے سنا اور اُن سے امام ترمذی نے روایت کیا۔ یعنی جب اس سند میں نمبر چار تک راوی تھے حدیث صحیح تھی وقت گزرنے پر جب چوتھے راوی کی وفات یا عدم موجودگی پر پانچویں راوی

[1] ترمذی مطبوعہ الریاض ص 95 حدیث نمبر 345۔

نے یہی حدیث بیان کی تو وہ ضعیف ہوگئی معلوم ہوا جیسے جیسے زیادہ وقت گزرتا جائے گا صحیح احادیث میں ضعف کا خدشہ بڑھتا جائے گا صحیح بخاری کو دوسری کتب صحاح پر اس وجہ سے بھی فضیلت ہے کہ امام بخاری نے جب صحیح بخاری جمع کی درمیان میں واسطے زیادہ نہیں تھے مثلاً امام بخاری نقل فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ آيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ. (صحیح بخاری)[1]

ہمیں بتایا ابو ولید اس نے کہا کہ بتایا شعبہ نے اس نے کہا کہ مجھے خبر دی عبداللہ بن جبیر نے اس نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے انصار (صحابہ) سے عداوت رکھنا منافقت کی علامت ہے۔

اب اس سند میں راویوں کی تعداد ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) حضرت انس بن مالک نے سنا نبی کریم ﷺ سے (۲) ان سے سنا حضرت عبداللہ بن جبیر نے (۳) ان سے سنا حضرت شعبہ نے (۴) ان سے سنا ابو ولید نے اور ان سے امام بخاری نے روایت کیا۔

موازنہ: صحیح بخاری پہلے جمع ہوئی مذکورہ حدیث میں سند کے راویوں کی تعداد چارتھی جامع ترمذی بعد میں مرتب ہوئی مذکورہ حدیث میں سند کے راویوں کی تعداد سات ہوگئی۔ جن میں پانچویں کی وجہ سے ضعف آگیا۔ (خیال رہے

۱؎ صحیح بخاری باب علامة الایمان حب الانصار ص 112 عربی اردو مطبوعہ لاہور۔

مختلف احادیث میں راویوں کی تعداد بھی کم وبیش ہوتی رہتی ہے یہ صرف ایک مثال تھی)۔

فقہ حنفیہ کی اہمیت:

اگر مذکورہ گفتگو آپ کی سمجھ میں آگئی ہے تو اب سمجھئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے رفقاء نے فقہ حنفیہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اُس وقت مرتب فرمائی جبکہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی ابھی ولادتِ باسعادت بھی نہ ہوئی تھی۔ یہ بات خوب ذہن نشین رکھیے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا سن ولادت 80 ہجری اور رحلت مبارکہ 150ھ ہے جبکہ حضرت امام بخاری کا سنِ ولادت 194ھ ہے یعنی امام اعظم علیہ الرحمہ کی وفات کے چوالیس سال بعد آپ پیدا ہوئے اور رحلت مبارکہ 256ھ میں ہوئی۔ یعنی وہ بہت سی احادیث جو کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے زمانہ تک صحیح تھیں ان کا امام بخاری کے زمانہ تک ضعیف ہو جانا کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ چونکہ اکثر علماء و محققین کے نزدیک حضرت امام اعظم تابعی ہیں یعنی آپ نے بعض احادیث براہ راست صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے سنی ہیں۔ اور بہت سی احادیث تابعین سے (یعنی درمیان میں صرف ایک واسطہ) تھا اس لئے اس وقت تک احادیث صحیحہ بکثرت تھیں اور آپ نے صحیح احادیث مبارکہ کے مطابق ہی فقہ حنفی کو مرتب فرمایا۔

امام بخاری اور تقلید:

اگر چہ حضرت امام بخاری نے کہیں بھی یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ آپ کا فقہی مسلک کیا تھا البتہ آپ نے اپنی جامع بخاری میں بکثرت ایسی احادیث

مبارکہ ذکر فرمائی ہیں جو کہ شافعی مذہب کی مؤید ہیں بنابریں بعض مشاہیر علماء آپ کو شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام قسطلانی علامہ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔ ''وَقَدْ ذَكَرَهٗ اَبُوْ عَاصِمٍ فِيْ طَبَقَاتِ اَصْحَابِنَا شَافِعِيَّةٍ''۔ (ارشاد الساری[1])

یعنی امام ابو عاصم نے امام بخاری علیہ الرحمہ کو ہمارے ساتھیوں طبقاتِ شافعیہ میں بیان کیا ہے علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے طبقاتِ الشافعیہ الکبری جلد نمبر 2 ص 3 پر درج فرمایا کہ امام بخاری نے مکہ مکرمہ میں حمیدی سے سماع کیا اور ان ہی سے فقہ شافعی پڑھی۔ صفحہ نمبر 4 پر ہے ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کا ذکر اپنی کتاب طبقات شافعیہ میں کیا اور کہا کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابو ثور اور کرابیسی سے احادیث مبارکہ کا سماع کیا اور میں کہتا ہوں کہ حمیدی سے فقہ پڑھی اور یہ سب کے سب امام شافعی کے شاگرد تھے۔[2]

مشہور و معروف غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب ''ابجد العلوم'' میں امام شافعی کے مقلدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اور ہمیں چاہیے کہ اب کچھ آئمہ شافعیہ کا بھی تذکرہ کریں تا کہ ہماری کتاب (ابجد العلوم) حنفی اور شافعی دونوں طرفوں کی جامع ہو جائے اور یاد رہے کہ آئمہ شافعیہ دو قسم پر ہیں ان میں ایک تو وہ ہیں کہ جنہوں نے براہ راست امام شافعی کی صحبت کا شرف حاصل کیا جیسے کہ احمد خلال اور ابو جعفر بغدادی جبکہ دوسری قسم کے آئمہ شافعیہ وہ ہیں (کہ جنہوں نے امام شافعی کی زیارت تو نہیں کی مگر ان کے مسلک پر ہیں) مثلاً محمد بن ادریس رازی، محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن علی حکیم

۱ ارشاد الساری ص 36 جلد نمبر 1 بحوالہ صحیح بخاری عربی اردو مطبوعہ لاہور۔
۲ بحوالہ بخاری شریف ترجمہ مطبوعہ لاہور۔

ترمذی۔ (ابجد العلوم[1])

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ عظیم ترین محدث بلکہ امیر المومنین فی الحدیث اور امام المحدثین ہونے کے باوجود امام شافعی کے مقلد تھے اگرچہ بعض مسائل میں آپ نے خود بھی اجتہاد فرمایا۔

تو محترم قارئین کرام! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری جیسی شخصیت تو باقاعدہ فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کرے اور اکثر مسائل میں ان کی تقلید کرے حالانکہ آپ کو لاکھوں احادیث مبارکہ بمع سند و متن زبانی یاد تھیں لیکن ہم محض چند ایک کتب احادیث پڑھ کر کہہ دیں کہ ہمیں تقلید کی ضرورت نہیں (یا للعجب) بلکہ بعض شدت پسند غیر مقلد تقلید کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں[2] ان کی مثال حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ان فوجیوں جیسی ہے کہ جو آپ کی زیر قیادت امیر معاویہ سے برسرپیکار تھے لیکن جب آپ نے بادل نخواستہ حکمین کے فیصلے کو ماننے (یعنی لڑائی ختم کرنے کے لئے اور انتخاب امیر کے لئے حضرت علی کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور امیر معاویہ کی طرف عمرو بن العاص دونوں جو بھی فیصلہ کر دیں قبول ہوگا) کا اعلان کیا تو فوجیوں کا یہ گروہ یہ کہتا ہوا آپ سے جدا ہو گیا کہ ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' یعنی حکم (فیصلہ کرنے والا) تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ حضرت علی نے ابو موسیٰ الاشعری اور عمرو ابن العاص

۱ ابجد العلوم ص 118 بحوالہ مذکورہ۔
۲ برصغیر پاک و ہند کے غیر مقلد سعودی عرب والوں کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور اُن سے مالی اور اخلاقی امداد حاصل کرتے ہیں حالانکہ سعودی عرب والے خود امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے مقلد ہیں اس بات کا وہ جا بجا کتب میں تقاریر میں اور فتاویٰ میں ذکر کرتے ہیں اگر تقلید شرک ہے تو سعودی عرب والوں پر فتویٰ کیوں نہیں لگتا شاید ریال کی عزت کی وجہ سے۱۲۔

کو حکم مان کر شرک کا ارتکاب کیا ہے اور ہم شرک سے اظہار بیزاری کرتے ہوئے ان مشرکوں سے الگ ہوتے ہیں اسی لئے ان کو خارجی کہا جاتا ہے اور ان کے دین سے خارج اور جہنمی ہونے کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے دی حالانکہ وہ بڑی سختی کے ساتھ نماز روزہ کی پابندی کرنے والے تھے اور اتنے بڑے توحید پرست ہونے کے دعویدار تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت پر بھی انہوں نے شرک کا فتویٰ لگا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان پر شرک کا فتویٰ لگانے والے خارجیوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔

يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهٖ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهٖ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ (صحیح بخاری[1])

یعنی (وہ ایسے پکے نمازی ہونگے) کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ (اور وہ روزے کے اس قدر پابند ہونگے) کہ تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانو گے مگر وہ (بظاہر اس قدر پابند شریعت ہونے کے باوجود) دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (یعنی وہ اپنے غلط عقیدہ میں ایسے ضدی ہونگے کہ ان کی واپسی بہت مشکل ہو گی) بخاری شریف کی احادیث نمبر 1821 اور 1822 میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے نرخرہ سے تجاوز نہ کرے گا۔ (قرآن کی عظمت ان کے دل میں نہ ہو گی جس طرح آج بھی بعض بے وقوف قرآن عظیم کو زمین پر رکھ دیتے ہیں) وہ لوگوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلائیں گے حالانکہ میرا ان سے

[1] صحیح بخاری باب من ترک الخوارج للتالف وان لاینفر الناس عنہ، رقم الحدیث 1824 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

کوئی تعلق نہیں ہے۔ (صحیح بخاری[1])

اس لئے قرآن وسنت کو آڑ بنا کر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے سے پہلے خوب خوب غور کر لینا چاہیے کہ کہیں ان کا اپنا شمار خارجیوں میں نہ ہو جائے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

نکتہ: مزید برآں اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری کے کئی اساتذہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں جبکہ امام شافعی کے کئی اساتذہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں گویا امام اعظم ابو حنیفہ امام شافعی کے استاد الاساتذہ (دادا استاد) ہیں اور امام شافعی امام بخاری کے استاد الاساتذہ (دادا استاد) ہیں خود حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی نظر میں حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حضرت امام شافعی جب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر حاضری کے لئے آتے تو وہاں اپنے مسلک کے خلاف رفع یدین ترک فرما دیتے اور فقہ حنفیہ کے مطابق نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ میں یہ عمل صاحب مزار امام اعظم کے احترام کی وجہ سے کرتا ہوں کیونکہ یہ مجھ سے بڑھ کر فقیہہ تھے۔ حضرت امام شافعی عموماً فرمایا کرتے تھے کہ سب لوگ فقہ میں حضرت ابو حنیفہ کی اولاد کی طرح ہیں بلکہ یہاں تک فرماتے کہ جو شخص فقہ میں تبحری اور مہارت کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ کی فرزندی میں دے۔ (یعنی وہ امام ابو حنیفہ کو اپنے روحانی باپ کا درجہ دے تب علوم فقہ کے دروازے اس کے لئے کھلتے ہیں) (تبیض[2])

[1] صحیح بخاری رقم الحدیث 1821 ، 1822 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

[2] تبیض الصحیفہ ص 20۔

تسامح: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کو رب کائنات جل شانہ نے بے مثل حافظہ سے نوازا تھا آپ آسمان علم حدیث پر آفتاب بن کر چمکے اس میں شک نہیں کہ تبع تابعین میں آپ جیسا عظیم الشان محدث کوئی بھی پیدا نہ ہوا آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بے پناہ قوت حافظہ کے کارنامے سن کر ایک عام آدمی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ آپ کے ایک ہم سبق حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ لڑکپن میں امام بخاری ہمارے ساتھ مشائخ کی خدمت میں حاضری دیتے اور سماعتِ حدیث کرتے امام بخاری کے سوا ہم سب ساتھی احادیث سن کر تحریر کرتے رہتے سولہ دن گزر جانے کے بعد ہم ساتھیوں نے امام بخاری کو کہا تم نے اتنے دن برباد کر دیئے اور ایک حدیث بھی نقل نہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی تحریریں لے آؤ میں تم کو زبانی سناتا ہوں چنانچہ امام بخاری نے علی الترتیب سلسلہ وار احادیث سنانا شروع کیں یہاں تک کہ پندرہ ہزار احادیث مبارکہ بمعہ سند اور متن کے اس قدر صحیح سنائیں کہ ہمیں یوں گمان ہوتا تھا کہ گویا ہمیں یہ ساری احادیث لکھوائی ہی بخاری نے ہیں۔ (بخاری عربی اردو[1])

امام بخاری نے اپنی صحیح کا اپنے ذہن میں محفوظ چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے انتخاب فرمایا اور آپ کے حیران کن حافظہ میں احادیث نبویہ کے اسناد و متون کس قدر صحیح انداز میں محفوظ تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری جب بغداد تشریف لائے تو بغداد کے محدثین نے آپ کا امتحان لینے کے لئے ایک سو احادیث کا انتخاب کیا ان کی اسناد اور متون میں جان بوجھ کر ردو بدل کر دیا پھر آپ کے اعزاز میں مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی جس میں عوام وخواص کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی طے

[1] بخاری عربی اردو ص 8 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

شدہ پروگرام کے تحت ان میں سے ایک محدث کھڑے ہوئے اور بدلی ہوئی سند کے ساتھ ایک حدیث پڑھ کر امام بخاری سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ حدیث پہلے سنی ہے آپ نے نفی میں جواب دیا اس نے دوسری حدیث سنائی حتی کہ بدلی ہوئی سند کے ساتھ دس احادیث سنائیں مگر ہر مرتبہ امام بخاری نے نفی میں ہی جواب دیا پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور پہلے شخص کی طرح بدلی ہوئی سند کی احادیث پڑھ ڈالیں حتی کہ دس شخصوں نے وہ منتخب شدہ سو احادیث غلط اسناد کے ساتھ آپ کو سنائیں اور ہر مرتبہ آپ نے نفی میں ہی جواب دیا خواص تو امام بخاری کے علم پر حیران جبکہ عوام آپ کے عجز پر پریشان تھے۔ جب وہ سب سوالات سے فارغ ہو گئے تو امام بخاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا پہلے شخص نے جو پہلی حدیث بیان کی تھی اس نے اس کی یہ سند بیان کی تھی حالانکہ اس کی صحیح سند یہ ہے اس طرح ایک ایک کر کے علی الترتیب ان سب کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی سنا دیں اور ان کی صحیح اسناد بھی بیان فرما دیں۔ جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم فرمایا تمام مجلس علم میں تحسین و مرحبا اور آفرین صد آفرین کا وہ شور غلغلہ اُٹھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی سب عوام و خواص نے بالاتفاق امام بخاری کے فضل و عظمت کا اقرار کر لیا۔ (ھدی الساری[1])

ان تمام تر عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ایک انسان تھے اور کوئی بھی انسان سوائے ان ذواتِ مقدسہ کے کہ جن کو رب ذوالجلال نے اپنے ذمہ حفاظت میں لیا معصوم عن الخطا اور کوتاہی سے مُبّرا و منزہ نہیں ہے۔ آپ سے صحیح بخاری شریف میں سہو، نسیان اور تسامح کا واقعہ ہو جانا کوئی ناممکن امر نہیں ہے اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ساری کی

[1] ھدی الساری ج 2 ص 251 بحوالہ بخاری مترجم ج 1 ص 11 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

ساری مخلوق میں میرے آقا و مولیٰ رسول عربی ﷺ (فداہ روحی و جسدی) سے بڑھ کر کوئی سچا، بے عیب اور کامل ترین پیدا نہ ہوا اسی طرح آسمان کے نیچے قرآن سے بڑھ کر نہ تو کوئی کتاب سچی ہے اور نہ ہی مکمل ترین، مخلوق کی ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی عیب رہ ہی جاتا ہے۔ اگر کوئی عیب نہیں ہے تو خالق کائنات کی کتاب میں نہیں ہے۔ یہ ناچیز حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے کسی ایک تسامح کا بھی کبھی ذکر نہ کرتا اگر یہ سمجھانا مقصود نہ ہوتا کہ بخاری شریف کی ہر حدیث پر آنکھیں بند کر کے عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کچھ اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو بخاری کی ہر حدیث کو تو صحیح مانتے ہیں اور امام بخاری کے علم و فضل پر اعتراض برداشت نہیں کرتے مگر حیرانی ہے ان کی کم فہمی پر کہ جس نبی ﷺ کے صدقہ سے امام بخاری علیہ الرحمہ کو یہ عزت ملی وہ لوگ اس نبی ﷺ کے علم پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور فضل پر بھی معترض ہوتے ہیں حالانکہ امام بخاری کی طرف کمی علم، سہو، نسیان یا خطا کی نسبت کر دینا کفر نہیں ہے جبکہ نبی کو خطا کار سمجھنا یا کم علم سمجھنا بہت بڑی جرأت ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ)

اس جگہ مذکورہ بالا دعویٰ کی تصدیق و تائید میں بطور دلیل حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے چند ایک تسامح کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً۔

بیانِ سند میں تسامح:

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ ذکر فرمائی کہ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ ابْنُ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَالِکِ بْنِ بُحَیْنَۃَ قَالَ .... الخ .... امام

بخاری سے اس حدیث میں دو لغزشیں واقع ہوئیں پہلی یہ کہ امام بخاری نے بحینہ کو مالک کی ماں قرار دیا ہے حالانکہ وہ عبداللہ کی والدہ اور مالک کی بیوی تھی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ مَالِکُ بْنُ بُحَیْنَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ .... الخ .... یعنی اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبداللہ بن بحینہ سے مروی ہے مالک تو مسلمان ہی نہ ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

اَلْوَھْمُ فِیْہِ مَوْضِعَیْنِ اَحَدُھُمَا اَنَّ بُحَیْنَۃَ وَالِدَۃُ بُحَیْنَۃَ عَبْدُاللّٰہِ کَیْ عَبْدُاللّٰہِ وَلَامَالِکَ وَثَانِیْھَا اَنَّ الصُّحْبَۃَ وَالرِّوَایَۃَ لِعَبْدِاللّٰہِ وَلَا لِمَالِکٍ۔[1]

اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اول یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی حضرت عبداللہ ہیں نہ کہ ان کے باپ مالک۔

متن حدیث میں تسامح:

کتاب الزکوٰۃ میں امام بخاری ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کون (انتقال

[1] فتح الباری ج 1 ص 29 بحوالہ صحیح بخاری (عربی، اردو) ج 1 ص 36 مطبوعہ لاہور۔

يَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةُ [1]

کے بعد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ فرمایا جس کے ہاتھ لمبے ہونگے چنانچہ انہوں نے ایک (باریک) لکڑی لی اور اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں ان میں سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے اور اس کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ خیرات کرنے کو بہت پسند کرتی تھی۔

اس حدیث میں کَانَتْ طُوْلُ یَدِھَا کے جملہ میں کَانَتْ کی ضمیر حضرت سودہ کی طرف راجع ہے کیونکہ درمیان میں کسی اور کا کوئی ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا حالانکہ یہ بات درست نہیں تمام ارباب سیر وتواریخ ومحدثین کے نزدیک سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال پہلے ہوا کثرت خیرات کی وجہ سے ان کا ہی کا لقب ام المساکین تھا ان کا انتقال 20ھ میں ہوا جبکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال 54ھ میں ہوا در اصل بات یہ ہوئی کہ راوی نے درمیان میں حضرت زینب بنت جحش کا نام چھوڑ دیا اور امام بخاری نے بھی زیادہ غور فرمائے بغیر اس کو اپنی صحیح میں ذکر کر دیا۔ حالانکہ صحیح مسلم میں یہی جملہ اس طرح ہے:

[1] بخاری رقم الحدیث نمبر 1330 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

وَكَانَتْ زَيْنَبُ أَطْوَلَنَا يَدًا لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ وَتَصَدَّقُ۔ (صحیح مسلم[1])

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی طویل گفتگو کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت میں ابوعوانہ کو وہم ہوا اور امام بخاری نے اسی راوی کی اس غیر مکمل روایت کو اپنی صحیح میں ذکر فرما دیا۔ (فتح الباری[2])

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب احداد المراۃ علی غیر زوجھا کے تحت نقل فرمایا۔

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ بِصُفْرَةٍ فِيْ يَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ (بخاری[1])

زینب بنت ابوسلمہ سے مروی ہے کہ جب شام سے ابو سفیان کی موت کی خبر آئی تو تیسرے دن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے زرد خوشبو منگوائی اور اسے اپنے چہرے اور کلائیوں پر مل کر فرمایا ''اگرچہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا ''کسی عورت کے لئے جائز نہیں جو کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتی ہو وہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن ہے۔

[1] بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث 1200 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

اس حدیث میں امام بخاری نے بیان فرمایا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع ملک شام سے آئی حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مورخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:

وَفِیْ قَوْلِہٖ مِنَ الشَّامِ نَظْرٌ لِاَنَّ اَبَاسُفْیَانَ مَاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ بِلَاخِلَافٍ بَیْنَ اَھْلِ الْعِلْمِ بِالْاَخْبَارِ وَالْجَمْھُوْرُ عَلٰی اَنَّہٗ مَاتَ اِثْنَتَیْنِ وَثَلَاثِیْنَ وَقِیْلَ ثَلَاثٌ وَثَلَاثِیْنَ.........الخ......

(فتح الباری[1])

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مورخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوسفیان کا انتقال مدینہ طیبہ میں 32ھ یا 33ھ میں ہوا تھا.........آخر تک.........

حق کو پہچانیے:

مذکورہ بالا روایات کونقل کرنے کا مقصد معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ امام بخاری کو معمولی شخصیت ثابت کیا جائے نہیں نہیں بلکہ بخاری علیہ الرحمہ تو آسمان علم الحدیث کے ایسے نیر تاباں ہیں کہ ان کی ضیا پاشیوں سے آج بھی فضائے علم جگمگا رہی ہے۔ بتانا صرف یہی مقصود ہے کہ جو لوگ بات بات پر یہ سوال کرتے ہیں کیا یہ بخاری میں ہے؟ وہ جان لیں کہ تسامح امام بخاری سے بھی ہوسکتا ہے مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ترین شخصیت کہ جن سے بڑھ کر خالق

[1] فتح الباری جلد نمبر3 ص 388 بحوالہ صحیح بخاری عربی اردو ج 1 ص 37 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

کائنات نے کسی کو شرف و فضل سے نوازا ہی نہیں جن کے علم کو رب کائنات وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کہہ کر جن کے فضل و کرم کو وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرما کر، جن کے اختیار کو وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کی خوش خبری سنا کر جن کی عطا کو اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کی خبر دے کر جن کی حفاظت کی وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ کی نوید سنا کر قرآن کریم کو مزین فرمایا ان کو وہ لوگ اپنے جیسا بشر کہہ کر غلطی سے مبرا ماننے کے لئے تیار نہیں اسی نبی ﷺ کے ناپید کنار بحر علم وعرفان سے پیاس علم بجھانے والے خوش نصیب حضرت سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کو ہر قسم کی لغزش سے مبرا مانتے ہیں۔ حالانکہ کسی بھی امتی کا بارگاہ رب العزت میں شرفِ قبول سے نوازا جانا نبی کریم ﷺ کی سچی غلامی کے سوا ممکن ہی نہیں۔

اجتہاد اور تسامح:

یہاں ایک غیر جانب دار شخص سوال کرسکتا ہے کہ اگر امتی سے لغزش ممکن ہے تو پھر وہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ مقلد نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے امام کی تقلید کرتا ہے۔ حالانکہ امام معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اس لیے تقلید کرنے والا شرک فی الرسالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت ان لوگوں کا شرک فی الرسالت کا یہ فتویٰ بالکل اسی فتویٰ کی طرح ہے جو کہ حضرت علی المرتضیٰ پر لگا تھا (جو کہ آپ چند صفحات پہلے پڑھ آئے ہیں) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ پر شرک کا فتویٰ لگانے والوں نے بھی آیتِ قرآنیہ سے استدلال کیا تھا۔ آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ''آیت مبارکہ تو درست ہے مگر یہ لوگ اس کی تاویل غلط کر رہے ہیں''۔ اسی طرح ہم بھی یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کو ترجیح دینا حرام ہے کفر ہے مگر وہ لوگ مقلدین پر الزام تراشی کرتے ہیں کیونکہ کوئی بھی سچا مقلد اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول کے خلاف اپنے امام کا کوئی بھی حکم ماننے کو تیار نہیں ہے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ اور اس رسول کے حکم کی اطاعت وتشریح میں اپنے امام کا حکم مانتا ہے جس طرح ایک عام مقتدی پر واجب ہے کہ وہ دوران نماز اپنے امام کی مکمل اتباع کرے یعنی جب امام قیام کرے تو مقتدی بھی قیام کرے اس کے رکوع پر یہ رکوع کرے اس کے قومہ پر قومہ کرے اس کے سجدہ پر سجدہ کرے حتی کہ اگر امام سے غلطی ہوگئی اور مقتدی سے نہیں بھی ہوئی تو امام کی اتباع میں مقتدی سجدہ سہو بھی کرے حالانکہ سہو اس سے ہوا ہی نہیں تھا۔ اگر مقتدی ایسے نہیں کرے گا تو اس کی نماز برباد ہو جائے گی لیکن اگر امام کی اطاعت واتباع کرے گا تو رب کریم ایک نماز کا ثواب ستائیس نمازوں کے برابر عطا فرمادے گا۔ مگر اس اطاعت امام میں یہ لحاظ ضرور رکھا جائے گا۔ وہ امام اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کی اطاعت میں ہو بصورت دیگر اس کی اطاعت واجب نہیں ہوگی۔ بالکل اسی طرح ایک سچا مقلد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت میں اپنے امام کی اطاعت کرتا ہے اگر امام کا قول اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو تو قول امام کو ترک کر دیتا ہے خود امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد نہایت ہی مشہور ومعروف ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر پھینک دو اور حدیثِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا لو بلکہ اجتہاد تو کیا ہی وہاں جاتا ہے جہاں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے دلیل نہ مل سکے اور یہ وہ عمل ہے کہ جس کا حضور اکرم ﷺ نے خود حکم دیا۔

بطور دلیل ذیل میں عظیم ذخیرۂ احادیث میں سے صرف دو روایات نقل

کی جاتی ہیں۔ ماننے والے کے لئے یہی کافی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمَ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَاحَكَمَ فَاَخْطَا فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ. (جامع ترمذی[1])

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد (یعنی خوب غور وفکر) سے کام لے پھر اگر صحیح فیصلہ کرے گا تو دوگنا اجر ملے گا اگر اس سے فیصلہ میں خطا ہوگی تو ایک اجر ملے گا۔

عَنْ مَعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ مَعَاذاً اِلٰى يَمَنٍ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِىْ فَقَالَ اَقْضِىْ بِمَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَجْتَهِدُ رَائِىْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا "بتاؤ تم فیصلہ کس طرح کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ تو انہوں نے عرض کی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فرمایا اگر تم رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پا سکو تو پھر کیا کرو گے۔

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی القاضی یصیب ویخطی ص 313 رقم الحدیث (1326) مطبوعہ ریاض

انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے تیرے خیال کو اپنے رسول کے خیال کے موافق فرما دیا۔ (یا فرمایا کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو یہ توفیق عطا فرمائی)۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و سنت کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرنا شریعت مطہرہ کے منافی نہیں ہے لیکن خوب یاد رہے کہ اجتہاد تو اجتہاد رہا قرآن کریم کی تمام آیات مبارکہ کو سمجھنا بھی ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ورنہ حشر وہی ہوتا ہے جو قرآن کریم کی آیۃ مبارکہ پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرک کا فتویٰ لگانے والے خارجیوں کا ہوا یہی وجہ ہے کہ ہم کسی مسئلہ کو سمجھنے کیلئے محلے کے مولوی کی بجائے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ اور آپ کے رفقاء کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ قرآن کریم کی آیۃ مبارکہ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورۃ النحل آیت نمبر 43) ترجمہ: ''اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل الذکر (یعنی جید قسم کے علماء ربانی) سے پوچھ لیا کرو''۔ (النحل آیت 43) پر عمل ہو سکے۔

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی ص 313 رقم الحدیث (1327) مطبوعہ ریاضی سعودیہ)

فقہا میں اختلاف:

اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا آپس میں بعض مسائل میں اختلاف کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف بحمد اللہ تعالیٰ موجب فتنہ نہیں ہے بلکہ اس میں اخلاص اور تحقیق کا عنصر شامل ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے تو وہاں اپنے مسلک کے خلاف عمل کرتے ہوئے رفع یدین ترک فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ اختلاف ایسے ہی ہے کہ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارہ میں حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ کیا تھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا کہ نہیں ان کو چھوڑا نہ جائے بلکہ یہ کافروں کے سردار ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ جس جس صحابی کا جو جو رشتہ دار اس وقت قید میں ہے وہ خود اس کو قتل کرے۔ اس اختلاف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض نہیں ہوئے تھے بلکہ دونوں حضرات کی تعریف فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو قبول فرما لیا تھا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب مانعین زکوٰۃ کے خلاف علم جہاد بلند کیا گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے استدلال پیش فرما کر اس جہاد کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں ان کے خلاف جہاد ناجائز ہے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف تھا کہ انہوں نے زکوٰۃ

کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ مرتد ہیں ان کے خلاف جہاد جائز اور ضروری ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤقف کی تائید کی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع فرما لیا اور اس مسئلہ میں خلیفۂ اول کے ہمنوا بن گئے تھے۔ آئمہ مجتہدین کا آپس میں اختلاف اسی قسم کا اختلاف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

فقہ حنفیہ کا ایک نہایت روشن پہلو:

اب آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا استخراج مسائل کا کیا انداز تھا۔ اللہ رب العزت جل شانہٗ نے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو معاملہ فہمی کا عظیم ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ مشکل ترین مسائل کا نہایت آسان حل تلاش کر لیا کرتے تھے۔

فہم و فراست کی چند مثالیں:

ایک مرتبہ ایک شخص امام اعظم کی خدمت میں فتویٰ کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ میرا میری بیوی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے طعنہ دیا کہ ہر مرتبہ لڑائی کے بعد پہلے تم ہی مجھ سے کلام کرتے ہو میں تو نہیں کرتی اس پر میں نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ اب کی بار اگر میں تجھ سے کلام کروں اس سے پہلے کہ تو مجھ سے کلام کرے تو تجھ پر تین طلاق ہے۔ چنانچہ اس نے بھی قسم اُٹھائی کہ جب تک پہلے تو بات نہیں کرے گا میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ امام صاحب نے یہ سن کر فرمایا جاؤ جا کر اپنی بیوی سے کلام کر لو اس طرح تم دونوں میں کوئی بھی حانث (یعنی قسم توڑنے والا) نہیں ہو گا۔ حضرت سفیان ثوری اس پر برہم ہو گئے اور کہنے لگے تم حرام کو حلال کر رہے ہو کہ خاوند کے کلام سے عورت مطلقہ ہو جائے

گی تم کہتے ہو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس وقت شوہر نے قسم اُٹھائی اُس وقت سے اُس کی قسم شروع ہو گئی اس کے بعد جب اُسکی عورت نے اسے مخاطب کیا تو خاوند کی قسم پوری ہو گئی کہ اس کی عورت نے قسم کے بعد اُسے پہلے مخاطب کر لیا ہے۔ اب عورت کی قسم باقی ہے جب یہ اُسے مخاطب کرے گا تو اس کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ یہ سن کر حضرت سفیان ثوری پکار اُٹھے کہ واللہ آپ پر علوم کے وہ دروازے کھولے جاتے ہیں کہ جن سے ہم غافل ہیں۔

☆ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک اجنبی عورت حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اس نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے۔ مجھے اپنے بھائی کے ترکہ سے صرف ایک دینار ملا ہے۔ میں آپ کے پاس فتویٰ کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ تا کہ مجھے میرا حق مل جائے آپ نے فرمایا تمہارے حصوں کو تقسیم کس نے کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ حضرت داؤد طائی نے آپ نے فرمایا داؤد طائی صحیح فیصلہ کرتے ہیں تو بتا کہ کیا تیرا بھائی دو لڑکیاں، ایک بیوی، ایک ماں بارہ بھائی اور ایک بہن چھوڑ کر مرا ہے؟ اس عورت نے حیران ہو کر کہا کہ ”آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے“۔ آپ نے فرمایا اگر ایسے ہی ہے تو سن مسئلہ اس طرح ہے کہ:

چھ سو میں سے ثلثین یعنی چار سو دینار اُس کی دونوں بیٹیوں کا ہوا، چھٹا حصہ یعنی سو دینار اُس کی ماں کو ملا۔ آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اس کی بیوہ کے حصہ میں آئے۔ باقی بچے پچیس دینار تو یہ دو، دو دینار ہر بھائی کے حصہ میں آئے اور بہن کو ایک دینار ملا۔ (الخیرات الحسان[1])

---

[1] الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

سبحان اللہ تعالیٰ آپ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے وسعتِ عقل وفہم کا اندازہ فرمائیے کہ عورت کے محض اس سوال پر کہ چھ سو دینار سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے مرحوم کے سارے ورثا کی اصل تعداد کو جان لیا۔ اس قسم کے پینتالیس واقعات علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان میں درج فرمائے دوسری کتب سیرت میں مندرج واقعات اس کے علاوہ ہیں۔

احتیاط: اس قدر فہم وشعور کے ہوتے ہوئے بھی آپ محض اپنی ذات پر ہی اعتماد نہ فرماتے تھے بلکہ اپنے استاد محترم حضرت حماد بن ابی سلیمان کی رحلتِ مبارکہ کے بعد جب علماء کرام کے اصرار پر آپ اس مسند علم وفضل پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے پوری دنیائے اسلام کے لئے تدوین فقہ کا ارادہ فرمایا تا کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہر قسم کے مسائل کو قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت کیا جائے اور آنے والے لوگوں کو آسانی ہو چنانچہ آپ نے چوٹی کے علماء کی چالیس رکنی مجلس مشاورت تشکیل دی جس میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم قرأت، الغرض تمام علوم کے ماہر ترین علماء کو شامل کیا اور اُن کے مشورہ سے فقہ کے باقاعدہ اصول بنائے اور اسے مدوّن کیا۔ فقہی مسائل کی تدوین کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جاتا کہ اگر فلاں مسئلہ پیش آجائے تو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلہ پر بحث ہوتی بعض اوقات ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بلکہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ بحث وتمحیص ہوتی رہتی۔ پھر جب سب علماء ایک نتیجے پر پہنچ جاتے تو وہ مسئلہ لکھ لیا جاتا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کسی پر اپنی رائے مسلط نہیں فرماتے تھے بلکہ اراکین مجلس پوری آزادی کے ساتھ اپنی اپنی آرا پیش فرماتے پھر خوب جرح وقدح ہونے کے بعد جو بات

سمجھ میں آتی وہ قبول کر لی جاتی۔ ہماری اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہ حنفیہ ایک شخصی نہیں بلکہ اجماعی فقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردان حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہم آپ کے ساتھ کئی مسائل میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر فقہ حنفیہ کا کوئی بھی مقلد حضرت امام اعظم کے شاگردوں کے اس اختلاف کو گستاخی یا ضد پر محمول نہیں کرتا بلکہ فقہ میں اس کو ایک مخصوص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفی مقلد امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی اندھی تقلید نہیں کرتا بلکہ آپ کے شاگردوں کے اختلاف بلکہ آپ کے اپنے مختلف اقوال کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔

آپ کی مجلس شوریٰ کے بعض ارکان:

کسی بھی مجلس شوریٰ کی اہمیت کا اندازہ اُس کے ارکان کی اہمیت سے لگایا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے بعض ارکان درج ذیل ہیں اور یہ سب امام اعظم کے شاگرد تھے۔

(1) حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم ہے آپ تفسیر، حدیث، مغازی اور تاریخ عرب کے حافظ تھے۔ (یاد رکھئے حافظ الحدیث اُسے کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث بمعہ متن وسند زبانی یاد ہو) حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین آپ کے شاگرد تھے آپ ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہے۔

(2) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کا پورا نام محمد بن حسن شیبانی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا اگر میں ان کا شاگرد نہ ہوتا تو مجھ پر علم کے دروازے اس طرح نہ کھلتے۔ امام شافعی نے مزید فرمایا کہ جب آپ مسئلہ بیان فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے وحی نازل ہو رہی ہو۔ حضرت امام محمد کی علوم دینیہ میں تصانیف کی تعداد نو سو نوے ہے۔ ان میں سے بعض شائع ہو چکی ہیں۔

(3) امام زفر بن ھذیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ فقہ اور حدیث دونوں کے امام تھے۔ آپ کو قیاس اور اجتہاد میں ملکہ حاصل تھا۔

(4) حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ نہایت سلیم الطبع کامل فقیہ اور علامہ شخصیت تھے۔ آپ 194ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

(5) حضرت امام ہذیل التیمی العنبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ عظیم المرتبت عالم دین نہایت ذکی الفہم تھے۔

(6) امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما:

آپ حضرت امام اعظم کے نامور فرزند ہیں علم فضل میں آپ والد ذی وقار کے صحیح جانشین تھے۔

(7) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

مشہور عابد و زاہد فقیہ اور مقام ولایت پر فائز ایک بے مثال شخصیت تھے۔

(8) امام داؤد بن نصر طائی علیہ الرحمہ:

آپ علامہ اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے عابد و زاہد تھے کہ آپ کو راہب ہذا الامۃ یعنی اس امت کے راہب کہا جاتا ہے۔

(9) امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ قرآن و سنت کے عظیم ماہر و عامل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ اولیاء اللہ کی سیرت و مناقب پہ لکھی جانے والی کتب میں آپ کا ذکر نہایت نمایاں انداز میں کیا جاتا ہے۔

(10) حضرت امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں آپ اپنے پردادا حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کے بہترین وارث تھے۔ علم فقہ کی تاریخ میں آپ کا بہت بلند مقام ہے۔

انصاف کی بات

محترم قارئین کرام! انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس قسم کے جید اور یگانۂ روزگار محدثین کرام کا جن کو لاکھوں احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں اور جن کے تقویٰ و طہارت کی قسمیں اٹھائی جا سکتی ہیں جو صائم النہار اور شب زندہ دار تھے۔ خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارہ میں متواتر ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے

وضو سے نمازِ فجر ادا فرمائی۔ اکثر اوقات ایک ایک رکعت میں پورا قرآن کریم تلاوت فرما لیتے اور جس جگہ آپ نے رحلت فرمائی وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔ آپ دوران عبادت خوف الٰہیہ سے اس قدر روتے کہ ہمسائیوں کو بھی آپ پر رحم آنے لگتا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ آپ ماہِ رمضان المبارک میں یوم عید الفطر تک باسٹھ قرآن کریم ختم فرما لیتے آپ بہت بڑے سخی اور فیاض تھے۔ (ملاحظہ فرمائیں الخیرات الحسان[1])

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کے مقابل قیاس و اجتہاد کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ وہ خود اپنا مسلک یوں بیان فرماتے ہیں کہ "میں سب سے پہلے قرآن کریم کو لیتا ہوں۔ اگر اس میں مجھے مطلوبہ مسئلہ نہ ملے تو سنتِ رسول کریم ﷺ میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر وہاں بھی نہ پاسکوں تو پھر صحابہ اکرام کے ارشاداتِ عالیہ کی طرف آتا ہوں۔ ان میں جو زیادہ معتبر ہو اس کو قبول کر لیتا ہوں اور اگر اقوالِ صحابہ میں بھی نہ ملے تب اجتہاد کرتا ہوں"۔ (الخیرات الحسان[2])

غور فرمائیے کہ ایک طرف تو اس قدر احتیاط کے ساتھ ان نابغۂ روزگار شخصیات کے قرآن و سنت کی روشنی میں اخذ کردہ مسائل (فقہ حنفیہ) ہوں اور دوسری طرف چودھویں بلکہ پندرھویں صدی کے ایک عام عالم دین کے بتائے ہوئے مسائل۔ انصاف فرمائیے کہ ان میں کون قابل تقلید ہے اور کون لائق تردید؟ پھر ہر شخص اس لائق نہیں ہوتا کہ استنباط مسائل کر سکے جیسا کہ خارجی قرآن کریم کی آیۂ مبارک کا مطلب نہ سمجھ سکے حالانکہ وہ صحابہ اور تابعین کا

۱؎ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

۲؎ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

زمانہ تھا۔ مگر خارجیوں نے قرآن فہمی میں ایسی غلطی کی کہ وہ دین سے نکل گئے یہی وہ حقیقت ہے کہ مقلد حضرات عوام الناس کو اجتہاد کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں جید علما اور محدثین کہ جو علم و عمل کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں وہ ضروری مسائل میں اجتہاد فرماتے ہیں۔

محترم قارئین کرام! بحمد اللہ تعالیٰ حق سورج سے بھی زیادہ نمایاں ہو چکا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس آفتاب ہدایت کی سنہری کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو روشن کر کے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی مبارک راہ پر چلے اور جس کا جی چاہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا مصداق بن کر عَذَابٌ اَلِیْمٌ کے کنویں میں چھلانگ لگا دے۔

(معاذ اللہ تعالیٰ)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

نوٹ

یہ مضمون اس ناچیز مؤلف کتاب ہذا کی غیر مطبوعہ کتاب

"تقلید۔ قرآن و سنت کی روشنی میں"

سے بمطابق ضرورت اخذ کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ ثم الحمد للہ تعالیٰ کہ پروردگار عالم جل شانہ نے ہم ناچیز بندوں پر بے پایاں احسان وکرم فرمایا کہ ہمیں حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ کا امتی بنا دیا اور حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی وساطت ووسیلہ سے ہمیں قرآن کریم کی دولت عطا فرمائی اور عبادت کے طریقے سکھا دیئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے حضور اعلیٰ ترین عبادتوں میں سے ایک عبادت ''صلوٰۃ'' یعنی نماز بھی ہے جس کا قرآن مجید میں بار بار حکم دیا گیا اور کتب احادیث جس کے تذکرہ سے مالا مال ہیں۔ یہ اس قدر اہم عبادت ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کے ترک کو کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس عظیم الشان عبادت کا طریقہ بھی حضور اکرم نبی محتشم ﷺ نے اپنی امت کو سکھایا اور فرمایا۔ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ ۔ ''صلوٰۃ'' یعنی ''نماز اس طرح ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتا ہوا دیکھو''۔ (بخاری[1])

زمانہ جانتا ہے کہ دین اسلام کوئی ایک آدھ دن یا ایک دو ماہ میں مکمل نہیں ہوا بلکہ (اس دین متین کی بنیادی کتاب) قرآن مجید مسلسل تیئس برس نازل ہوتا رہا اس میں ناسخ ومنسوخ احکامات نازل ہوتے رہے۔ اسی طرح

[1] بخاری ج 1 ص 88 باب الاذان للمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

عبادات کے طور وطریقے بھی بدلتے رہے۔ یہی صورت حال نماز کی ہے کہ شروع میں دوران نماز گفتگو کرنا جائز تھی کہ آدمی نماز بھی پڑھ رہا ہوتا اور ضرورت کی بات بھی کر لیتا۔ لیکن ''قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' (۲/۲۳۸) کے نازل ہونے کے بعد نماز میں گفتگو سے منع فرما دیا گیا۔ (ابوداؤد[1])

اسی طرح نماز میں ترامیم ہوتی رہیں یعنی رفع یدین کیا بھی گیا اور نہیں بھی۔ بلند آواز سے آمین کہی بھی گئی اور پست آواز سے بھی۔ بارگاہِ رسالتِ مآب ﷺ میں مختلف زمانوں میں مختلف وفود حاضر ہوتے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھتے اس دوران وہ رسولِ محتشم رحمتِ عالم ﷺ کو جس طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھتے اپنے علاقہ میں جا کر خود بھی اُسی پر عمل کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ تو جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا اس نے خود بھی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی یہی بتایا لیکن جس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی بھی جگہ رفع یدین نہیں کیا اس نے بھی سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع یدین نہ کیا گویا ان دونوں حضرات نے اپنے اپنے انداز میں سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کیا۔ شاید! اللہ تعالیٰ عزوجل کو یہ ہی منظور تھا کہ نماز کے بارہ میں اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری اداؤں پر ہی عمل ہوتا رہے یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کسی بھی حنفیؒ، شافعیؒ، مالکیؒ، حنبلیؒ کی نماز کو ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے، سینے پر باندھنے، کھلے چھوڑنے، رفع یدین کرنے یا نہ کرنے، آمین بالجہر کہنے یا پست آواز سے کہنے کی بنا پر مردود یا ناقابل قبول قرار نہیں دیتے۔ یہ ہی سبب ہے کہ ہم ان سارے اماموں کا نہایت ادب و احترام سے ذکر کرتے ہیں کسی کی شان میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ سیدنا

[1] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن الکلام فی الصلوٰۃ ص 150 مطبوعہ الریاض۔

الشیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوثِ اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جن کے بارہ میں مشہور ہے کہ آپ حنبلی تھے اور رفع یدین فرماتے تھے۔ اُن کو اپنا شیخ اور ملجا و ماویٰ مانتے ہیں۔ ہر ماہ اُن کے ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ اُن کی نسبت سے خود کو قادری کہلواتے ہیں یعنی ہم محض رفع یدین کی وجہ سے کسی کے مخالف نہیں کیونکہ یہ بھی عمل مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ جس کی نماز کو چاہے قبول فرمائے۔ جسے چاہے رد فرما دے کسی مولوی کو یہ اختیار نہیں کہ حکم لگا دے کہ فلاں کی نماز قبول ہے یا فلاں کی مردود۔

یاد رکھئے: اصل اختلاف عقیدہ کا ہے کون نہیں جانتا کہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی بہت بڑا توحید پرست تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نبی علیہ السلام کی گستاخی نے لاکھوں برس کی عبادت تباہ و برباد کر کے رکھ دی۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ مسجد نبوی شریف کہ جس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اس مسجد میں حضور امام الانبیاء ﷺ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے تھے۔ مگر ایمان سے بتائیے کہ ان کی کوئی نماز قبول ہے؟ یقیناً ہر صاحب ایمان کا جواب نفی میں ہو گا۔ کیا وہ جو رسول اللہ ﷺ کی زیر قیادت کفار سے لڑائی کرتے تھے ان کا یہ جہاد قبول ہو گا؟ ہر صاحب ایمان یہی کہے گا کہ منافق کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کہ ''اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'' [1] (القرآن) کے مطابق منافق جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں یعنی عام کافر سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہونگے۔ آخر سبب کیا ہے کہ توحید پرست ہونے کے باوجود ان کی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، جہاد سارے کے سارے اعمال

[1] سورۃ النساء، آیت نمبر 145

برباد ہو گئے۔ اس کا جواب صرف یہ ہو گا کہ ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں تھی وہ آپ ﷺ کو سچا نہیں مانتے تھے اور بس یہی وہ جرم عظیم ہے کہ اس کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ:

''فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' (النساء 65)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں (ہو سکتے) جب تک اپنے جھگڑوں (معاملات) میں آپ کو اپنا حاکم (آقا و فیصلہ فرمانے والا) تسلیم نہیں کرتے۔ پھر آپ جو بھی فیصلہ فرما دیں وہ اپنے جی میں اس کے بارہ میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ خوب اچھی طرح تسلیم کر لیں۔

آیت مبارکہ کے اس مفہوم سے پتہ چلا کہ مومن کے دل میں حضور اکرم ﷺ کے کسی بھی فیصلہ پر تنگی محسوس نہیں ہوتی اور یہ صورت صرف کمالِ محبت کی وجہ سے ممکن ہے۔ جس طرح حدیث پاک میں اس کی تشریح بیان فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں کوئی بھی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں جب تک وہ مجھے اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (صحیح بخاری[1])

قرآن کریم کی سورۃ حجرات میں حضور اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا اور عامیانہ انداز میں حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرنے کو بھی تباہی اعمال کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ گویا قبولیت اعمال کیلئے درستگی عقیدہ ضروری ہے۔

[1] صحیح بخاری ج 1 ص 7 باب حب الرسول من الایمان مطبوعہ کراچی۔

پھر کتاب کیوں لکھی:

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجئے کہ اس کتاب کے لکھنے کا یہ مقصد ہرگز ہرگز نہیں کہ ہمارے بیان کردہ طریقہ نماز کے سوا باقی سب طریقے (معاذ اللہ تعالیٰ) غلط یا مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ ایک لمحہ کے لئے بھی ذہن میں نہ لایئے بلکہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ جو مکار قسم کے غیر مقلد سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ تم غلط نماز پڑھتے ہو، یہ قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مداوا کرنا ہے۔ اس جگہ مکار قسم کے غیر مقلد کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ غیر مقلد حضرات کے جید علماء رفع یدین کو صرف مستحب لکھتے ہیں۔ (مسلم شریف مع مختصر شرح نووی[1])

ظاہر ہے کہ مستحب کام کرنے یا نہ کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ جس طرح نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے لیکن بیٹھ کر بھی نفل پڑھ سکتے ہیں یعنی مستحب عمل پر بلاوجہ بحث نہیں کرنی چاہیے۔ مشہور غیر مقلد عالم دین نذیر حسین دھلوی لکھتے ہیں کہ ”رفع یدین کرنے میں جھگڑا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں[2]۔ یعنی جو رفع یدین نہ کرنے والوں سے جھگڑا کرتے ہیں وہ جاہل اور ضدی لوگ ہیں۔

(تفصیل رفع یدین کے تحت ملاحظہ ہو)

اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ ہر حنفی مسلمان کو پتہ چلے کہ الحمد للہ تعالیٰ ہم اہل سنت جو نماز پڑھتے ہیں وہ عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہے اور اپنے مخالف کو ہر عمل نماز پر قرآن وحدیث سے دلیل پیش کر سکے۔

1. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی مترجم اہل حدیث علامہ وحید الزمان مطبوعہ خالد احسان لاہور ج 2 ص 18
2. فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 441 مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

بارگاہِ رب العزت میں نہایت درجہ عاجزی و انکساری سے ملتمس ہوں کہ اے میرے معبود برحق ...... اے رب محمد مصطفیٰ ﷺ ...... اے میرے خالق و مالک ...... میری قلبی کیفیت سے تو خوب واقف ہے۔ تیرے اس عاجز بندے نے یہ کتاب صرف اور صرف تیری اور تیرے محبوب ﷺ کی رضا کے لئے لکھی ہے تا کہ تیرے ان بندوں کی نمازوں پر کیا جانے والا وہ طعن دفع ہو جائے جو نادان لوگ کرتے ہیں تو ہی سب کی ”صلوٰۃ“ کو قبول فرمانے والا ہے۔ اے میرے پالنے والے ...... بے شک اس کتاب میں جو کچھ میں نے حق لکھا ہے وہ تیری رحمت کے ساتھ لکھا ہے اور وہ تیری طرف سے ہے لیکن اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ تو اپنی شان کریمی کے صدقہ مجھے معاف فرما اور اپنے محبوب مکرم رحمت عالم ﷺ کی شفاعت میرا مقدر فرما۔ (آمین)

بِجَاهِ حَبِيْبِكَ الرَّؤُفِ الرَّحِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

طالب عفو محتاج رحمت، متمنی شفاعت

سیّد محمد سعید الحسن بن سیّد نیاز احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(20 رمضان المبارک 1422ھ بوقت سحر)

دوبارہ ترتیب: 20 شعبان المعظم 1425ھ بعد از نماز ظہر

مسجد بیت الحرام حرم کعبۃ اللہ کے سامنے

بابِ اوّل:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ!

ترجمہ: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ۔ (التوبہ 108)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح پاک و صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے''۔

اور فرمایا: وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ۔ (المدثر 4)

ترجمہ: ''اور اپنے لباس کو (ہمیشہ) پاک وصاف رکھو''۔

فقہاء کرام کے نزدیک طہارت نماز کے لئے شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ نمازی کا جسم ہر طرح کی نجاست (حکمی، حقیقی، خفیفہ، غلیظہ) سے پاک ہو۔ (نور الایضاح[1]، قدوری[2])

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(1) اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ۔ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ (مشکوٰۃ[3])

(2) حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ.

[1] ہدایہ اوّلین ج 1، شرح وقایہ ج 1، شرح نقایہ ج 1، عالم گیری، نور الایضاح۔

[2] قدوری، بہارِ شریعت ج 3 ص 32، مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز کراچی لاہور۔

[3] مشکوٰۃ ص 38 کتاب الطہارۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، مسلم عن ابی مالک اشعری جلد نمبر 1 ص 118 کتاب الطہارۃ مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: نماز جنت کی کنجی ہے اور نماز کی کنجی (بہترین) وضو ہے۔ (احمد[1])

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَاتُقْبَلُ الصَّلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ.

ترجمہ: بے وضو شخص جب تک وضو نہ کرے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (بخاری[2]، مسلم[3]، مشکوٰۃ[4])

(4) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَاتُقْبَلُ الصَّلٰوۃُ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِّنْ غُلُوْلٍ.

ترجمہ: نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں۔ (ترمذی[5])

(5) حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعْرَۃٍ مِّنْ جَنَابَۃٍ لَّمْ یَغْسِلْھَا فُعِلَ بِھَا کَذَا وَ کَذَا مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: جس کسی نے ایک بال کے برابر جگہ غسل جنابت سے چھوڑ دی یعنی اس

[1] احمد ج 2 ص 298 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

[2] بخاری ج 1 ص 25 باب لاتقبل الصلوٰۃ بغیر طہور مطبوعہ کراچی۔

[3] مسلم ج 1 ص 119 باب وجوب الطہارۃ الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔

[4] مشکوٰۃ ص 40 باب مایوجب الوضو مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[5] ترمذی ابواب الطہارہ ج 1 ص 90 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

کے ساتھ آگ میں ایسا اور ایسا (یعنی سخت عذاب) کیا جائے گا۔

(ابوداؤد[1]، احمد[2]، دارمی[3])

(6) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ تَحتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْقُوا الْبَشَرَةَ.

(ابوداؤد[4]، ترمذی[5]، ابن ماجہ[6]، ابن ابی شیبہ[7]، مشکوٰۃ[8])

ترجمہ: ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور بدن کو خوب اچھی طرح پاک وصاف کرو۔

(7) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّی لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ. (ابوداؤد[9])

---

1. ابوداؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل عن الجنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2. مسند امام احمد ج 1 ص 152 و ج 1 ص 163 مطبوعہ طبع جدید بیروت لبنان۔
3. دارمی ج 1 ص 210 باب من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرۃ جنابۃ مطبوعہ کراچی۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول بالغ فی غسل الشعر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ سنن الکبریٰ للبیہقی ج 1 ص 125 باب تخلیل اصول الشعر بالماء مطبوعہ ملتان۔
4. ابوداؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل من الجنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
5. ترمذی ج 1 ص 123 باب ماجاء ان تحت کل شعرۃ جنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
6. ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرۃ جنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
7. ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول بالغ فی غسل الشعر مکتبہ امدادیہ ملتان۔
8. مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
9. ابوداؤد ج 1 ص 43 باب فی الجنب یدخل المسجد مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: میں کسی حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد میں (داخلہ کو) حلال قرار نہیں دیتا۔

(8) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ.

حائضہ اور جنبی قرآن کریم کا کوئی حصہ تلاوت نہ کریں۔ (ترمذی[1])

(9) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی۔ ''یارسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کسی عورت کے کپڑے کو خون حیض لگ جائے تو وہ کیا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدَاکُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِیْهِ.

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو خون حیض لگ جائے تو اُسے انگلیوں سے مل کر پانی سے دھوڈالے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔ (بخاری[2])

(10) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت فیض درجت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام نے اُسے روکنا چاہا تو رسول کریم ﷺ نے ان کو منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تم اس کا پیشاب بند نہ کرو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو حضور رحمت عالم ﷺ نے اُسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ اِنَّمَا هِیَ لِذِکْرِ اللهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ اَوْ کَمَا قَالَ.

---

1. ترمذی ج 1 ص 129 باب ماجاء فی الجنب والحائض لا یقرآن القرآن مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2. بخاری، غسل دم الحیض ج 1 ص 45 مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: بے شک یہ مساجد گندگی کے لائق نہیں ہیں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے نماز پڑھنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے کیلئے ہیں یا اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ (بخاری[1]، مسلم[2]، مشکوٰۃ[3])

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا اور وہ پانی کا بھرا ہوا ڈول لایا اُسے پیشاب پر بہا دیا۔ (یعنی اس جگہ کو دھویا)۔

استنجا کا بیان

پیشاب و پاخانہ کے بعد طہارت کرنے کو استنجا کرنا کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے مٹی وغیرہ کے ڈھیلے بھی استعمال ہو سکتے ہیں اور پانی بھی لیکن ڈھیلے صرف اسی صورت میں کفایت کریں گے کہ نجاست نے مخرج نجاست کو ایک درہم کے برابر (یعنی تقریباً 2 س م قطر) آلودہ نہ کیا ہو ورنہ پانی کے استعمال کے بغیر طہارت نہ ہو گی اور اگر کوئی ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرے تو یہ عمل بہت ہی اعلیٰ ہے جبکہ صرف پانی سے طہارت کرنا بھی بہترین طہارت ہے۔ کتب فقہ میں بیت الخلا کے آداب درج ہیں مثلاً:

مسئلہ: بیت الخلا میں داخل ہونے سے قبل یہ دعا پڑھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَالۡخَبَائِثِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر طرح کی پلیدی اور خباثت سے۔

پھر بایاں قدم آگے بڑھا کر بیت الخلا میں داخل ہو اور نکلتے وقت دایاں

[1] بخاری ج 1 ص 35 مطبوعہ کراچی باب صب الماء علی البول فی المسجد۔
[2] مسلم ج 1 ص 183 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[3] مشکوٰۃ ص 52 باب تطہیر النجاسات مطبوعہ کراچی۔

پاؤں باہر نکالے اور کہے۔

غُفۡرَانَکَ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَذۡهَبَ عَنِّیۡ مَا یُؤۡذِیۡنِیۡ وَاَمۡسَکَ عَلَیَّ مَا یَنۡفَعُنِیۡ.

ترجمہ: تیری ہی طرف سے مغفرت ہے اے میرے پروردگار ساری تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھ سے اُس چیز کو مجھ پر روک لیا جو میرے لئے نفع بخش تھی۔

(یہ امور مستحب ہیں)

مسئلہ: پیشاب و پاخانہ یا طہارت کرتے وقت قبلہ کی طرف مونہہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھے۔

مسئلہ: ہوا کے رُخ اور سخت زمین پر کہ جہاں چھینٹے پڑیں پیشاب نہ کرے یعنی ایسی جگہ یا اس انداز سے کہ چھینٹے پڑیں پیشاب کرنا منع ہے۔

مسئلہ: کنویں، حوض یا چشمے کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہو، اسی طرح پھلدار یا سایہ دار درخت کے نیچے کہ جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، یا مسجد یا عیدگاہ کے پہلو میں (اگر باقاعدہ استنجا خانے نہ بنے ہوئے ہوں تو) یا راستہ میں یا غسل خانہ میں یا وضو کی جگہ پر پیشاب و پاخانہ کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اپنے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی پہن کر اسٹکر یا بیج لگا کر رفع حاجت کے لئے نہ جائے کہ جس پر کلمات مقدسہ درج ہوں۔

مسئلہ: جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور دوران رفع حاجت کسی سے کلام نہ کرے بلکہ زبان سے اذان کا جواب بھی نہ دے

مسئلہ: ہڈی، گوبر اور ہر وہ شے جسے انسان یا جانور کھائیں نیز کوئلہ وغیرہ سے بھی استنجا نہ کرے۔

مسئلہ: ڈھیلوں کی خاص تعداد متعین نہیں اصل مقصد صفائی ہے البتہ بہتر ہے کہ طاق ہوں۔

مسئلہ: اگر عذر شرعی نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔

مسئلہ: رفع حاجت کے لئے پردہ کا خاص اہتمام کرے یعنی یا تو لوگوں سے دور چلا جائے یا بیت الخلا استعمال کرے۔

مسئلہ: کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے مثلاً سانپ یا چوہے کی بل وغیرہ۔

یہ مسائل کتب حنفیہ کی تمام معتبر کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب اس موضوع پر قرآن وحدیث کے دلائل کا مطالعہ فرمائیں۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ.

(التوبہ 108)

ترجمہ: اُس (بستی) میں ایسے مرد ہیں جو پاک وصاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(11) حضرت ابو ایوب، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسولِ محترم رحمتِ عالم ﷺ نے (اہل قبا سے) فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَثْنٰى عَلَيْكُمْ فِى الطُّهُوْرِ فَمَا طُهُوْرُكُمْ.

ترجمہ: اے گروہ انصار بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف فرمائی ہے۔ تم کس طرح طہارت کرتے ہو۔

تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں۔ جنبی ہوں تو غسل کرتے ہیں اور پانی کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔ تو آپ

ﷺ نے فرمایا:

فَهُوَ ذَالِكَ عَلَيْكُمُوْهُ. بس یہی وہ بات ہے (یعنی پانی سے استنجا کرنا جو قابل تعریف ہے)۔ تم اس کو لازم پکڑے رکھو۔ (ابن ماجہ[1])

(12) حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ محتشم رحمت عالم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو (یہ دعا) پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ میں آتا ہوں تمام پلید اور گندی چیزوں سے۔ (ابن ماجہ[2]، نسائی[3]، ترمذی[4]، مسلم[5] وبخاری[6] باب مایقول عند الخلاء)

(13) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی رحمت ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے "غُفْرَانَكَ" ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (جامع ترمذی[7])

(14) سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سِتْرُ مَابَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِىْ آدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ

---

[1] ابن ماجہ ص29 باب الاستنجاء بالماء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] ابن ماجہ ص 26 باب مایقول اذا دخل الخلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[3] نسائی ج 1 ص 9 باب القول عند دخول الخلاء مطبوعہ کراچی۔
[4] ترمذی ج 1 ص 95 باب مایقول اذا دخل الخلاء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[5] صحیح مسلم ج 1 ص 163 باب مایقول اذا اراد دخول الخلاء مطبوعہ کراچی
[6] بخاری ج 1 ص 26 باب مایقول عند الخلاء مطبوعہ کراچی۔
[7] جامع ترمذی ج 1 ص 96 مکتبہ رحمانیہ لاہور، ابن ماجہ ص 26 باب مایقول اذا خرج من الخلاء مطبوعہ کراچی۔

الْخَلَاءَ اَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ. (ابن ماجہ[1])

ترجمہ: جنات کی آنکھوں اور اولادِ بنی آدم کی شرم گاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو بسم اللہ کہہ لیا کرے۔ (اس طرح جنوں سے بھی پردہ ہو جائے گا)

(15) حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ. (ابن ماجہ[2])

ترجمہ: ساری تعریفیں اس اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھ سے تکلیف دہ شے کو دور فرما دیا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔ (ابن ماجہ)

(16) حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم رحمتِ عالم ﷺ جب بیت الخلا کو جاتے تو اپنی انگوٹھی مبارکہ اُتار لیتے کیونکہ اس پر اسمِ گرامی (محمد رسول اللہ) کندہ تھا۔ (ابوداود[3]، ترمذی[4]، نسائی[5])

(17) حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مشرک نے طنزیہ طور پر مجھے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے آقا تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں حتیٰ کہ رفعِ حاجت کا طریقہ بھی۔ (حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (اس دوران) قبلہ کی طرف مونہہ کر کے نہ بیٹھیں۔ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔ تین ڈھیلوں

[1] ابن ماجہ ص 26 مطبوعہ کراچی۔
[2] ابن ماجہ ص 26 باب مایقول اذا خرج من الخلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[3] ابوداؤد ص 8 باب الخاتم یکون فیہ ذکر اللہ تعالیٰ یدخل بہ الخلاء مطبوعہ ریاض۔
[4] ترمذی ص 406 مطبوعہ الریاض سعودیہ باب ماجاء لبس الخاتم فی الیمین۔
[5] نسائی ص 787 مطبوعہ الریاض باب نزع الخاتم عند دخول الخلاء۔

سے کم استنجا نہ کریں اور یہ ڈھیلے نجاست (مثلاً لید، گوبر وغیرہ) کے نہ ہوں اور نہ ہی ہڈی ہو۔ (مشکوٰۃ[1]، نسائی، ابن ماجہ)

لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ اَوْ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے پھر اسی میں غسل کرے یا وضو کرے کیونکہ اکثر وسواس کا یہی سبب ہے۔

(ابی داود[2]، ترمذی[3]، نسائی[4]، ابن ماجہ[4])

(19) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے تو فرمایا۔

اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِیْ بِالنَّمِيْمَةِ. (مسلم[5])

ترجمہ: ان دونوں قبر والوں کو عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں دیا جا رہا (جو تمہارے نزدیک) بہت بڑی ہو ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا جبکہ دوسرا چغل خور تھا۔ (بخاری[6])

[1] مشکوٰۃ عربی اردو ج 1 ص 91 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور باب آداب الخلاء۔ ابن ماجہ ص 83 باب الاستنجاء بالاحجار والنھی عن الروث والرمۃ۔ مطبوعہ ریاض سعودیہ۔ نسائی ص 15 باب النھی عن الاکتفاء فی الاستطاب باقل من ثلاثۃ احجار مطبوعہ ریاض سعودیہ۔
[2] ابوداؤد ج 1 ص 15 باب فی البول فی المستحم مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[3] ترمذی ج 1 ص 101 باب ماجاء فی کراہیۃ البول فی المغتسل مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[4] نسائی ج 1 ص 15 باب کراہیۃ البول فی المستحم قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[5] مسلم ج 1 ص 141 باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب استبرا عنہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[6] بخاری باب من الکبائر ان لایستتر من بولہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پھر آپ ﷺ نے (کھجور کے درخت کی) ایک تازہ شاخ لی اور اُسے درمیان سے چیر کر دونوں قبروں پر ایک ایک (ٹکڑا) گاڑھ دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں فرمایا ہے؟

تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا۔

لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا. (صحیح مسلم[1])

ترجمہ: اس امید پر کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں ان قبروالوں کے عذاب میں تخفیف ہو۔

فائدہ: سبحان اللہ تعالیٰ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب باکمال ﷺ کو کس قدر عظیم الشان علم ونظر سے نوازا کہ نہ صرف یہ دیکھ لیا کہ ان قبروالوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی جان لیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے اور پھر قبور پر تر شاخیں رکھ کر یہ بھی بتا دیا کہ کسی دوسرے کے ذکر اللہ اور دعاء کے وسیلہ سے بھی صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(20) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ (کہیں جارہا) تھا۔ آپ ﷺ نے پیشاب فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کے قریب نرم جگہ تشریف لے گئے اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔

اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّبُوْلَ فَلْيَرْتَدِدْ لِبَوْلِهٖ۔ (ابوداؤد[2])

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے (مناسب) جگہ تلاش کرے۔

1 مسلم ج 1 ص 141 باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب استبراء عنہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

2 ابوداؤد ج 1 ص 12 باب الرجل یتبوء لبولہ۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

(21) حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی (مثلاً تالاب وغیرہ) میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

(بخاری[1]، مسلم[2]، ابن ماجہ[3])

(22) طبرانی کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ''وَفِى الْمَاءِ الْجَارِىْ'' یعنی بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب نہ کرے۔ (طبرانی[4])

(23) حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ ''اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ'' اُن جگہوں سے بچو جو کہ لعنت کا سبب ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون سی جگہیں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَلَّذِىْ يَتَخَلّٰى فِىْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْفِىْ ظِلِّهِمْ.

ترجمہ: وہ جو ایسی جگہ رفع حاجت کرے جو لوگوں کا راستہ ہو اور ان کے سایہ کی جگہ۔ (ابوداؤد[4])

(24) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم ﷺ نے سوراخ (یعنی کسی جانور کے بل) میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد[5])

فائدہ: چونکہ ہمارے آقا رسول عربی ﷺ سراپا رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے پسند نہ فرمایا کہ میرا کوئی امتی کسی سوراخ میں پیشاب کرے اور وہاں سے کوئی موذی

1 بخاری ج 1 ص 37 عن ابی ہریرہ باب البول فی الماء الدائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

2 مسلم ج 1 ص 138 باب النھی عن البول فی الماء الراکد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

3 ابن ماجہ ص 29 باب النھی عن البول فی الماء الراکد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

4 ابوداؤد ج 1 ص 15 باب المواضع التی نھی عن البول فیھا مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

5 سنن ابوداؤد، باب النھی عن البول فی الجحر مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جانور نکل آئے اور یوں اُسے پریشانی ہو۔

(25) حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضو
اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَمْقُتُ عَلٰى ذَالِكَ۔ (مسند احمد[1])

ترجمہ: جب دو آدمی رفع حاجت کے لئے جائیں اور ستر کھولے (یعنی ننگے باہم گفتگو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ (سنن ابوداود[2])

فائدہ: اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ ہم میں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ غسل خانہ میں غسل بھی کئے جا رہے ہوتے ہیں اور اہل خانہ سے باتیں بھی کرتے ہیں بلکہ بعض حضرات تو ٹیلی فون تک سن لیتے ہیں۔ اگر بامر مجبوری کبھی ایسا کرنا پڑے تو تولیہ وغیرہ بدن پر لپیٹ کر ستر یعنی ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ڈھانپ لیں اور پھر گفتگو کریں ورنہ غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

(معاذ اللہ تعالیٰ من غضبہ)

غسل کرنے کا مسنون طریقہ

غسل کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر استنجا کرے اگر بدن پر کسی جگہ نجاست لگی ہو تو اس کو دھوئے۔ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرے اگر روزہ نہ ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ پھر اپنے سر پر پانی ڈالے پھر سارے بدن پر پانی بہائے یہاں تک کہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج 3 ص 424 طبع مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان مشکوٰۃ ص 43 مطبوعہ کراچی۔

[2] سنن ابوداود، باب کراہیۃ الکلام عند الخلاء ج 1 ص 14 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

کوئی حصہ بدن بلا عذر شرعی خشک نہ رہے۔ (عذر شرعی سے مراد کوئی ایسا عذر ہے کہ بدن کے متعلقہ حصہ کو پانی پہنچے تو نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً کوئی زخم وغیرہ یا اس پر بندھی ہوئی پٹی کہ اس جگہ صرف مسح کرنا کافی ہوگا۔ اگر پٹی کھولنے سے خدانخواستہ نقصان کا اندیشہ ہو تو پٹی کے اوپر سے ہی مسح کر لیا جائے گا)۔ آخر میں پاؤں دھوئے، ہاں اگر غسل ایسے مقام پر کر رہا ہے کہ غسل کا پانی قدموں میں جمع نہیں ہوتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ بہہ جاتا ہے۔ تو آخر میں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں۔ (کتب فقہ) بطور دلیل ملاحظہ ہو۔

(26) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ كَمَا يَتَوَضَّاءُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلٰثَ غُرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جِلْدِهٖ. كُلِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ. يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ. (مشکوٰۃ شریف[1])

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح غسل جنابت فرمایا کرتے تھے کہ پہلے دونوں دستِ مبارک دھوتے، پھر اس طرح وضو فرماتے جیسے نماز کے لئے فرمایا کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈبوتے اور ان سے (سر انور کے) بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے، پھر اپنے دست مقدس سے سرِ انور پر تین لپ پانی ڈالتے پھر اپنے تمام جسم اطہر پر پانی بہاتے (رواہ بخاری مسلم) مسلم شریف کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ آپ ﷺ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، بخاری ج 1 ص 39 باب الوضوء قبل الغسل مطبوعہ کراچی

برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالتے اور استنجا فرماتے بعد ازاں وضو فرماتے۔

(27) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ. فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَأْسِهٖ وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

(متفق علیہ[1]، مسلم[2])

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی (کسی برتن میں) رکھا اور کپڑے کے ساتھ آپ کے لئے پردہ کیا آپ ﷺ نے (پہلے) اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر پانی ڈالا اور اُن کو دھویا، پھر دائیں دست مبارک سے بائیں دست مبارک پر پانی ڈالا اور استنجاء فرمایا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا (یعنی ہاتھ کو تھوڑی سی مٹی لگائی) اور مل کر دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر رخِ زیبا کو دھویا پھر دونوں بازوؤں کو دھویا پھر سرِ انور پر پانی ڈالا پھر پورے جسم اطہر پر پانی بہایا، بعد ازاں مقامِ غسل سے ذرا ہٹ کر اپنے قدمین شریفین دھوئے پھر میں آپ ﷺ کے پاس کپڑا لے کر آئی (تا کہ بدن شریف

[1] متفق علیہ واللفظ للبخاری، مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] مسلم ج1 ص 147 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، بخاری ج1 ص 41 باب نفض الیدین من غسل الجنابۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پونچھ لیں) لیکن آپ ﷺ نے کپڑا نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔

اس جگہ یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ میرے آقا رسولِ عربی ﷺ (فداہُ روحی وجسدی) عموماً ستر ڈھانپ کر یعنی ناف مبارکہ سے گھٹنوں تک تہبند شریف زیب تن فرما کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مختلف کتب احادیث سیرہ)

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

جو غسل واجب ہے اُس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ رب ذوالجلال کے ارشادِ گرامی کہ ''وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا''[1] میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرو۔ یعنی جن اعضاء کو دھونے میں دقت نہیں ہے اُن کو اچھی طرح دھولیا کرو۔ ظاہر ہے کہ دورانِ وضو کلی کر کے مونہہ کو اندر سے صاف کرنا اور ناک میں پانی چڑھا کر مناسب حد تک ناک کو صاف کرنا سنتِ مطہرہ ہے۔ اس لئے غسل جنابت میں صفائی کا یہ عمل فرض ٹھہرا اور جس جگہ دورانِ وضو پانی پہنچانا سنت نہیں۔ (مثلاً کان کے اندر یا کھلی آنکھ کے اندر وہاں غسل میں بھی نہیں)۔ آپ اس ''باب بیان غسل'' میں مذکورہ احادیث مبارکہ پڑھ چکے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ کا طریقۂ غسل یہی تھا کہ کلی بھی فرماتے اور ناک میں پانی بھی چڑھاتے۔

امام بخاری نے کتاب الغسل میں حضرت میمونہ کے حوالہ سے ۹ احادیث مبارکہ نقل فرمائیں کہ حضور علیہ السلام غسلِ جنابت میں کلی فرماتے اور ناک میں پانی چڑھاتے۔ دوسری کتب احادیث میں ان کے علاوہ ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں مزید حوالہ جات)

[1] آیت نمبر 6، سورۃ المائدۃ۔

(28) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَ كَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهٗ.

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دے تو اُس کے ساتھ جہنم کی آگ سے ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔ (یعنی شدید سزا دی جائے گی) سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی لئے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا (تین مرتبہ فرمایا) چنانچہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے سر کے بال کٹوا دیا کرتے تھے۔[1]

ابن حجر نے تلخیص ج 1 ص 52 میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔

(29) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَةَ.

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

[1] ابو داؤد باب فی الغسل من الجنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعر جنابۃ مطبوعہ رحمانیہ لاہور، مسند احمد بن حنبل ج 1 ص 152 و ج 1 ص 163 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان، رواہ ابو داؤد ج 1 ص 291 مع عنوان لمعبود حصہ اول مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان، دارمی ج 1 ص 210 باب من ترک موضع شعرۃ من الجنابۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول بالغ فی غسل الشعر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، سنن الکبریٰ للبیہقی ج 1 ص 175 باب تخلیل اصول الشعر وایصالہ الی البشرۃ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ کراچی۔

علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس تم بالوں کو دھو لو اور بشرہ (یعنی ظاہر جلد، پورا جسم) پاک صاف کر لو۔

(رواۃ ابو داؤد[1] والترمذی[2]، وابن ماجہ[3]، مشکوٰۃ[4]، ابن ابی شیبہ[5])

(30) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْتِنْشَاقَ فِي الْجَنَابَةِ ثَلٰثًا.

ترجمہ: حضرت محمد بن سرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ غسل جنابت میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

(رواہ الدار قطنی[6])

فائدہ: یہی حدیث اسی کتاب میں حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں ''سَنَّ'' کی بجائے ''اَمَرَ'' کے الفاظ ہیں[7]۔ یعنی حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے چونکہ حنفیہ (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) احادیث مبارکہ پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ ناک میں بھی بال ہوتے ہیں۔ جبکہ مونہہ کے اندر کی جلد ''بشرہ'' میں داخل ہے اس لئے ایک مرتبہ کلی کرنا اور ایک مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے تا کہ ہر بال کو دھونے اور بشرہ کے خوب پاک

[1] ابو داؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل من الجنابۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[2] ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرۃ جنابۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[3] ترمذی ج 1 ص 123 باب ماجاء ان تحت کل شعرۃ جنابہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[4] مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[5] ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 عن الحسن مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
[6] رواہ الدار قطنی فی صفحہ 166 جلد 1 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[7] ملاحظہ ہو دار قطنی ج 1 ص 166 حدیث نمبر 404 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

صاف کرنے کے حکم پر عمل ہو جائے۔

(31) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ عثمان بن راشد سے وہ عائشہ بنت عجرہ سے اور وہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کلی کر اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے (اور نماز پڑھ لے) تو اُسے اس کو دھرا یعنی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر جنبی ہو تو اپنی نماز کو دوبارہ پڑھے۔

(ملاحظہ ہو دار قطنی[1])

معلوم ہوا کہ ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا غسل جنابت میں نہایت ضروری ہے۔

عورت کے گوندھے ہوئے بالوں کا مسئلہ

جو عورت اپنے سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہو (جس کو مینڈھیاں بنا کہتے ہیں) اس کے لئے ضروری نہیں کہ تمام بالوں کو کھول کر غسل کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے۔ حدیث پاک میں ہے۔

(32) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اِمْرَأَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِیْ اَفَاَ نْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا اِنَّمَا یَكْفِیْكِ اَنْ تَحْثِیَ عَلٰی رَاْسِكِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْكِ الْمَآءَ...... فَتَطْهُرِیْنَ.

ترجمہ: حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دربار رسالت مآب میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایک ایسی عورت ہوں جو سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لئے ان کو کھولا کروں۔

---

[1] ملاحظہ ہو دار قطنی، جلد 1 ص 167 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم کو صرف یہ کافی ہے کہ تین لپ (پانی) اپنے سر پر ڈال لو پھر اپنے بدن پر پانی بہا لو تم پاک ہو جاؤ گی۔

(مشکوٰۃ[1]، ابن ابی شیبہ[2]، راوہ مسلم[3])

مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ:

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ اَفَاَنْقُضُهٗ لِلْحَیْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا.

(رواۃ مسلم[4])

ترجمہ: کیا میں غسل حیض و جنابت کیلئے بالوں کو کھولوں؟ تو فرمایا۔ نہیں!

(مسلم[5])

فائدہ: بعض حضرات نے اس روایت کی بنا پر یہ ثابت کیا کہ عورت کے لئے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ وہ تین لپ بھر کر پانی اپنے سر پر ڈال لے اُس کو بال کھولنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچائے۔ فقط بقیہ بدن دھونے سے جسم پاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کیا ان کی نظر سے یہ حدیث مبارکہ نہیں گزری کہ۔

(33) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَسْمَآءَ سَئَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْحَیْضِ فَقَالَ تَاْخُذُ اِحْدٰكُنَّ مَائَهَا وَ سِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرَ فَتُحْسِنِ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰی رَاْسِهَا فَتَدْلُكُهٗ دَلْكًا شَدِیْدًا حَتّٰی تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَاْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَیْهَا الْمَاءَ.

---

[1] مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل۔
[2] ابن ابی شیبہ ج 1 ص 93 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
[3] راوہ مسلم ص 149 مطبوعہ کراچی باب حکم صفائر المغتسلہ۔
[4] رواۃ مسلم ج 1 ص 149، مشکوٰۃ ص 40۔
[5] مسلم ص 150 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے غسل حیض کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی پانی اور بیری کے پتوں کو ملائے۔ پھر طہارت کرے اور اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور اس کو سخت ملے یہاں تک کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر پانی ڈالے۔ (رواہ صحیح مسلم[1])

فائدہ: چونکہ اس زمانہ میں صابن وغیرہ کا رواج نہیں تھا اور سر دھونے کے لیے بیری کے پتوں کو پانی میں جوش دیا جاتا تھا۔ اس لئے بیری کے پتوں کا ذکر فرمایا ورنہ یہ وجوب میں داخل نہیں کیونکہ اسی حدیث پاک میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

(34) سَئَلْتُهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَاْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ اَوْ تُبْلِغُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَاْسِهَا ثُمَّ تُفِيْضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ. (رواہ مسلم[2])

میں نے حضور اکرم ﷺ سے غسل جنابت کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''عورت پانی لے اور طہارت کرے اور خوب اچھی طرح طہارت کرے یا فرمایا کامل طہارت کرے پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور اس کو خوب اچھی طرح ملے حتی کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچائے۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہائے۔

سنن دارمی میں ہے کہ حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

[1] رواہ صحیح مسلم ج1 ص150 باب استحباب استعمال المغتسلہ۔
[2] رواہ مسلم ج1 ص150 باب مذکور۔

جب عورت غسل کرے تو (بے شک) بال نہ کھولے لیکن اپنے بالوں کی جڑوں پر پانی ڈالے اور ان کو تر کرے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

(35) عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِذَا اغْتَسَلَتِ الْمَرْاَةُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَا تَنْقُضْ شَعْرَهَا وَلٰكِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى اُصُوْلِهٖ وَتُبْلِغُهٗ.

ترجمہ: حضرت ابوزبیر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عورت غسل جنابت کرے تو (بے شک) اپنے بال نہ کھولے لیکن بالوں کی جڑوں اور انتہا تک پانی پہنچائے۔ (دارمی[1])

معلوم ہوا کہ بالوں کی جڑوں ج تک پانی پہنچانا نہایت ضروری یعنی فرض ہے۔

غسل کے بعد وضو

غسل کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی وضو کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ آثار السنن میں ہے۔

(36) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَوَضَّاُ بَعْدَ الْغُسْلِ. (رواہ خمسۃ[2])

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (آثار السنن[3])

نوٹ: موجبات غسل (غسل واجب کرنے والی چیز) نواقض وضو (جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) کے بعد ملاحظہ ہو۔

[1] دارمی ص280 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] رواہ خمسۃ واسنادہ صحیح، ترمذی ص124 باب فی الوضوء بعد الغسل، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[3] آثار السنن ص30 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وضو کا بیان

وضو نماز کے لئے شرط ہے۔ بے وضو شخص کی نماز نا قابل قبول ہے۔

(37) حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے۔

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ۔

ترجمہ: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی جبکہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (ترمذی[1]، مسلم[2])

(38) حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّاءَ۔

ترجمہ: بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وضو نہ کرے۔ (بخاری[3])

اللہ رب العزت جل شانہٗ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اُٹھنے لگو تو اپنے مونہہ کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھو لیا کرو۔ (المائدہ[4])

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے اس ارشاد ذی شان سے ثابت ہوا

---

[1] ترمذی ابواب الطہارہ ج 1 ص 90 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[2] مسلم شریف ج 1 ص 119 باب وجوب الطہارۃ للصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔
[3] بخاری ج 1 ص 25 باب لا تقبل الصلوٰۃ بغیر طہور مطبوعہ کراچی۔
[4] المائدہ آیت نمبر 6۔

کہ وضو کے چار (۴) فرائض ہیں۔

(۱) مونہہ کا دھونا	(۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا
(۳) سر کا مسح کرنا	(۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا

(1) مونہہ کا دھونا:

ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک کا حصہ چہرہ یا مونہہ کہلاتا ہے۔ اس تمام حصے کا دھونا فرض ہے اگر بلا عذر شرعی کوئی حصہ خشک رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی۔

(2) دونوں ہاتھ کا دھونا:

ناخن سے لے کر کہنی کے جوڑ کے سرے تک یعنی کہنی سمیت دھونا فرض ہے۔ اسی لئے فقہا کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھ میں کوئی انگوٹھی وغیرہ پہن رکھی ہو کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر نیچے جلد تک پانی پہنچانا فرض ہے ورنہ وضو نہ ہوگا۔ اسی لئے ناخنوں پر لگائی جانے والی پالش سے منع کیا جاتا ہے کہ اس کی تہہ کے نیچے پانی نہیں پہنچتا اس طرح نہ غسل ہوتا ہے نہ وضو۔

(3) سر کا مسح کرنا:

چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہی ہے۔

(4) پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا:

پاؤں کے ناخن سے لے کر ٹخنے سمیت کا حصہ پاؤں کہلاتا ہے۔ اس لئے پاؤں دھوتا ہوا ٹخنوں کو بھی ساتھ ہی دھوئے ورنہ وضو درست نہ ہوگا۔ بلکہ اگر انگوٹھے وغیرہ کو کسی مرض کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ کس کر باندھا ہو (جیسا کہ بعض

دیہاتی باندھ لیتے ہیں) تو اس کے نیچے بھی پانی پہنچائیں۔

عذر شرعی:

عذر شرعی سے مراد ایک تو یہ ہے کہ سرے سے پانی ہی میسر نہ آئے اس کا ذکر تیمم کے بیان میں ہوگا اور دوسرا یہ ہے کہ مذکورۃ الذکر اعضاء یا اُن کے کسی حصہ کو پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو وہاں پانی نہ پہنچائے بلکہ مسح کر لے یعنی ہاتھ پانی سے تر کر کے متعلقہ عضو یا پٹی وغیرہ پر پھیر لے۔ عذر شرعی غسل میں بھی ہے جس کی دلیل آپ انشاء اللہ تیمم کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

وضو کی سنتیں:

مذکورۃ الذکر فرائض کے علاوہ یا تو وضو کی سنتیں ہیں یا مستحبات ان کا ذکر کتب احادیث میں جا بجا پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض احادیث مبارکہ کا مطالعہ فرما کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور کا سامان فراہم فرمائیں۔

(39) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جس کی وجہ سے (یعنی جس کے وسیلہ سے) اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا تکلیف کے وقت پورا وضو کرنا مساجد کی طرف زیادہ جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ جہاد ہے۔

(ترمذی[1]، مسلم[2])

1 ترمذی
2 مسلم ج 1 ص 127 باب فضل اسباغ الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(40) امام ترمذی مزید نقل فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی، عبداللہ ابن عمر، ابن عباس، عبیدہ، عائشہ، عبدالرحمٰن بن عائش اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ (ترمذی[1])

(41) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور بہترین طریقہ سے وضو کیا اس کے جسم کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم[2])

(42) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری امت روشن پیشانی اور سفید اُجلے اعضا کے ساتھ بلائی جائے گی۔ (اُن کے اعضاء کا یہ حسن ورعنائی) وضو کی وجہ سے (ہوگا) تم میں جو طاقت رکھے وہ اعضاء کو زیادہ سے زیادہ چمکدار بنائے۔ (کہ اعضائے وضو کو احسن طریقہ سے دھوئے اور مقامِ مقررہ سے تھوڑا آگے تک دھوئے)۔

(بخاری[3]، مسلم[4])

(43) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جنت میں) مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک اُس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ (مسلم[5])

1 ملاحظہ ہو ترمذی ص 23 باب فی اسباغ الوضوء مطبوعہ الریاض سعودیہ۔
2 صحیح مسلم ج 1 ص 125 باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 بخاری۔
4 مسلم۔
5 مسلم شریف ج 1 ص 127 مطبوعہ کراچی۔

وضو کا سنت طریقہ

(44) عَنْ اَبِیْ حَیَّۃَ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّا فَغَسَلَ کَفَّیْہِ حَتّٰی اَنْقَاھُمَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا وَّ ذِرَاعَیْہِ ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِہٖ مَرَّۃً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْہِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طُھُوْرِہٖ فَشَرِبَہٗ وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ کَانَ طُھُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَآلِہٖ وَسَلَّمَ. (نسائی[1])

حضرت ابوحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اُن کو اچھی طرح مل مل کر صاف کیا پھر تین بار کلی کی، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار مونہہ کو دھویا اور تین بار بازوؤں کو دھویا اور ایک مرتبہ سر کا مسح فرمایا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔ پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ (ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ پانی چلو میں لے کر نوش فرمایا) پھر فرمایا ''میں نے اس بات کو پسند کیا کہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح) وضو فرمایا کرتے تھے۔

(ترمذی، نسائی[2])

(45) عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ اَنَّہٗ رَاٰی عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰی کَفَّیْہِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَھُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا وَّیَدَیْہِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثَ

[1] نسائی ج 1 ص 28 باب عدد غسل الیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] ترمذی ج 1 ص 107 باب فی وضو النبی ﷺ کیف کان۔

مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْہِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْھِمَا نَفْسَہٗ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام حمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے (پانی کا) برتن منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا اور ان کو اچھی طرح دھویا پھر دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (اسی طرح وضو کر کے) فرمایا۔ جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر اپنے دل میں کوئی بات کئے بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے سابقہ (سارے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے مروی ان دونوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ۔

(1) کلی کرنے سے قبل اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح دھولینا چاہیے۔
(ہر عمل صحاح ستہ کی متعدد روایات سے ثابت ہے)

(2) پانی کے برتن میں دھوئے بغیر ہاتھ داخل نہ کرے خصوصاً جب سو کر اُٹھے کیونکہ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

[1] بخاری ج 1 ص 27 باب الوضوء مطبوعہ کراچی، مسلم ج 1 ص 120 باب صفۃ الوضوء وکمالہ مطبوعہ کراچی، نسائی ص 27 باب حد الغسل مطبوعہ ریاض سعودیہ، آثار السنن ص 35 باب التسمیہ عند الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(46) اِذَا اسۡتَیۡقَظَ اَحَدُکُمۡ مِنۡ نَوۡمِهٖ فَلَا یَغۡمِسۡ یَدَهٗ فِی الۡاِنَآءِ حَتّٰی یَغۡسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا یَدۡرِیۡ اَیۡنَ بَاتَتۡ یَدُهٗ.

جب کوئی تم میں سے سو کر اُٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو برتن میں ہرگز داخل نہ کرے جب تک کہ اُسے تین مرتبہ دھو نہ لے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ حالت نیند میں اُس کا ہاتھ کہاں پہنچا ہو۔ (صحیح مسلم[1])

(3) تین مرتبہ الگ الگ پانی لے کر کلی کرے اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے جیسا کہ اس روایت میں مزید واضح ہے۔

(47) عَنۡ اَبِیۡ وَائِلٍ شَقِیۡقِ بۡنِ سَلَمَةَ قَالَ شَهِدۡتُ عَلِیَّ بۡنَ اَبِیۡ طَالِبٍ وَ عُثۡمَانَ بۡنَ عَفَّانَ تَوَضَّا ثَلَاثًا وَّاَفۡرَدَ الۡمَضۡمَضَةَ مِنَ الۡاِسۡتِنۡشَاقِ ثُمَّ قَالَ هٰکَذَا رَاَیۡنَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ.

ترجمہ: شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (اور دیکھا کہ) انہوں نے تین تین بار وضو کیا یعنی اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھویا اور الگ پانی لے کر کلی کی اور الگ پانی لے کر ناک میں ڈالا، پھر انہوں نے فرمایا ہم نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[2]

(4) وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زم زم شریف کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کے اس عمل مبارکہ کو علماء بیان جواز پر محمول فرماتے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت انور میں زم زم

1. صحیح مسلم ج1 ص136 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی مشکوٰۃ ص45 باب سنن الوضو مطبوعہ کراچی
2. رواہ ابن السکن فی صحابہ۔

نوش کیا تو آپ نے اُسے کھڑے کھڑے ہی نوش جان فرمالیا۔ (بخاری[1]، صحیح مسلم[2])

وضو میں نیت کرنا

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ وضو پر پورا ثواب پالینے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے۔ وگرنہ وضو تو ہو جائے گا لیکن ثواب عظیم سے محروم رہے گا۔ جس کی مثال واضح ہے کہ ایک پیاسا اگر غٹا غٹ پانی پی لے تو پیاس یقیناً بجھ جائے گی لیکن اگر پانی پینے سے قبل ذہن میں یہ بات لے آئے کہ پانی میرے آقا رسول عربی ﷺ نے بھی نوش جان فرمایا تھا اور میں بھی پی رہا ہوں پھر حکم پر عمل کرتے ہوئے پانی پیئے تو نہ صرف پیاس ہی بجھے گی بلکہ ہر ہر گھونٹ پر سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا الگ ثواب مل جائے گا۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھ لیا جائے تو خالص نفسانی فعل حقوق زوجیت ادا کرنا بھی نیکی بن جائے گا۔ اس لئے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے جیسا کہ بخاری[3] میں ہے کہ:

(48) ''اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' (بخاری[4]) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اعمال (کی جزاء وسزا) نیتوں پر ہے۔ چونکہ وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لئے نیت کر لینی چاہیے۔ اگرچہ عند الفقہا وضو کے لئے نیت فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ (واللہ اعلم)

1. بخاری ج1 ص221 باب ماجاء فی زم زم کتاب الحج مطبوعہ کراچی۔
2. صحیح مسلم ج2 ص173 باب فی الشرب قائما مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. بخاری ج1 ص2 باب کیف کان بدء الوحی مطبوعہ کراچی۔
4. بخاری ج1 ص221 باب ماجاء فی زم زم کتاب الحج مطبوعہ کراچی۔

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

(49) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاِنَّ حَفَظَتَکَ لَاتَبْرَحُ تَکْتُبُ لَکَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰی تَحْدُثَ مِنْ ذَالِکَ الْوُضُوْءِ.[1]

ترجمہ: حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرۃ! جب تو وضو (کا ارادہ) کرے تو بسم اللہ والحمد للہ! کہہ لے تو بیشک تیرے وضو کے ٹوٹنے تک تیرے محافظ فرشتے مسلسل تیرے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج کرتے رہیں گے۔

نوٹ:۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر میں ذکر فرمایا حافظ ہیثمی نے فرمایا اس کی سند حسن (یعنی نہایت اعلیٰ) ہے۔ ملاحظہ ہو آثار السنن و تلخیص۔

(50) حضرت ابی ہریرۃ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَکَرَ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یُطَهِّرُ جَسَدَهٗ کُلَّهٗ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ یُطَهِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ.

(دار قطنی[2]، سنن الکبریٰ[3]، مشکوٰۃ[4])

ترجمہ: جس کسی نے وضو کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو پھر (گویا) اس نے پورے

[1] آثار السنن ص 35-34 باب التسمیہ عند الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
[2] دار قطنی ج 1 ص 109 باب التسمیہ علی الوضوء۔
[3] سنن الکبریٰ للبیہقی ج 1 ص 45 باب التسمیہ علی الوضو مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
[4] مشکوٰۃ، باب سنن الوضوء ص 47 مطبوعہ کراچی۔

جسم کو پاک کر لیا اور جس نے وضو کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ذکر نہ کیا تو اس کا وضو صرف اُس کے اعضاء وضو کو پاک کرنے والا ہوگا۔

(51) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ.

(رواہ ترمذی[1]، ابن ماجہ[2] و ابوداؤد[3] عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: اس شخص کا وضو نہیں ہے کہ جس نے (وضو کرتے وقت) اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا۔

ان احادیث مبارکہ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(1) وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف کا پڑھنا نہایت ہی اعلیٰ عمل ہے کہ اس سے نیکیوں میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے۔

(2) جس شخص نے وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھی۔ اُس کو ایسے ثواب ملے گا گویا اُس نے پورے بدن کو دھو کر یعنی غسل کر کے نماز پڑھی اور جس نے بسم اللہ شریف، پڑھے بغیر وضو کر لیا اُس کا وضو تو ہو گیا لیکن وہ ثواب نہ مل سکا۔

(3) حضرت سعید بن زید والی روایت میں جو فرمایا گیا ہے کہ اُس کا وضو نہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کامل وضو نہیں ہے۔ اگر

[1] ترمذی ج 1 ص 102 باب فی التسمیہ عند الوضوء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[2] ابن ماجہ ص 86 باب ماجاء فی التسمیہ فی الوضوء مطبوعہ ریاض سعودیہ۔
[3] ابو داؤد ج 1 ص 25 باب فی التسمیہ علی الوضوء مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 13 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 43 باب التسمیہ علی الوضوء مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان، مشکوٰۃ ص 46 باب سنن الوضوء مطبوعہ کراچی

سرے سے وضو ہوتا ہی نہیں تو پھر دوسری روایات کا کیا بنے گا حالانکہ وہ بھی جید صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ ''لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا عَھْدَلَہٗ'' (مشکوٰۃ[1]) یعنی ''وہ صاحب ایمان نہیں جو وعدہ کی پابندی نہیں کرتا''۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جس بھی مسلمان نے وعدہ کی خلاف ورزی کی اُسے مرتد واجب القتل قرار دے دیا جائے گا۔ یا ''مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا[2]'' کے مطابق (کہ جو بددیانتی کرے وہ ہم میں سے نہیں) بددیانتی کرنے والے کو خارج الاسلام اور کافر مرتد قرار دے دیا جائے۔

یا اس حدیث پاک کہ (مفہوم) وہ صاحب ایمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔ کی بنا پر کسی مسلمان کو مرتد قرار دے کر قتل نہیں کر دیا جائے گا تیرا ہمسایہ رات بھوکا سویا جب کہ تیرا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ بلکہ جس طرح ان احادیث مبارکہ (اور اس قسم کی دیگر بہت سی روایات) سے کامل ترین ایمان مراد لیا جائے گا۔ (وگرنہ صاحب ایمان چراغ لے کر ڈھونڈنے والی بات ہوگی) اسی طرح اس حدیث مبارکہ سے کامل ترین وضو مراد لینا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف ضرور پڑھیں تا کہ عظیم ثواب سے محروم نہ رہ جائیں لیکن اگر کسی نے بسم اللہ شریف پڑھے بغیر وضو کر لیا تو اُس کا وضو ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ زیادہ ثواب سے محروم رہ گیا۔

(وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم)

---

1. مشکوٰۃ ص 15 کتاب الایمان مطبوعہ کراچی۔
2. مسند احمد بن حنبل ج 2 ص 147 و ج 3 ص 144 طبع جدید بیروت لبنان۔ صحیح مسلم ج 1 ص 70 مطبوعہ کراچی۔

مسواک کرنا

مسواک کرنا ہمارے آقا رسول عربی ﷺ کی نہایت محبوب سنت ہے۔ آپ ﷺ نے سفر و حضر میں اسے ترک نہ فرمایا اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ ناچیز (مؤلف) چند ایک روایات مبارکہ کو نقل کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(52) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دس (۱۰) چیزیں فطرت سے ہیں۔ (یعنی شرفِ عادتِ انسانیت سے ہیں) (۱) مونچھوں (لبوں) کا ترشوانا، (۲) داڑھی کا بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے ناک صاف کرنا (۵) ناخنوں کا کٹوانا (۶) جوڑوں کی جگہ کا دھونا (۷) بغلوں کے بال دور کرنا (۸) زیر ناف بال مونڈنا (۹) پانی کے ساتھ استنجا کرنا (اس حدیث کے راوی) مصعب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا اور وہ غالباً کلی کرنا ہے۔ (ابوداؤد[1]، مسلم[2])

(53) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔

(ابن ماجہ[3]، احمد[4]، دارمی[5]، نسائی[6]، بخاری[7]، مشکوٰۃ[8])

---

1. ابوداؤد ج 1 ص 19 باب السواک من الفطرۃ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2. مسلم باب خصال الفطرۃ ج 1 ص 129 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. ابن ماجہ ص 25 باب السواک مطبوعہ کراچی۔
4. مسند امام احمد ص 175 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
5. داری۔
6. نسائی۔
7. بخاری۔
8. مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی۔

(54) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے خواہ دن ہو یا رات مگر یہ کہ وضو فرمانے سے قبل مسواک ضرور فرماتے۔ (مشکوٰۃ[1]، ابوداؤد[2]، سند امام[3])

(55) حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ رسول محترم ﷺ جب کاشانہ مقدس میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام فرماتے تھے۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''مسواک فرمایا کرتے تھے''۔ (مسلم[4])

(56) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ جب رات کو نماز تہجد ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (بخاری[5]، مسلم[6])

(57) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو انہیں ضرور حکم دیتا کہ نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھیں اور ہر نماز کیلئے مسواک کریں۔
(بخاری[7]، مسلم[8]، مشکوٰۃ[9])

---

1 مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی۔
2 ابوداؤد باب السواک لمن قام باللیل مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3 سند امام احمد ص 175 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
4 مسلم ج 1 ص 128 باب السواک مطبوعہ کراچی۔
5 بخاری ج 1 ص 38، ج 1 ص 122 مطبوعہ کراچی۔
6 مسلم باب السواک مطبوعہ کراچی۔
7 مسند امام احمد ج 1 ص 7، ج 1 ص 20، ج 7، 72,92,170,210,340 طبع جدید بیروت لبنان
8 دارمی ج 1 ص 184 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
9 نسائی ج 1 ص 5 باب ترغیب فی السواک مطبوعہ کراچی۔

(58) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ ''لَاَ مَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ'' میں حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرو۔ (بخاری[1])

مسواک حالت روزہ میں بھی کی جائے گی

(59) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو بے شمار مرتبہ حالت روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔
(ابوداؤد[2]، ترمذی[3])

(60) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نماز کے لئے مسواک کی جائے وہ نماز بغیر مسواک کئے نماز سے ستر درجہ افضل ہے۔ (مشکوٰۃ[4])

داڑھی کا خلال کرنا

چہرہ دھوتے ہوئے داڑھی کا خلال کرنا بھی رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

(61) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو اپنی ریشِ انور کا پانی سے خلال فرماتے۔
(رواہ احمد[5]، آثار السنن[6])

---

1 صحیح بخاری ص 259 باب السواک الرطب والیابس للصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2 ابوداؤد۔
3 ترمذی۔
4 مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی، رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔
5 رواہ احمد باسناد حسن ج 7 ص 334 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
6 آثار السنن ص 37 باب تخلیل اللحیۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

(62) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو داڑھی میں خلال کیا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں خلال کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا بھلا میں خلال کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ریش انور میں خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ترمذی[1])

(63) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کا خلال فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی[2])

امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔ محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) فرماتے ہیں کہ اس باب میں عامر بن شقیق اور ابو وائل کے واسطہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح ترین حدیث ہے اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ داڑھی کا خلال کیا جائے۔ (یعنی یہ سنت ہے)

(ترمذی[3])

(64) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا تو آپ ﷺ نے اپنی ٹھوڑھی شریفہ کے نیچے دست مبارک ڈال کر ریش انور کا خلال فرمایا، میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے''۔ (مشکوۃ[4])

۱ ترمذی ابواب الطہارۃ ص 104 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۲ ترمذی ص 104 باب فی تخلیل اللحیہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۳ ترمذی ص 104 باب فی تخلیل اللحیہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۴ مشکوۃ ص 46 باب سنن الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

انگلیوں کا خلال کرنا

بحمد اللہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے تمام اصول و قوانین اپنے دامن میں لاتعداد حکمتیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ہاتھ پاؤں دھوتے وقت خصوصاً پاؤں کی انگلیوں کے درمیان (جب پاؤں ذرا بھاری ہوں تو) میل کچیل رہ جاتا ہے۔ کئی احباب کے پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ بعض اوقات گل جاتی ہے جس کے لئے ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ قربان جائیے اپنے آقا رسولِ رحمت ﷺ کے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کا خلال کر کے اس عمل کو سنت بنا دیا تا کہ اہل ایمان ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ دھو کر نہ صرف بیماری کی مصیبت سے بچ جائیں بلکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی لوٹ لیں۔ (الحمد للہ ثم الحمد للہ)

(65) حضرت عاصم بن لقیط اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ'' جب تم وضو کرو تو انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (ترمذی[1]، مسند امام احمد[2])

(66) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ'' جب تم وضو کرو تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (ترمذی[3]، ابن ماجہ[4])

(67) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

۱ ترمذی ج 1 ص 105 باب فی تخلیل الاصابع مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
۲ مسند امام احمد ص 616 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
۳ ترمذی ج 1 ص 106 باب فی تخلیل الاصابع مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۴ ابن ماجہ ص 35 باب تخلیل الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی چھنگلیا سے خلال فرماتے تھے۔ (ترمذی[1]، ابن ماجہ[2])

دائیں طرف کو ترجیح دینا

(68) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنا ہر کام دائیں جانب سے شروع فرمائیں مثلاً غسل و وضو فرمانے میں، کنگھی فرمانے میں، نعلین مبارک پہننے میں۔ (مشکوٰۃ[3]، بخاری[4])

خیال رہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنا دایاں قدم آگے رکھیں اور باہر آتے ہوئے پہلے بایاں قدم نکالیں گے جبکہ بیت الخلا میں اس کے برعکس کریں گے۔ یہی سنت مطہرہ ہے۔

(69) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْ بِاَيَامِنِكُمْ'' جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو (ہمیشہ) دائیں جانب سے شروع کیا کرو۔

(مسند امام احمد[5]، مشکوٰۃ[6])

1 ترمذی باب فی تخلیل الاصابع ج 1 ص 106 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2 ابن ماجہ ص 35 باب تخلیل الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 مشکوٰۃ باب سنن الوضوص 46 مطبوعہ کراچی۔
4 بخاری باب التیمن فی الوضو والغسل مطبوعہ کراچی۔
5 مسند امام احمد ج 3 ص 35 طبع جدید بیروت لبنان۔
6 مشکوٰۃ باب سنن الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اعضاء وضو تین تین مرتبہ دھونے کو ترجیح

اگرچہ ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو دھونے والے کا بھی وضو تو ہو جائے گا لیکن بہتر ہے کہ اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے جیسا کہ قبل ازیں ''وضو کا سنت طریقہ'' کے تحت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے بایں ہمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث پاک میں بڑے احسن انداز میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

(70) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے (ہمیں) وضو (کی تعلیم دینے) کے لئے پانی منگوایا۔ پھر اپنے رخ زیبا اور مبارک ہاتھوں کو ایک مرتبہ دھویا اور قدمین شریفین کو بھی ایک مرتبہ ہی دھویا پھر فرمایا۔ ''هٰذَا وَضُوْءٌ مَنْ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ غَيْرَهٗ'' یہ اُس کا وضو ہے کہ جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے سوا کچھ بھی قبول نہیں فرماتا۔ ایک ساعت بعد پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا پھر اپنے روئے انور اور مبارک ہاتھوں کو دو، دو مرتبہ دھویا پھر فرمایا۔ ''هٰذَا وُضُوْءٌ مَنْ يُضَاعِفُ اللّٰهُ لَهُ الْاَجْرَ'' یہ اس شخص کا وضو ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ دوگنا اجر عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ ﷺ ایک ساعت مزید ٹھہرے پھر پانی منگوایا اور اپنے پُر نور چہرے کو اور مبارک ہاتھوں کو تین تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا ''هٰذَا وُضُوْ نَبِيِّكُمْ وَوُضُوْءُ النَّبِيِّيْنَ قَبْلَهٗ اَوْقَالَ قَبْلِيْ'' یہ وضو ہے تمہارے نبی ﷺ کا اور وضو ہے ان انبیاء علیہم السلام کا جو اس سے پہلے ہوئے یا فرمایا مجھ سے پہلے ہوئے۔

اس حدیث پاک کو ابن علی نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا۔ (تلخیص[1])

1 تلخیص الحبیر علامہ ابن حجر جلد اوّل۔

معلوم ہوا کہ افضل ترین طریقہ یہی ہے کہ اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے جائیں۔ لیکن اس پر مزید کمی بیشی نہ کرے جیسا کہ اس حدیث پاک سے عیاں ہے۔

(71) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم سے ان کے والد (یعنی عمرو کے دادا محترم) نے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت فیض درجت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیے وضو کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس پر رسول محترم رحمتِ عالم ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا پھر اس (پانی) سے اپنے دونوں ہاتھ مبارک تین مرتبہ دھوئے پھر تین مرتبہ چہرۂ اقدس دھویا پھر تین مرتبہ اپنی کلائیاں دھوئیں، پھر اپنے سرِ انور کا مسح کیا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل فرمایا اور دونوں انگوٹھوں سے کانوں کے بیرونی حصے کا اور شہادت کی انگلیوں سے کان کے اندرونی حصے کا مسح فرمایا۔ پھر تین تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا ''ھٰکَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذَا اَوْنَقَصَ فَقَدْ اَسَاءَ وَ ظَلَمَ اَوْظَلَمَ وَاَسَاءَ'' یہ ہے وضو کا طریقہ جس نے اس میں اضافہ کیا یا کمی کی اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا یا فرمایا ظلم کیا اور بُرا کیا۔ (ابن ماجہ[1]، ابوداؤد[2])

وضاحت: یاد رہے کہ اس جگہ ظلم سے مراد خلافِ اولیٰ کام ہے ورنہ امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ نے اس روایت کے متصل بعد جو حدیث مبارک نقل فرمائی اس میں اعضائے وضو دو، دو مرتبہ دھونے کا ذکر ہے اس کے بعد ایک روایت چھوڑ کر جو حدیث بیان فرمائی اُس میں ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو دھونے کا ذکر ہے نیز

۱ ابن ماجہ ص 34 باب ماجاء فی القصد فی الوضوء مطبوعہ کراچی ج 1 ص 29 مطبوعہ لاہور۔
۲ رواہ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ۔

اس کی مثل جامع ترمذی ابواب الطہارۃ اور صحیح بخاری کتاب الوضوء میں مذکور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ یا دو دو مرتبہ یا تین تین مرتبہ دھویا جا سکتا ہے لیکن تین مرتبہ سے زیادہ نہ کرے کہ فضول خرچی ہے اور نہ یوں کرے کہ کوئی عضو صحیح طریقہ سے دھلے بغیر رہ جائے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اعضائے وضو دھونے میں کوتاہی کرنا

اعضائے وضو دھونے میں ہرگز کوتاہی نہیں کرنی چاہیے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔

(72) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محترم رحمتِ عالم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا (کہ اس نے وضو کیا مگر) ایک ناخن کے برابر اس کا پاؤں خشک رہ گیا اس پر آپ ﷺ نے اُسے حکم دیا کہ ''اِرْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَ کَ'' واپس لوٹ جاؤ اور اپنا وضو صحیح طریقہ سے کرو۔ (ابی داؤد[1]، مسلم[2])

(73) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہم (صحابہ کرام) حضور سرور کائنات ﷺ کی زیر قیادت باسعادت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف رواں دواں تھے کہ بوقت عصر ہم پانی کے ایک تالاب پر پہنچے ہم میں سے ایک جماعت نے وضو کرنے میں جلدی کی جب ہم ان کے پاس پہنچے تو تیزی سے وضو کرنے والے ان احباب کی ایڑیاں چمک رہی تھی اور ان تک پانی نہیں پہنچا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا ''وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ'' ہلاکت ہے ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ سے (اللہ کے بندو) پورا وضو کرو۔ (نسائی[3]، مسلم[4])

۱ ابی داؤد ج 1 ص 35 باب فی تفریق الوضوء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۲ مسلم ج 1 ص 125 عن عمر بن الخطاب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۳ نسائی ج 1 ص 30 باب ایجاب غسل الرجلین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۴ مسلم شریف ج 1 ص 125 باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

معلوم ہوا کہ اعضائے وضو دھونے میں پوری احتیاط سے کام لینا چاہیے ورنہ ڈر ہے کہ جو عضو صحیح دھلنے سے رہ جائے وہ (معاذ اللہ تعالیٰ) کہیں جہنم کی آگ سے معذب نہ کیا جائے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے)۔

اعضائے وضو قدرے مبالغہ سے دھوئے

اعضائے وضو کے دھونے میں حد سے زیادہ مبالغہ اگرچہ درست نہیں یعنی تین مرتبہ سے زیادہ نہ دھوئے کہ افراط وتفریط دونوں کی ممانعت ہے۔ البتہ اعضائے وضو کچھ دراز کرے۔

(74) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے وضو کو کامل کیا (یعنی اچھے طریقہ سے چہرہ کو دھویا) پھر دائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کو دھونے میں داخل کیا (یعنی کہنی کو اوپر سے اوپر تک دھویا) پھر بائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازوں کو دھونا شروع کیا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے میں داخل کیا، پھر بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے لگے، اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اسی طرح رسول کریم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهٗ وَتَحْجِيْلَهٗ.

ترجمہ: قیامت کے دن تم کامل (بہترین انداز سے) کیے گئے وضو کی وجہ سے پانچوں اعضاء (وضو) روشن والے ہوں گے۔ (یعنی چہرہ دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں روشن ہونگے) پس جو شخص تم میں طاقت رکھے وہ اپنی پیشانی اور ہاتھ پاؤں

کی چمک میں مقدور بھر اضافہ کرے۔ (صحیح مسلم[1])

اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اس پر اتباع ہے کہ دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے وضو میں دھونے فرض ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم) (فتح الباری[2])

سر کا مسح کرنا

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ لیکن چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ اس لئے کم کرنا جائز نہیں۔ سر کے مسح کے بارہ میں بعض احادیث مبارکہ گذشتہ صفحات میں بھی گزر چکی ہیں چند روایات مقدسہ مزید نقل کرنے کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔

(75) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے سرِ انور کا (یوں) مسح کیا کہ ان کو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے۔ (یعنی پیشانی انور سے (دونوں دستِ مبارک) پیچھے کی طرف لے گئے۔ گدی تک پھر اپنے مبارک ہاتھوں کو واپس لائے وہاں تک جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ (ترمذی[3])

(76) حضرت ربیعہ بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور سر کے آگے اور سر کے پیچھے اور دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح فرمایا۔ امام ترمذی

---

1. صحیح مسلم شریف ج 1 ص 126 باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء مطبوعہ کراچی۔
2. فتح الباری ج 1 ص 234 مطبوعہ بیروت لبنان، بحر الرائق شرح کنز الدقائق۔
3. ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی مسح الراس ج 1 ص 105 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی المرتضیٰ اور طلحہ بن مصرف بن عمرو کے دادا سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ ربیعہ کی یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن، صحیح ہے اور کئی طرق کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ ہی سرِ انور کا مسح فرمایا (یعنی دوسرے اعضاء وضو کی طرح دو یا تین مرتبہ نہیں) اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اسی پر عمل تھا۔ جعفر بن محمد سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق رحمتہ اللہ علیہم یہ سب ایک ہی مرتبہ مسح کے قائل ہیں۔ (جامع ترمذی[1]) اور یہی مذہب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

(77) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سرِ انور کانوں کے اندر اور باہر کا مسح فرمایا۔ (ترمذی[2])

(79) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے سرِ انور پر قطریہ پگڑی تھی۔ (قطر ایک جگہ کا نام ہے) آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پگڑی کے نیچے داخل فرما کر سر کے اگلے حصے کا مسح فرمایا اور عمامہ شریف کو نہ کھولا۔ (ابو داؤد[3])

فائدہ: اس حدیث پاک سے سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جبکہ بعض حضرات نے چوتھائی حصہ کے مسح کی فرضیت پر کلام کیا ہے ابن حجر علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بے غبار اور معتبر ہے۔ (فتح الباری[4])

---

1. جامع ترمذی ج 1 ص 105 ابواب الطہارۃ مطبوعہ لاہور۔
2. ترمذی ج 1 ص 105 باب ماجاء فی مسح الاذنین۔ الخ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
3. ابوداؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 31 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔
4. ملاحظہ ہو فتح الباری جلد اول ص 238 مطبوعہ بیروت لبنان۔

گردن کا مسح

گردن کا مسح کرنا فقہاء کرام کے نزدیک مستحب ہے اور بعض نے سنت بھی کہا ہے۔

(79) حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَهُ لَمْ يُغَلْ بِالْاَغْلَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''۔ جو شخص وضو کرے اور گردن کا مسح کرے اس کو قیامت کے دن طوق نہیں پہنایا جائے گا۔ (تلخیص الحبیر[1])

(80) حضرت طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سرِ انور کا مسح فرماتے یہاں تک کہ گدی تک پہنچ جاتے جو گردن کے اگلے حصے سے متصل ہے۔ (رواہ احمد[2])

ابن تیمیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب منتقی[3] میں گردن کے مسح کے لئے بطور ثبوت نقل کیا، نیز امام طحاوی اس حدیث کو شرح معانی الآثار میں ذکر فرما کر اس سے گردن کے مسح کا استدلال فرماتے ہیں۔ (طحاوی[4])

بعض حضرات محض شوقِ مخالفت میں گردن کے مسح کو بدعت سے تعبیر

---

1. تلخیص الحبیر۔
2. رواہ احمد شرح معانی الآثار ج 1 ص 61 (عربی اردو) مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور رقم الحدیث 124۔
3. ملاحظہ ہو نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج 1 ص 248 باب مسح العنق مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
4. طحاوی ص 61 رقم الحدیث 124 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

فرماتے ہیں۔ حالانکہ مشہور غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی کتاب بدور الاھلۃ[1] پر واضح طور پر لکھا ہے کہ گردن کے مسح کو بدعت کہنا بجائے خود غلط ہے۔ اس لئے گردن کا مسح یا تو مستحب ہے یا سنت، بدعت ہرگز نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم)

موزوں پر مسح

اگر کسی شخص نے وضو کے بعد موزے پہنے ہوں پھر اُس کا وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو میں پاؤں دھونے ضروری نہیں بلکہ صرف موزوں کے اوپر مسح ہی کافی ہوگا۔ اس کا جواز بہت سی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے علامات اہل سنت میں ذکر فرمایا۔ عند الفقہاء موزے سے مراد چمڑے (یاریگزین وغیرہ) کی وہ جراب ہے کہ جو کم از کم ٹخنوں تک ہو۔ اگر اس سے نیچے ہو تو مسح جائز نہیں۔ موزے کا تلوہ ایسا ہو کہ آسانی کے ساتھ نماز پڑھی جا سکے جوتے کی طرح سخت نہ ہو۔ اگر صرف تلوہ چمڑے کا ہو اور باقی چمڑے کی طرح کے دبیز کپڑے کا کہ اس مین آسانی سے پانی نہ گزر سکے اس پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں، مسح صرف وضو میں ہے نہ کہ غسل میں۔ غسل جنابت میں موزہ اتارنا ہوگا۔ اس موضوع پر احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(81) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس بارہ میں (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے۔ (اور سنو)

---

[1] بدور الاھلۃ (ص 28)

جب سعد تمہیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں تو اس کے متعلق کسی دوسرے سے سوال نہ کیا کرو۔ (بخاری[1])

(82) حضرت جعفر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

(بخاری[2])

(83) عروہ بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے (بوقت وضو احتراماً) حضور اکرم ﷺ کے موزے اتارنا چاہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دَعْهُمَا فَاِنِّیْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَیْنِ'' ان کو رہنے دو کیونکہ میں نے جب ان کو پہنا تو میرے دونوں پاؤں پاک و طاہر تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان پر مسح فرمایا۔ (بخاری[3])

(84) حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جریر نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا تو موزوں پر مسح کیا پھر فرمایا۔ بھلا میں موزوں پر مسح کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے دیکھا ہے (بعض) لوگوں نے کہا کہ ایسا تو سورۃ مائدہ کے نزول سے پہلے ہوتا تھا۔ حضرت جریر نے جواب دیا میں نے سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ (یعنی میں یہ عمل سورۃ مائدہ کی آیاتِ وضو کے نزول کے بعد دیکھا ہے)

(ابوداؤد[4])

---

[1] بخاری کتاب الوضوج 1 ص 33 باب المسح علی الخفین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] بخاری ج 1 ص 33 باب مذکورہ۔

[3] بخاری، کتاب الوضوج 1 ص 33 باب مذکورہ۔

[4] ابوداؤد ج 1 ص 32 باب المسح علی الخفین مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(85) عبدالرحمٰن بن ابونعم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تو میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ بھول گئے ہیں (کہ پائے اقدس نہیں دھوئے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بَلْ اَنْتَ نَسِیْتَ بِھٰذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ''۔ بلکہ تم بھول گئے ہو کیونکہ میرے عزت وعظمت والے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد[1])

مسح کا طریقہ

(86) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ (ان سے ہی) مروی ہے کہ موزوں کی پشت پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد[2])

(87) حضرت عبد خیر سے مروی کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر دین میں اپنی مرضی کرنا جائز ہوتا تو موزوں کے اوپر والے حصہ کے مقابلہ میں نیچے (تلوں پر) مسح کرنا بہتر ہوتا۔ (کیونکہ زمین پر تو تلوے ہی لگتے ہیں اور وہی آلودہ ہوتے ہیں) حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ موزوں کے اوپر والے حصہ پر (یعنی پاؤں کی پشت پر) مسح فرماتے تھے۔ (ابوداؤد[3])

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح پاؤں کی پشت کی جانب کیا جائے گا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کوتر کر کے کم از کم تین انگلیاں دونوں پاؤں کی پشت پر رکھے اور پنڈلی کی جانب کم از کم تین انگل کے

1. ابوداؤد ج 1 ص 33 باب المسح علی الخفین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2. ابوداؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 33 باب کیف المسح مطبوعہ لاہور۔
3. ابوداؤد ج 1 ص 34 باب کیف المسح مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

برابر کھینچے اور اگر پنڈلی تک کھینچے تو زیادہ افضل ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسح کی مدت

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات ہے۔ یعنی مقررہ مدت کے دوران جب بھی وضو کی حاجت ہو خواہ سو کر اُٹھا ہو یا حوائج ضروریہ سے فارغ ہوا ہو۔ پاؤں دھونے کی بجائے مسح کرسکتا ہے اور یہی سنت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(88) حضرت ابوعبداللہ جدلی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اَلْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ وَّلِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً''۔ موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن رات ہے۔ (ابوداؤد[1])

جرابوں پر مسح

آج کل لوگ عام قسم کی سوتی، اونی اور نائیلون وغیرہ کی جرابوں پر مسح کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ناجائز ہے۔ جن احادیث کو وہ حضرات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ علماء کرام نے ان کی اسناد میں کلام فرمایا اور ثابت فرمایا کہ وہ احادیث قابل عمل نہیں ہیں مثلاً مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

(89) عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَسَحَ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ وَالنَّعْلَیْنِ o

1. ابوداؤد ج 1 ص 33 باب التوقیت فی المسح مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور مسح فرمایا جرابوں پر اور نعلین مبارک پر۔

(احمد[1]، ترمذی[2]، ابو داود[3]، ابن ماجہ[4])

فائدہ: کوئی بھی شخص ان کتب میں مذکورہ حدیث مبارکہ کو دیکھ کر کہہ دے گا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جرابوں پر مسح فرمایا ہے تو منع کرنے والا کون ہوتا ہے۔

محترم قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو داود علیہ الرحمۃ اس حدیث پاک کو نقل کر کے کیا فرماتے ہیں۔

"كَانَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَرُوِىَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِقَوِيٍّ".

(ابو داود[5])

ابو داود نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کو بیان ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی مشہور ترین روایت سے تو یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا (نہ کہ جرابوں پر) اور اسی طرح حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] مسند احمد ص 308 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

[2] ترمذی ج 1 ص 122 باب فی المسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

[3] ابو داود ج 1 ص 33 باب المسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

[4] ابن ماجہ ص 42 باب المسح علی الجوربین والنعلین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[5] ابو داود کتاب الطہارۃ ج 1 ص 33 باب المسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جرابوں پر مسح فرمایا اور یہ حدیث متصل نہیں ہے اور نہ ہی یہ قوی ہے۔ (اس لئے یہ قابل عمل یا لائق دلیل نہیں ہے)۔ (ابو داود[1])

اب اس حدیث کے بارہ میں دیگر محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

(1) امام مسلم بن حجاج (صاحب صحیح مسلم شریف) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابو قیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ چونکہ سب راویوں نے صرف موزوں پر مسح نقل کیا ہے۔ اس لئے محض ابو قیس اور ہذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کریم کے حکم کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (سنن کبریٰ[2])

(2) امام بیہقی اس روایت کو نقل فرما کر فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، ابن المدینی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء و محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن کبریٰ[3])

(3) امام نسائی فرماتے ہیں کسی ایک راوی نے بھی ابو قیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صرف موزوں پر ہی مسح کرنا منقول ہے۔ (نہ کہ جرابوں پر بھی) (سنن نسائی[4])

(4) حضرت علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ اس روایت کو حضرت مغیرہ سے اہل مدینہ، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے روایت کیا لیکن جب ہذیل نے اس کو نقل کیا تو "مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ" یعنی جرابوں پر بھی مسح کیا۔ کا اضافہ کر لیا اور سب

---

[1] ابو داود شریف ج 1 ص 33 باب مذکورہ مکتبہ مذکورہ۔

[2] ملاحظہ ہو سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 284 باب ما ورد فی الجوربین مطبوعہ ملتان

[3] سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 284 باب ما ورد فی الجوربین والنعلین مطبوعہ ملتان۔

[4] سنن نسائی ص 29 باب المسح علی الخفین فی السفر مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ۔

لوگوں کی مخالفت کی۔ (سنن کبری[1])

(5) شارح صحیح مسلم اور مشہور محدث امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں اس لئے امام ترمذی کا قول کہ "یہ حدیث حسن صحیح ہے" قابل قبول نہیں ہے۔

محترم قارئین کرام! اس حدیث پر محدثین کی جرح سے ایک بات آپ نے یقیناً محسوس فرمائی ہوگی کہ بالاتفاق ان آئمہ اور محدثین کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا۔ خلافِ سنت اور ناجائز ہے۔ یہی حال باقی تمام روایات کا ہے کہ جن سے جرابوں پر مسح جائز ثابت کیا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالمِ دین میاں نذیر حسین دہلوی سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ "اونی، سوتی" جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے اس کا بڑی تفصیل سے جواب دیا۔ ابتداء میں تحریر کرتے ہیں "مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی (کوئی) صحیح دلیل نہیں اور مجوزین (جائز ہونے کا دعویٰ کرنے والے حضرات) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ اس کے بعد وہ ان خدشات کا ذکر کرتے ہیں کہ جو ان پر وارد ہوتے ہیں پھر آخر میں لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ مسح کے جواز پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی نہ تو کتاب وسنت سے (یعنی قرآن وسنت سے) نہ ہی اجماع سے اور نہ صحیح قیاس سے جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔ (فتاویٰ نذیریہ[2])

اسی طرح نامور غیر مقلد عالمِ دین مولنا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔ "یہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح کرنا، نہ قرآن سے ثابت ہوا، نہ حدیث

---

1. سنن کبری للبیہقی ص 284 باب ماورد فی الجوربین والنعلین مطبوعہ ملتان۔
2. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "فتاویٰ نذیریہ جلد 1۔

مرفوع صحیح سے۔ نہ اجماع، نہ قیاس، نہ ماسوئی چند صحابہ کے فعل سے اور اس کے دلائل سے اور غسلِ رجلین (یعنی دونوں پاؤں کا دھونا) نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ لہٰذا خفِ چرمی (چمڑے کے بنے ہوئے موزے) کے سوا (عام) جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں"۔ (فتاویٰ ثنائیہ[1])

احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اپنی معمولی سی سستی کی وجہ سے نماز جیسے عظیم الشان فرض کو ضائع نہ کرلیا جائے۔ بلکہ احسن ترین طریقہ سے وضو کر کے نماز ادا کی جائے۔ رسول محترم ﷺ نے ایک شخص کے ناخن کے برابر پاؤں خشک رہنے پر تنبیہہ فرمائی کہ "اِرْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْئَکَ" واپس لوٹ جا اور اپنا وضو اچھے طریقہ سے کر۔ (ابوداؤد[2]، نسائی[3]، مشکوٰۃ[4])

جبکہ بعض لوگ کہ جن کی ایڑیاں خشک رہ گئی انہیں فرمایا۔ "وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُو الْوُضُوْءَ" ہلاکت ہے (ان) ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ سے (جو دوران وضو خشک رہ جائیں) اچھے طریقہ سے وضو کرو۔

(مسلم[5]، مشکوٰۃ[6])

یہ دونوں احادیث قبل ازیں گزر چکیں ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اگر معمولی سا پاؤں یا ایڑی خشک رہ جائے تو رسول رحمت ﷺ کتنی سخت وعید فرماتے ہیں تو جس کا پورا پاؤں ہی خشک رہ جائے اس کا کیا حال ہوگا۔ (فاعتبروا یا اولوا الالباب)

---

1. فتاویٰ ثنائیہ از ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 327-326 مطبوعہ مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ۔
2. ابوداؤد۔
3. نسائی۔
4. مشکوٰۃ۔
5. مسلم ج 1 ص 125 باب غسل الرجلین بکمالھما مطبوعہ کراچی۔
6. مشکوٰۃ ص 46 باب سنن الوضو، مطبوعہ کراچی۔

وضو کے بعد کی دعاء

(90) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا۔

مَا مِنْ کُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ اَوْ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃِ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّھَا شَآءَ. رواہ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمَذِیُّ وَزَادَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور بہترین وضو کرے یا فرمایا پورا پورا وضو کرے پھر کہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ...... الخ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ کہنے والے کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں وہ جس سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ[1])

اس حدیث پاک کو امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس میں اتنا اضافہ فرمایا کہ اس کے بعد یہ بھی کہے۔ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ''۔ اے اللہ تبارک تو مجھے ان لوگوں میں کر دے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور مجھے ان میں شامل فرما جو نہایت پاکیزہ ہیں۔ (یعنی جن کو تو نے گناہوں سے پاک فرما دیا ہے)۔

---

[1] مشکوٰۃ ص 39 مطبوعہ کراچی۔

جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (نواقضِ وضو)

(1) پیشاب و پاخانہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ''[1] یعنی یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے (تو وہ وضو کرے)۔

(2) ہوا کا خارج ہونا:

(91) حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِی الصَّلٰوۃِ مَا کَانَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ مَالَمْ یُحْدِثْ.

مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے کو مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

ایک عجمی شخص نے حضرت ابوہریرۃ سے پوچھا کہ یہ ''حدث'' (بے وضو ہونا) سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا ہوا کا خارج ہونا۔ (صحیح بخاری[2])

(3) مذی اور ودی کا اخراج بھی وضو کو توڑ دیتا ہے:

(92) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی علیہ السلام میں مذی کے بارہ میں سوال عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''عَنِ الْمَذْیِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِیِّ الْغُسْلُ''۔ (ترمذی[1])

اخراج مذی سے وضو اور اخراج منی سے غسل (واجب) ہو جاتا ہے۔

---

[1] سورۃ المائدہ۔

[2] صحیح بخاری ج 1 ص 30 باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین مطبوعہ کراچی۔

(4) گہری نیند سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے:

(93) جیسا کہ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشادفرمایا''اِذَا کُنَّا سَفَرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْهِنَّ اِلَّامِنْ جَنَابَةٍ لٰکِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ''۔ کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن رات ہم اپنے موزے نہ اتاریں۔ ہاں البتہ اگر جنابت ہو جائے تو (غسل کے لئے) موزے اتار دیں۔ لیکن پیشاب و پاخانہ اور نیند سے بیدار ہو کر موزے اتارنے ضروری نہیں۔ (بلکہ وضو میں ان پر مسح کر لینا ہی کافی ہے)۔ (ترمذی[1])

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کی طرح نیند سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے لیکن کم گہری نیند مثلاً کھڑے کھڑے سو جانا۔ حالت تشہد میں بیٹھے سو جانا یا بغیر ٹیک لگائے سو جانے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

(94) جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نمازِ عشاء کے وقت حضور اکرم ﷺ کے انتظار میں ہوتے یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے پھر وہ یونہی نماز پڑھتے رہتے وضو کو نہ دہراتے۔

اصل الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُؤُسُهُمْ ثُمَّ یُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّاُوْنَ۔ (ابوداؤد[3])

(5) قے اور نکسیر بھی ناقض وضو ہے:

(95) حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو (ایک مرتبہ) قے آ گئی تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس

---

[1] ترمذی ج 1 ص 125 باب ماجاء فی المنی والمذی مطبوعہ لاہور۔
[2] ترمذی ج 1 ص 121 باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم مطبوعہ لاہور۔
[3] ابوداؤد ج 1 ص 38 باب الوضوء من النوم مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''وَقَدْ رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ الْوُضُوْءَ مِنَ الْقَیْءِ وَالرِّعَافِ'' (ترمذی[1])

یعنی اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا یہی مسلک ہے کہ قے اور نکسیر سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

(96) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا۔

اِذْ رَعَفَ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ لِیُعِدْ وُضُوْءَهٗ وَالْیَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهٗ۔ (معجم طبرانی[2])

ترجمہ: اگر کسی کو دورانِ نماز نکسیر آ جائے تو وہ نماز توڑ دے پھر خون دھو کر وضو کرے اور از سر نو نماز پڑھے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ان حضرات کو کہ جو فقہاء کرام سے بلاوجہ عداوت رکھتے ہیں اور ان کے ارشادات عالیہ کو غلط ثابت کرنے کی ناکام اور مذموم کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قے اور نکسیر سے وضونہیں ٹوٹتا اور فقہا کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جبکہ خود نامور غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نقل کرتے ہیں کہ''وَقَیْءٌ وَرُعَافٌ نَاقِضُ وُضُوْءٍ اَسْتُ وَحَدِیْثُ قَاءَ فَتَوَضَّا حَسَنٌ اَسْتُ وَقَیْءٌ''

یعنی قے اور نکسیر سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور حدیث قاءفتوضا (قے کی اور وضو فرمایا) حسن درجہ کی ہے ملاحظہ ہو۔ (بدورالاھلہ[3])

---

[1] ترمذی ج 1 ص 118 باب الوضوء من القی والرعاف مطبوعہ لاہور۔
[2] معجم طبرانی۔
[3] بدور الاھلہ ص 30۔

موجبات غسل (غسل واجب کرنے والی چیز)

(1) مادۂ منویہ کا اپنے مقام سے شہوت کے ساتھ خارج ہونا۔

(2) احتلام ہونا۔ (3) جماع کرنا اگرچہ انزال نہ ہو۔

(4) حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

یہ سب موجبات غسل سے ہیں اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہوگا تو اُسے بھی غسل کا حکم دیا جائے گا تا کہ اس کے باطن کے ساتھ ساتھ اُس کا جسم بھی پاک ہو جائے۔ اس موضوع پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(97) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ''مذی'' کے بارہ میں عرض کیا تو ''فَقَالَ اِذَا حَذَفْتَ فَاغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ وَاِذْلَمْ تَكُنْ حَاذِفًا فَلَا تَغْتَسِلْ''۔ (رواہ[1])

آپ ﷺ نے فرمایا جب تم پھینکو (یعنی مادہ اچھل کر خارج ہو) تو غسل کرو اور جب تم یوں نہ پھینکو (یعنی مادہ اچھل کر نہ نکلے) تو غسل نہ کرو۔ (احمد)

بخاری شریف کتاب الغسل میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ سوال شرم کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی معرفت سے کیا تھا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بوس وکنار سے خارج ہونے والی رطوبت سے محض وضو ہی ٹوٹتا ہے لیکن اگر اچھل کر مادہ خارج ہو تو غسل بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرضِ جریان میں جو مادہ مخصوص پیشاب کے اول یا آخر خارج ہوتا ہے اُس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

۱ رواہ احمد ج 1 ص 73 طبع جدید بیروت لبنان۔

ﷺ نے فرمایا کہ اخراجِ مذی سے وضو اور اخراجِ منی سے غسل واجب ہوتا ہے۔ (ترمذی[1])

(98) امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ''اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِحْتِلَامِ'' یعنی احتلام میں خروجِ منی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (ترمذی[2])

(99) مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک ایسے آدمی کے بارہ میں سوال کیا گیا کہ جسے (خواب میں) ہونے والا احتلام تو یاد نہ تھا لیکن (جب وہ جاگا تو کپڑوں پر) تری دیکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کرے اور (پھر) ایسے آدمی کے بارہ میں سوال عرض کیا کہ (جسے خواب میں) احتلام تو یاد ہے مگر (کپڑوں اور جسم پر) کوئی تری نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لَا غُسْلَ عَلَيْهِ'' یعنی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ کیا یہ بات دیکھنے سے عورت پر بھی غسل (واجب) ہے تو فرمایا ہاں عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح ہیں۔ (ترمذی[3])

(100) ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ام سلیم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے میں نہیں شرماتا (تو فرمائیے) کیا عورت پر غسل (واجب) ہے جبکہ اسے احتلام ہو جائے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے

۱ ترمذی ج 1 ص 125 ابواب الطہارہ مطبوعہ لاہور۔

۲ ترمذی، ابواب الطہارۃ ص 124 مطبوعہ لاہور۔

۳ ترمذی، ابواب الطہارۃ ج 1 ص 124 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

فرمایا ''نَعَمْ اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ'' ہاں جب وہ پانی دیکھے تو (غسل ضرور کرے)۔

(بخاری[1])

(101) حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مذی کے (اخراج کی وجہ سے) مشقت برداشت کیا کرتا تھا اور اکثر غسل کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اِنَّمَا یُجْزِئُکَ مِنْ ذَالِکَ الْوُضُوْءِ'' یعنی اس سے صرف وضو کر لینا ہی تجھے کافی ہے۔ (ترمذی[2])

(102) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلَ'' یعنی جب آدمی اپنی بیوی کے پاس جائے اور وظیفہ زوجیت کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (بخاری[3])

امام بخاری اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''هٰذَا اَجْوَدُ وَاَوْکَدُ'' یعنی یہی زیادہ عمدہ اور مضبوط بات ہے کہ انزال ہو یا نہ ہو محض دخول سے غسل واجب ہو جائے گا۔ بعد ازیں حضرت ابو ایوب سے مروی اسی قسم کی دوسری حدیث پر بحث فرماتے ہوئے امام بخاری فرماتے ہیں۔ ''اَلْغُسْلُ اَحْوَطُ وَ ذَالِکَ الْآخَرُ'' یعنی (اگرچہ انزال نہ ہو محض دخول سے) غسل واجب ہے اسی میں احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔ (بخاری[4])

---

[1] بخاری کتاب الغسل ج 1 ص 42 باب اذا احتلمت المراۃ مطبوعہ کراچی۔
[2] ترمذی ج 1 ص 125 ابواب الطہارۃ، باب فی المذی یصیب الثوب مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[3] بخاری ج 1 ص 43 باب اذا التقی الختانان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[4] بخاری شریف کتاب الغسل باب مذکورہ۔

(103) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورۃ الذکر حدیث مبارکہ نقل فرما کر امام مسلم اتنا زائد نقل فرماتے ہیں کہ ''وَفِیْ حَدِیْثِ مَطَرٍ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ'' (ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ) مطر کی حدیث میں ہے کہ اگرچہ انزال نہ ہو (غسل واجب ہے)۔ (صحیح مسلم[1])

(104) ترمذی میں ہے۔ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلَ'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرد کے ختنے کا مقام عورت کے ختنہ کے مقام سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (انزال شرط نہیں ہے)۔ امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اکثر صحابہ کرام کہ جن میں حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں اور فقہاء، تابعین، جو بعد والے ہیں مثلاً حضرات سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ دو شرمگاہوں کے باہم ملنے (یعنی محض دخول سے) غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (ترمذی[2])

(105) ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''وَتَوَارَتِ الْحَشَفَةِ'' یعنی جب حشفہ (ختنہ کی جگہ) غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے۔ (رواہ[3])

(106) امام ابن ماجہ نے حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ ''اِنَّمَا کَانَتْ رُخْصَةً فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اُمِرْنَا بِالْغُسْلِ بَعْدُ'' یعنی سوائے اس کے نہیں کہ (محض دخول سے غسل نہ کرنے کی) رخصت ابتداء اسلام

---

[1] صحیح مسلم شریف ج 1 ص 156 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] ترمذی، ابواب الطہارۃ ج 1 ص 124 باب ما جاء فی وجوب الغسل اذا التقی الختانان مطبوعہ کراچی۔
[3] رواہ ابن ماجہ، عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں تھی پھر بعد میں نہیں اس پر غسل کا حکم دے دیا گیا۔ (ابن ماجہ[1])

فائدہ: مذکورۃ الذکر احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فقہاء کرام کا مسلک حق ہے اور وہ ساری روایات کہ جو اس کے برعکس مروی ہیں وہ ابتداء اسلام کی ہیں اور منسوخ ہیں جبکہ "وجوب غسل" آخری اور پہلے احکامات کا ناسخ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

حیض ونفاس:

خواتین کو ہر ماہ مخصوص ایام میں جو خون آتا ہے اور اصطلاح میں اسے حیض کہا جاتا ہے اور جو بچہ کی ولادت کے بعد خون آتا ہے نفاس کہلاتا ہے۔ اگر حیض دس دن سے تجاوز کر جائے یا نفاس میں چالیس یوم سے زیادہ دنوں تک خون آئے تو استحاضہ کہلاتا ہے۔ ان کے احکامات جدا جدا ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ.[2]

ترجمہ: (یارسول اللہ ﷺ) اور یہ آپ سے حیض کے بارہ میں پوچھتے ہیں آپ ان کو فرما دیجئے وہ ناپاکی ہے۔ اس لئے تم عورتوں سے ایام حیض میں الگ رہو اور ان سے نزدیکی (یعنی قرب صنفی) نہ کرو جب تک کہ وہ اچھی طرح پاک وصاف نہ ہولیں۔

اب اس باب میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(107) بخاری شریف جلد اول میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

1 ابن ماجہ: ابواب الطہارۃ وسننہا ص 45 باب ماجاء فی وجوب الغسل اذا التقی الختانان مطبوعہ کراچی۔

2 البقرہ 222۔

سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو استحاضہ کا مرض تھا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

ذَالِکَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ.

ترجمہ: یہ ایک رگ کا خون ہے۔ حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب ختم ہوگا تو غسل کر لیا کرو اور نماز پڑھ لیا کرو۔ (بخاری[1])

(108) امام بخاری نے اسی روایت کو دوسرے طرق سے ذکر فرماتے ہوئے نقل فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔

"اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ"

یعنی مجھے استحاضہ کی شکایت ہے لہٰذا پاک نہیں رہتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"لَا اِنَّ ذَالِکَ عِرْقٌ وَلٰكِنْ دَعِي الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ"

نہیں نہیں یہ تو ایک رگ کا خون ہے ہاں تم ان دنوں نماز چھوڑ دیا کرو جب تمہیں حیض آئے۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔ (صحیح بخاری[1])

(109) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا.

ترجمہ: حضرت ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ام المؤمنین) فرماتی ہیں کہ عہد نبوی میں نفاس والی عورتیں چالیس دن (شرعی پابندیوں سے) مستثنیٰ رہتی تھیں۔ (ترمذی[2])

---

1 بخاری: باب اقبال المحیض ج 1 ص 46 مطبوعہ کراچی وترمذی ص 127 باب فی مستحاضۃ مطبوعہ لاہور

2 ترمذی شریف ص 131 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس روایت کونقل فرمانے کے بعد اس پر بحث فرماتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام اور بعد کے فقہا وعلماء کرام کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نماز چھوڑیں گی البتہ جو عورت اس مدت سے پہلے ہی طہر محسوس کرے وہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ (سنن ترمذی[1])

مستحاضہ غسل کرے یا وضو:

استحاضہ (حیض ونفاس کی مدت کے بعد والے خون کو استحاضہ کہتے ہیں) والی کو صرف پہلی مرتبہ غسل کرنا کافی ہے ہر نماز کے لئے ضروری نہیں البتہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ:

(110) نبی کریم ﷺ نے مستحاضہ کے لئے فرمایا کہ وہ ایام حیض میں نماز ترک کر دے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے اور روزے رکھے اور نماز پڑھے۔ (ترمذی[2])

(111) امام ترمذی نے حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو قبل ازیں گزر چکی ہے) نقل کر کے فرمایا۔ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ فِىْ حَدِيْثِهٖ وَقَالَ تَوَضَّئِىْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ الْوَقْتُ ۔ (ترمذی) یعنی ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ہر نماز کے لئے الگ وضو کرو یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔ (یعنی دوبارہ ایام کا)۔ (ترمذی[3])

(112) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم

1. سنن ترمذی ج 1 ص 131 باب ماجاء کم تمکث النفساء مطبوعہ لاہور۔
2. ترمذی عن عدی بن ثابت ص 127 مطبوعہ لاہور۔
3. ترمذی ج 1 ص 127 باب فی المستحاضہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ﷺ نے فرمایا ''لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ'' حائضہ اور جنبی قرآن کریم سے کچھ بھی تلاوت نہ کریں۔ (ترمذی[1])

فائدہ: معلوم ہوا کہ حیض ونفاس میں عورت ناپاک ہوتی ہے۔ اس لئے اس حالت میں نہ تو نماز پڑھے گی نہ ہی روزہ رکھے گی نہ مسجد میں داخل ہوگی۔ نہ طواف کعبہ کرے گی اور نہ ہی قرآن کریم کی تلاوت کرے گی۔ البتہ حالت استحاضہ میں یہ سب کچھ جائز ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے مرض سیلان الرحم (لیکوریا) سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اس مرض میں عورت کو چاہیے کہ ہر نماز کے لئے الگ وضو کرے۔ حیض ونفاس کے ایام میں رہ گئے روزوں کی قضا لازم ہوگی لیکن ان ایام کی نمازیں معاف ہیں۔

(113) جیسا کہ حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ روزہ تو قضا کرتی ہے لیکن نماز نہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کیا تم حروریہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حروریہ نہیں ہوں لیکن مسئلہ کی وضاحت چاہتی ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''جب ہماری یہ حالت ہوتی تو ہمیں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا۔ نماز کا نہیں۔ (مسلم[2]، بخاری[3])

خیال رہے کہ حرورہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں اُس زمانہ میں خوارج کا ہیڈ کوارٹر تھا یہ لوگ عام مسائل میں مسلمانوں سے الجھتے رہتے تھے حتی کہ انہوں نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم پر بھی شرک کا فتویٰ لگایا تھا۔ اس قسم کے

1. ترمذی ج 1 ص 129 مطبوعہ لاہور۔
2. مسلم شریف ج 1 ص 153 باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوۃ (مطبوعہ کراچی)
3. بخاری شریف ج 1 ص 46 باب لاتقضی الحائض الصلوۃ مطبوعہ کراچی

لوگ آج بھی بات بات پر مسلمانوں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ غالباً اسی لئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پوچھا کہ تم حروریہ تو نہیں کہ تمہاری عادت ہی بلاوجہ مسلمانوں میں عیب تلاش کرنا اور بحث کرنا ہے۔

(بخاری شریف[1])

تیمّم کا بیان

جب غسل یا وضو کے لئے پانی میسر نہ آئے یا پانی تو موجود ہو لیکن وضو یا غسل کرنے سے مرض کے بڑھ جانے کا یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تیمم کرنا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ وَمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو (کہ پانی کا استعمال نقصان دے گا) یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم میں سے کوئی اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آئے اور پھر پانی میسر نہ آئے تو تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرلیا کرو (یعنی) پھر تم اس پاکیزہ مٹی سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کا مسح کرلیا کرو (دراصل) اللہ تبارک و تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی ہو بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں خوب پاک و صاف فرمادے اور وہ اپنی نعمتیں تم پر پوری فرمادے تاکہ تم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا

۱۔ حاشیہ بخاری شریف مترجم ج ۱ ص 221 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

شکر ادا کرو[1]

(شُكْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

(114) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسل کی حاجت تھی پانی نہ ملنے کی وجہ سے ....

اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ۔ (بخاری[2])

میں خاک میں لوٹ پوٹ ہوا اور نماز ادا کی پھر میں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اتنا ہی کافی تھا (یہ فرما کر) حضور اکرم ﷺ نے (بطور تعلیم) دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان میں پھونک ماری پھر اپنے رُخ انور اور دونوں ہاتھوں کا مسح فرمالیا۔ (اس روایت کو امام مسلم[3] نے بھی نقل فرمایا)

(115) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّهُمْ تَمَسَّحُوْا وَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّعِيْدِ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ ثُمَّ مَسَحُوْا بِوُجُوْهِهِمْ مَسْحَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ مَرَّةً اُخْرٰى فَمَسَحُوْا بِاَيْدِيْهِمْ كُلِّهَا اِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْاٰبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَيْدِيْهِمْ○

۱۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 6

۲۔ بخاری کتاب التیمم ج1 ص48 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مسلم۔

ترجمہ: صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی معیت میں نمازِ فجر کیلئے تیمم کیا انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے چہروں کا مسح کیا۔ دوبارہ پھر اپنے ہاتھوں کو مٹی پر مارا اور اپنے ہاتھوں پر کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا۔ ہاتھوں کے اندر کی جانب سے۔ (ابی داؤد[1])

(116) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے غسل جنابت کی حاجت ہوگئی (تو میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کرنے کیلئے) مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِضْرِبْ وَضَرَبَ بِیَدَیْہِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْھَہٗ ثُمَّ ضَرَبَ فَمَسَحَ بِھِمَا اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ۔ (سنن کبریٰ[2])

تو حضور اکرم رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا کہ اس طرح ہاتھ مار (یہ فرما کر) پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے رُخِ انور کا مسح فرمایا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح فرمایا۔

تیمّم کا طریقہ

تیمّم کے بارہ میں مٹی پر ایک مرتبہ ہاتھ مارنے اور دو مرتبہ ہاتھ مارنے کی روایات موجود ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ احادیث کہ جن میں دو ضرب کا ذکر ہے۔ زیادہ معتبر ہیں اور یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اصحاب کا ہے۔ جبکہ حضرت سیّدنا علی

۱ ابی داؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 57-56 باب التیمم مطبوعہ لاہور۔

۲ سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 207 باب کیف التیمم مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔

المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ، سفیان ثوری اور بہت سے دیگر محدثین کا بھی یہی مذہب ہے۔

طریقہ یوں ہے کہ تیمّم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر انہیں جھاڑ دے پھر دونوں ہاتھوں کو مونہہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر جھاڑے اور بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھے اور کھینچتا ہوا کہنی تک لے جائے اور یونہی کہنی کے اندر کی جانب سے واپس انگوٹھے کی پشت کی جانب لے آئے اور مسح کرے اسی طرح دوسرے ہاتھ پر کہنی سمیت مسح کرے پھر انگلیوں کا خلال کرے اگر انگوٹھی وغیرہ پہنی ہو تو اس کو بھی حرکت دے تا کہ کوئی حصہ مسح سے خالی نہ رہ جائے۔

باب دوم

اوقات نماز

(117) حضرت سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک آدمی نے نماز کے اوقات کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو دن تو ہمارے ساتھ نماز ادا کر (پہلے دن) یوں ہی سورج ڈھلا آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان ظہر کہیں۔ پھر اقامت کہنے کا حکم دیا (اور نماز ادا فرمائی) پھر نماز عصر (کی اذان) کا حکم دیا جبکہ سورج ابھی بلند اور خوب چمک رہا تھا اور صاف تھا۔ (نماز ادا فرمائی) پھر نماز مغرب (کی اذان) کا حکم ارشاد فرمایا (کہ ابھی) سورج غروب ہوا ہی تھا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرے (یعنی دیر سے اذان دے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے اچھی طرح ٹھنڈا کیا۔ (یعنی ظہر کے آخری وقت اذان دی) پھر آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی جبکہ آفتاب بلند تو تھا مگر پہلے روز سے تاخیر کی (یعنی زرد ہونے سے قبل ادا فرمائی) پھر نماز مغرب ادا فرمائی شفق غروب ہونے سے قبل (یعنی عشاء کا وقت ہونے سے تھوڑی دیر پہلے) اور عشاء کی نماز ادا فرمائی جبکہ رات ایک تہائی گزر چکی تھی پھر فجر کی نماز پڑھی جب خوب روشنی ہوگئی۔ (دوسری روایت میں ہے جبکہ سورج نکلنے کے قریب تھا) پھر فرمایا۔ وقت کا پوچھنے والا کہاں ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ فرمایا تمہاری نماز کا وقت ان ہی اوقات کے درمیان ہے جو تم نے دیکھے۔ (صحیح مسلم[1])

---

۱ صحیح مسلم کتاب المساجد ج 1 ص 223 باب اوقات الصلوٰۃ الخمس مطبوعہ کراچی۔

(118) حضرت عبداللہ بن رافع مولی ام سلمہ (زوجہ نبی کریم ﷺ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (تعلیم نبوی کے مطابق) اوقات نماز کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ يَعْنِي الْغَلَسَ.

ترجمہ: ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے (جسم کے) برابر ہو اور جب سایہ دوگنا ہو جائے تو نماز عصر کا وقت ہے اور جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب اور تہائی رات تک نماز عشاء ہے جبکہ فجر اندھیرے میں پڑھنا۔ (مؤطا[1])

(119) مالک بن ابو عامر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی موسیٰ اشعری کو لکھا کہ نماز ظہر اس وقت پڑھو جب سورج ڈھل جائے۔ عصر ایسے وقت جبکہ سورج سفید ہو اور اس پر زردی نہ آئی ہو۔ نماز مغرب جبکہ سورج غروب ہو جائے اور نمازِ عشاء سونے تک ہے اور فجر ایسے وقت پڑھنا جب تارے چمکتے ہوں اور ان (دو رکعتوں میں) دو طویل سورتیں پڑھنا۔ (مؤطا[2])

اوقات مسنونہ و مستحبہ

بحمد اللہ تعالیٰ کتب احادیث میں اوقاتِ نماز کے بارہ میں بہت سی روایات موجود ہیں صحیح مسلم شریف کی حدیث مبارکہ جو ابھی گزری ہے اس باب میں نہایت جامع ہے یعنی اس دوران جب بھی نماز پڑھی جائے گی درست ہوگی اور وقت مسنونہ میں ہوگی۔ اس سے زیادہ تاخیر مکروہ ناجائز ہوگی۔ اسی طرح قبل

---

۱ موطا امام مالک ص 5 باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

۲ موطا امام مالک ص 5 باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

از وقت نماز پڑھنا بھی درست نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذی شان ہے۔

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا"

یعنی اس میں شک نہیں کہ نماز ایمان والوں پر مقرر شدہ اوقات میں فرض ہے۔[1]

لیکن ان اوقات میں زیادہ افضل وقت کونسا ہے۔ اب اسی بارہ میں کچھ احادیث مبارکہ نقل کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول ومنظور فرمائے۔

نماز ظہر کا مستحسن وقت

اگر سردیوں کے دن ہوں تو نمازِ ظہر کا اوّل وقت میں پڑھنا زیادہ افضل ہے بلاوجہ دیر نہ کرے لیکن موسم گرما میں اتنی تاخیر کرنا کہ دوپہر کی گرمی میں ذرا کمی آجائے یہ ہی مستحب اور مستحسن ہے اس کی مؤید یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

(120) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ"۔ (بخاری ونسائی باب مذکورہ) جب گرمی شدید ہو تو نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ (بخاری[2]، نسائی[3]، ترمذی[4])

(122) حضرت زید بن کعب سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (موسمِ گرما میں) بوقتِ ظہر حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے مؤذن نے اذان دینا چاہی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] سورۃ النساء، آیت نمبر 103۔

[2] بخاری ج 1 ص 77 باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر مطبوعہ کراچی۔

[3] نسائی ج 1 ص 87 باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر مطبوعہ کراچی۔

[4] ترمذی ج 1 ص 137 باب ما جاء فی تاخیر الظہر فی شدۃ الحر مطبوعہ کراچی۔

اَبْرِدْ، اَبْرِدْ، اَوْقَالَ انْتَظِرْ، اِنْتَظِرْ وَ قَالَ شِدَّۃُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ ...... حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ۔

(بخاری شریف[1])

ترجمہ: (موسم کو) ٹھنڈا ہونے دو ٹھنڈا ہونے دو، فرمایا ابھی انتظار کرو، ابھی انتظار کرو، اور ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثرات میں سے ہے۔ اس لئے جب گرمی شدت اختیار کر جائے تو (موسم کے ذرا) ٹھنڈا ہونے پر نماز پڑھا کرو۔ (اس طرح حضور اکرم ﷺ نے روکے رکھا) حتی کہ ہمیں ٹیلوں کے سائے نظر آنے لگے۔

(123) بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ مؤذن نے اذان کہنا چاہی تو حضور اکرم ﷺ نے روک دیا اور فرمایا "اَبْرِدْ" یعنی ٹھنڈی کرو۔ ذرا ٹھہر کر پھر اذان کہنے لگا تو فرمایا "اَبْرِدْ" ابھی ٹھنڈی کر یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ (بخاری[2]، ابوداؤد[3]، ابن ابی شیبہ[4]، ترمذی[5])

(124) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا الصَّلٰوۃَ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ

(صحیح مسلم شریف[7]، بخاری[8]، نسائی[9]، ابوداؤد[10])

---

[1] بخاری شریف: باب ابراد الظہر فی شدۃ الحر ج 1 ص 76 مطبوعہ کراچی۔

[2] بخاری ج 1 ص 77۔

[3] ابوداؤد ج 1 ص 69 مطبوعہ لاہور۔

[4] ابن ابی شیبہ ج 1 ص 357 مطبوعہ ملتان۔

[5] ترمذی ج 1 ص 138 مطبوعہ لاہور۔

[6] طحاوی ج 1 ص 382 مطبوعہ لاہور رقم الحدیث 1029 نے بھی روایت کی ہے

[7] مسلم ج 1 ص 224 مطبوعہ کراچی۔ [8] بخاری ج 1 ص 77 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[9] نسائی ج 1 ص 87 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ [10] ابوداؤد ج 1 ص 70 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔

(125) امام ترمذی کے مطابق اس موضوع پر حضرت ابو سعید، حضرت ابوذر، حضرت ابن عمر، حضرت صفوان، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

(ترمذی[1])

اسی لئے امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا زیادہ بہتر ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز عصر کا مستحسن وقت

جب کسی چیز کا سایہ دومثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے قریب تک باقی رہتا ہے لیکن جب سورج اس قدر نیچے چلا جائے کہ زرد ہو جائے اس وقت نماز مکروہ ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ وقت عصر کے شروع ہونے پر جلد ہی نماز پڑھ لی جائے۔ بلاوجہ تاخیر نہ کرے۔

(126) حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عصر کو مؤخر فرماتے جب تک سورج صاف اور سفید رہتا (یعنی زرد ہونے سے پہلے پہلے ادا فرما لیتے)۔

(ابوداؤد[2])

(127) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے تو نمازِ ظہر ادا کرو اور جب سایہ دوگنا ہو جائے تو نماز

1. ترمذی۔
2. ابوداؤد وقت صلاۃ العصر ج 1 ص 70 مطبوعہ لاہور۔

عصر ادا کرو۔ (مؤطا[1])

نماز مغرب کا مستحسن وقت

سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق یعنی مغرب کی جانب کی سرخی کے ختم ہونے تک وقت نمازِ مغرب ہے لیکن اس کا اوّلین وقت میں پڑھ لینا ہی مسنون ہے۔ بلاوجہ تاخیر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

(128) حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ ظہر دوپہر (یعنی دن ڈھلے) پڑھتے، نماز عصر اُس وقت پڑھتے جبکہ سورج ابھی خوب روشن ہوتا اور نمازِ مغرب واجب ہوتے ہی (یعنی سورج کے غروب ہوتے ہی) پڑھ لیتے، عشاء کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت (یعنی جب ملاحظہ فرماتے کہ لوگ جلدی آگئے ہیں تو جلدی ادا فرما لیتے اگر نمازی دیر سے آتے تو مؤخر فرما دیتے) اور صبح کی نماز لوگ یا نبی کریم ﷺ ذرا اندھیرے میں ادا فرماتے۔ (بخاری[1])

(129) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سورج کے غروب ہوتے ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھ لیا کرتے تھے۔

(بخاری[2])

نماز عشاء کا مستحسن وقت

نماز مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی نمازِ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ایک تہائی رات تک مستحب وقت ہے۔ بلاوجہ اس سے زیادہ دیر نہ کرے۔ ''عِندَالبَعضِ'' آدھی رات تک دیر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

1. مؤطا امام مالک، باب وقوت الصلوٰۃ ص 5 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی۔
2. بخاری، مواقیت الصلوٰۃ ج 1 ص 79 مطبوعہ کراچی۔

(130) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ.

اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو ان کو حکم دیتا کہ نماز عشاء ایک تہائی رات یا آدھی رات گزرنے پر پڑھا کریں۔ (ترمذی[1])

نماز فجر کا مستحسن وقت

نماز فجر کا وقت اختتام سحری یعنی صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں اگر اس وقت کے دو برابر حصے کئے جائیں تو پہلا حصہ ''غلس'' اور دوسرا ''اسفار'' کہلاتا ہے۔ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے غلس اور اسفار دونوں میں نماز ادا فرمائی۔ البتہ اسفار میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند فرمایا۔ سوائے مزدلفہ کے کہ حاجی لوگ وہاں مونہہ اندھیرے نماز فجر ادا کریں۔

(131) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ ''اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ'' (یعنی) نماز فجر اسفار میں پڑھا کرو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(ابن ابی شیبہ[2]، سنن ترمذی[3])

(132) اس حدیث پاک کو نقل کر کے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابی برزہ، حضرت جابر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

۱۔ ترمذی، تاخیر صلوٰۃ العشاء ج 1 ص 139 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
۲۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 354 مطبوعہ ملتان۔
۳۔ سنن ترمذی، ابواب الصلوٰۃ ج 1 ص 137 مطبوعہ لاہور۔

عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں نیز سفیان ثوری اور شعبی نے یہ حدیث محمد بن اسحاق سے محمد بن عجلان نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا نیز فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔ (اسی لئے) بکثرت صحابہ کرام، تابعین صبح کی سفیدی خوب پھیلنے پر نماز فجر پڑھنے کے قائل تھے۔ (ترمذی[1])

اور یہی مذہب ہے امام اعظم علیہ الرحمہ کا کہ ''اسفار'' میں نماز فجر زیادہ افضل ہے۔

(133) مذکورہ حدیث پاک امام ترمذی کے علاوہ ابوداؤد[2]، نسائی[3]، ابن ماجہ[4]، بیہقی[5]، ابوداؤد[6]، طیالسی اور طبرانی نے تھوڑے فرق کے ساتھ نقل فرمائی۔

(134) حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی ہو سوائے مزدلفہ کے کہ وہاں حضور اکرم ﷺ نے نماز مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور صبح کی نماز (معمول کے) وقت سے پہلے ادا فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

خیال رہے کہ مزدلفہ میں کوئی نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی جاتی بلکہ نماز مغرب تاخیر سے عشاء اوّل وقت میں پڑھی جاتی ہے جبکہ نماز فجر طلوع فجر ہونے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور اس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ عموماً نماز فجر طلوعِ فجر کے بعد دیر سے یعنی اسفار میں پڑھا کرتے تھے لیکن مزدلفہ میں طلوع فجر کے بعد جلد ادا فرمائی۔

۱۔ ترمذی: باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ج 1 ص 137-136 مطبوعہ لاہور۔
۲۔ ابوداؤد ج 1 ص 72 مطبوعہ لاہور۔
۳۔ نسائی ج 1 ص 94 مطبوعہ کراچی۔
۴۔ ابن ماجہ ج 1 ص 49 مطبوعہ کراچی۔
۵۔ سنن کبریٰ للبیہقی ص 78-377 مطبوعہ ملتان۔
۶۔ ابوداؤد طیالسی عربی اردو ج 1 ص 96 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

(135) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ!

یَا بِلَالُ نَوِّرْ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَبْصُرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْاَسْفَارِ.

ترجمہ: اے بلال نماز صبح ایسی روشنی میں ادا کیا کرو کہ لوگ اپنے پھینکے ہوئے تیر کی جگہ دیکھ لیا کریں۔ اسفار (اجالے) کی وجہ سے۔

(رواہ ابوداؤد[1]، ابن ابی شیبہ[2]، طبرانی[3])

(136) نیز اس موضوع پر مزید روایات بخاری[4]، مسلم[5]، ابوداؤد[6]، نسائی[7] اور ابن ماجہ[8] میں تھوڑے فرق سے حضرت یسار بن سلامہ سے مروی ہیں جبکہ دیلمی[9] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی[10] اور بزار[11] میں حضرت ابوہریرہ سے طحاوی[12] میں حضرت عبدالرحمن بن یزید سے، سنن الکبریٰ[13]، بیہقی[14] میں

1. رواہ ابوداؤد طیالسی ج1 ص96 مطبوعہ ادارالقرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔
2. ابن ابی شیبہ۔
3. طبرانی۔
4. بخاری۔
5. مسلم۔
6. ابوداؤد۔
7. نسائی۔
8. ابن ماجہ۔
9. طبرانی۔
10. بزار۔
11. طحاوی۔
12. سنن الکبریٰ۔
13. دیلمی۔
14. بیہقی۔

حضرت ابوعثمان نہدی اور حضرت انس بن مالک سے روایات مذکور ہیں۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے مذکورہ کتب)

اوقاتِ مکروہہ

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ درج ذیل اوقات میں نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسی پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ مزید وضاحت ساتھ ساتھ ہوگی۔

(1) طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک سنت فجر کے علاوہ کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہ ہیں البتہ اس دوران فوت شدہ نماز کے فرض کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حکم نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد کا ہے یعنی نماز عصر کے فرض پڑھنے سے قبل نوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔ فرض ادا کرنے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک نہیں البتہ قضا شدہ نماز کے فرض پڑھ لے لیکن لوگوں کے سامنے قضا شدہ نماز ادا کرنے سے گریز کرے کیونکہ اپنے گناہ پر لوگوں کو مطلع کرنا بجائے خود گناہ ہے۔

(2) اسی طرح جب سورج غروب ہو رہا ہو یا طلوع ہو رہا ہو تو جس وقت تک اُس پر نظر ٹھہر سکے نماز ادا نہ کرے اور یہ وقت طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا تقریباً بیس منٹ صبح اور بیس منٹ شام ہے۔ اس دوران فرض نماز کی قضا بھی جائز نہیں۔

(3) عین نصف النہار کے وقت بھی نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

نوٹ:۔ یہ وہ اوقات ہیں کہ مشرکین، ستارہ پرست سورج کو سجدہ کرتے تھے۔ سورج طلوع ہو رہا ہوتا تو اس کو دیکھتے اور سجدہ کرتے اور کہتے کہ ہمارا دیوتا آ گیا ہے۔ جب دوپہر یعنی نصف النہار ہوتا تو پھر سجدہ کرتے اور کہتے کہ ہمارا دیوتا

پورے جوبن پر ہے اور جب غروب ہوتے وقت زرد ہو جاتا کہ نظر ٹھہر سکے پھر سورج کو دیکھتے اور سجدہ کرتے اور کہتے کہ زیارت کرلو دیوتا جارہا ہے۔ اہل ایمان کو ان تینوں اوقات میں کوئی بھی سجدہ، فرض، سنت، واجب، نفل ادا کرنے سے منع فرمادیا گیا تاکہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اب اس موضوع پر چند ایک احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(137) حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسی بات ارشاد فرمائیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو ارشاد فرمائی ہو جس کی مجھے خبر نہیں۔ خصوصاً نماز کے بارہ میں ارشاد فرمایئے تو حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

صَلِّ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْفَعَ فَاِنَّھَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَھَا الْکُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مَشْھُوْدَۃٌ مَحْضُوْرَۃٌ حَتّٰی تَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَھَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مَشْھُوْدَۃٌ مَحْضُوْرَۃٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّھَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطٰنٍ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَھَا الْکُفَّارُ۔ (صحیح مسلم[1])

ترجمہ: صبح کی نماز پڑھ کر کوئی اور نماز پڑھنے سے رُکے رہو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے۔ گویا سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار (سورج پرست) اسے سجدہ کرتے ہیں۔ جب سورج کچھ

[1] صحیح مسلم باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا۔

بلند ہو جائے تو پھر نماز پڑھو اس لئے کہ یہ نماز بارگاہ رب العزت میں (قبولیت کیلئے) پیش کی جاتی ہے۔ (یہ سارا نماز کا وقت ہے) یہاں تک کہ نیزہ بے سایہ ہو جائے۔ (یعنی وقت نصف النہار) تو پھر نماز نہ پڑھ، کہ یہ وقت جہنم کو بھڑکانے کا ہے (کہ سورج کی پرستش پر غضب خداوندی کا وقت ہے) اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے (یعنی سورج ڈھل جائے) تو پھر نماز پڑھ اور اس وقت نماز بھی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے اور جب عصر پڑھ چکو تو دوسری نماز سے رک جاؤ چونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اس وقت بھی (سورج پرست) کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

نوٹ:۔ اس قسم کی احادیث مبارکہ پڑھ کر بعض احباب پریشان ہو جاتے ہیں کہ حقیقتاً تو سورج غروب ہوتا ہی نہیں یعنی ایک طرف معلوم ہوتا ہے کہ غروب ہو رہا ہے حالانکہ عین اسی لمحے دوسری طرف طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یہ شیطان کے سینگوں والا معاملہ کیا ہے؟ یاد رہے کہ عند البعض طلوع وغروب آفتاب کے وقت اس بستی کا سب سے بڑا شیطان اس بستی کے مشرق یا مغرب کی جانب یوں کھڑا ہو جاتا ہے کہ گویا سورج اس کے سینگوں کے درمیان سے نکل رہا ہے یا غروب ہو رہا ہے۔ اس وقت کفار جب سورج کو سجدہ کرتے ہیں تو وہ شیطان خوش ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ اس کی عبادت ہو رہی ہے اور ایسا ہر ہر بستی میں ہوتا ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقتہ)

(138) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ

اَلْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ. (صحیح بخاری[1])

ترجمہ: نماز صبح کے بعد آفتاب کے بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز (نفل) جائز نہیں۔

شبہ اور اُس کا ازالہ

بعض احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود نمازِ عصر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے جبکہ متعدد احادیث مبارکہ میں اس کی ممانعت ہے۔ ان ساری روایات کی بہترین شرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ ارشاد گرامی جوان کے آزاد کردہ غلام ذکوان کے حوالہ سے سنن ابوداؤد میں مذکور ہے۔

(139) حضور رحمتِ عالم ﷺ خود تو عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے لیکن دوسروں کو منع فرماتے اور خود تو صوم وصال (پے در پے کچھ کھائے پیئے بغیر کئی دن کا روزہ) رکھتے لیکن دوسروں کو منع فرماتے۔ (ابی داؤد) اس لئے عصر کے بعد کی دو رکعتیں پڑھنے کو رسول اللہ (ﷺ) کے خصائص میں شمار کرنا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد[2])

(واللہ تعالیٰ اعلم)

---

[1] صحیح بخاری ج1 ص82 باب لاتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس مطبوعہ کراچی۔

[2] سنن ابوداؤد ج1 ص199 باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعۃ مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

باب سوم

اذان

اذان کا کہنا بہت ہی فضیلت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کسی کی بات احسن واعلیٰ ہو سکتی ہے کہ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے اور تسلیم کرے کہ میں مسلمان ہوں۔[1]

بہت سی احادیث مبارکہ میں اذان کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے چند ایک ملاحظہ فرما کر ایمان کو تازگی بخشیں۔

(140) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن وانس اور ہر وہ شے جو مؤذن کی اذان کی آواز سنتے ہیں قیامت کے دن مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری شریف[2])

(141) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سات سال تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اذان دی اُس کے لئے جہنم سے آزادی تحریر فرما دی جاتی ہے۔ (ترمذی[3]، ابن ماجہ[4])

---

[1] سورۃ حٰم سجدہ، آیت 33۔

[2] بخاری شریف ج1 ص86 مطبوعہ کراچی۔

[3] ترمذی ج1 ص150 باب ماجاء فی فضل الاذان مطبوعہ لاہور۔

[4] ابن ماجہ ص83 باب فضل الاذان وثواب المؤذنین مطبوعہ لاہور۔

اذان کی مشروعیت

اذان 2ھ میں شروع ہوئی۔ کتب سیرہ کے مطابق ایک دن حضور اکرم ﷺ نے جماعت صحابہ سے نماز کے لئے جمع ہونے کے بارہ میں مشورہ فرمایا تو صحابہ نے اس زمانہ کے مروجہ طریقے عرض کئے۔ مثلاً عرض کیا گیا کہ آگ جلا کر اونچی کر دی جائے تا کہ وقتِ نماز کا پتہ چلے مگر آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے یہ مشورہ رد کر دیا گیا پھر ناقوس اور سنکھ بجانے کا مشورہ پیش کیا گیا مگر یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے اسے بھی پذیرائی نہ ملی۔ البتہ اس طرف بعض صحابہ کا دھیان ضرور گیا کہ اگر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے لئے سنکھ (ایک مخصوص باجہ) بجالیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ پھر ایک رات عبداللہ بن زید اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب میں اذان کا طریقہ سکھلا دیا گیا۔ کتب احادیث میں ہے کہ!

(142) حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہٖ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس کا حکم ارشاد فرمایا تا کہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ناقوس پکڑے ہوئے ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ناقوس بیچو گے؟ تو اس نے کہا کہ تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔ میں نے کہا کہ ہم نماز کے لئے لوگوں کو بلائیں گے تو اس نے کہا کہ میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں (یعنی ضرور بتائیے) تو اس نے کہا کہ کہہ اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... آخر اذان تک ...... اور اسی طرح اقامت ہے اور صبح ہوئی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور جو میں نے خواب دیکھا تھا عرض کر دیا اس پر آپ ﷺ نے

فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تم نے حق دیکھا ہے۔ پھر فرمایا تم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تم سے بلند ہے۔ تم اس کو بتاتے جاؤ یہ کہتا جائے گا۔ چنانچہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور اُن کو بتانے لگا وہ اذان دیتے (جا رہے) تھے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو سنا تو اپنے گھر سے (اس قدر تیزی سے) نکلے کہ ان کی چادر زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی اور وہ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی اسی کی مثل ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے) الحمدللہ فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ابی داؤد نے اپنی سنن میں بیان فرمایا نیز دارمی اور ابن ماجہ نے اس کو نقل فرمایا۔ مگر ''اقامت'' کا ذکر نہ کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن وصحیح ہے۔ انہوں نے ناقوس کا ذکر نہ فرمایا۔ (ملاحظہ ہو ۱،۲،۳،۴)

(143) امام ابوداؤد نے جو کلمات اذان حضرت زید بن عبداللہ سے نقل فرمائے وہ درج ذیل ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ — اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ — اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ — حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

۱ ابو داؤد ص 83 باب کیف الاذان مطبوعہ ریاض۔
۲ سنن دارمی ج 1 ص 287 مطبوعہ کراچی۔
۳ ترمذی ج 1 ص 146 باب ماجاء فی بدء الاذان مطبوعہ لاہور۔
۴ ابن ماجہ ص 135 باب بداء الاذان مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ   حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ   لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
(ابوداؤد[1])

(144) فجر کی اذان میں اضافہ:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

فَاِنْ کَانَ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ قُلْتَ   پھر اگر صبح کی نماز کا وقت ہو تو کہو
اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ   نماز نیند سے بہتر ہے۔
اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ   نماز نیند سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد[2])

خیال رہے کہ یہ طویل حدیث پاک کا ایک حصہ ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابومحذورہ کو پوری اذان سکھلائی اور اذان صبح میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا حکم دیا۔

(145) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اذان فجر میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے ساتھ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے۔

اذان کا جواب دینا

جب اذان ہو رہی ہو تو نہایت خاموشی اور وقار کے ساتھ اذان سنے اور مؤذن کے کلمات کو اسی طرح دھراتا ہوا جواب دیتا جائے۔ سوائے حَیَّ عَلَی

۱؎ ابوداؤد ج 1 ص 83 مطبوعہ لاہور۔
۲؎ ابوداؤد ج 1 ص 84 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۳؎ رواہ البیہقی ص 423 وقال اسنادہ صحیح باب التثویب فی اذان الصبح مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے ان کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے۔ اگر بہت سی مساجد میں اذان ہو رہی ہو جس طرح کہ آج کل ہو رہا ہے تو سب سے پہلے شروع ہونے والی اذان یا پھر قریب والی مسجد کی اذان سننا اور جواب دینا کافی ہے۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسیلہ کی دعا مانگے اور یہ بات دخولِ جنت کا باعث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں احادیث مبارکہ!

(146) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب مؤذن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو تم میں سے ہر ایک اللہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ پھر جب مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر جب مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو (جواباً) کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پھر جب مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تو جواباً کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ پھر جب مؤذن کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر جب مؤذن کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (یاد رکھو جس نے) صدق دل سے یہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم شریف[1])

(147) حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اذان سن کر یہ دعا کرے کہ" اے اللہ

۱؎ صحیح مسلم شریف ص 167 مطبوعہ کراچی۔

تعالیٰ اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب (حضرت) محمد مصطفیٰ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر مبعوث فرما کہ جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (بخاری شریف[1]، مشکوٰۃ[2])

(148) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔ (صحیح مسلم[3])

ترجمہ: جب تم موذن کی اذان سنو تو تم بھی اُسی طرح کہتے جاؤ جس طرح موذن کہتا ہے۔ پھر (جب اذان ہو چکے) تو مجھ پر درود شریف بھیجو اس لئے کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو بے شک وسیلہ جنت میں (نہایت ہی اعلیٰ) درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دیا جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ (صاحب وسیلہ) میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لئے وسیلہ مانگے گا میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو صاحب ایمان اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسیلہ طلب کرے گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب

---

[1] بخاری شریف ج 1 ص 86 باب الدعاء عند النداء مطبوعہ کراچی۔

[2] مشکوٰۃ ص 65 مطبوعہ کراچی۔

[3] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 166 مطبوعہ کراچی۔

ہو جائے گی۔ اور حلال ہو جائے گی اور یہ زبان مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد ہوا ہے۔ ذرا سوچئے جو ایسا کرے گا اس کے لئے تو شفاعت حلال ہوگی۔ لیکن جو اس کا انکار کرے گا اس کے لئے شفاعت .... اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

یاد رکھئے! نہ تو درود شریف کو اذان کا حصہ بنایا جائے گا کیونکہ کلمات اذان مقرر شدہ ہیں ان میں کمی بیشی حرام و بدعت ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھنے سے روکا جائے گا کہ شفاعت سے محرومی کی دلیل ہے۔ اس کے لئے درمیانی راہ اختیار کریں گے یعنی درود شریف کو اذان سے علیحدہ کر کے پڑھیں گے۔ اس جگہ اس موضوع پر زیادہ بحث نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ چاہیں تو مؤلف کتاب ہذا کی تالیف ''امت وسطی'' کا مطالعہ فرمائیں۔ مسلکی جھگڑوں کے بارہ میں نہایت ہی مفید کتاب ہے۔

اقامت کا بیان

اقامت کے کلمات مسنونہ سترہ ہیں یعنی اذان کے کلمات کے علاوہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ دو مرتبہ ہیں۔

(149) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے موذن تھے) فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت کا طریقہ خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھلایا اور فرمایا کہ اقامت کے کلمات سترہ ہیں یعنی:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ — اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ — اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ — حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(سنن ابی داوٗد[1])

(150) امام ترمذی نے بھی مذکورہ بالا حدیث پاک کونقل کر کے فرمایا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ۔ نیز حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ تھی (یعنی کلمات اذان و اقامت دو دو مرتبہ ادا کرتے تھے)۔ (ترمذی[2])

(151) بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ کلمات اذان بھی دو دو مرتبہ کہے جائیں اور کلمات اقامت بھی دو دو مرتبہ ہی کہے جائیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آدمی کے قریب سے گزرے جو کلمات تکبیر ایک ایک بار کہہ رہا تھا تو آپ نے (غصہ میں) فرمایا۔ ''مَثْنٰی مَثْنٰی لَا اُمَّ لَکَ'' تیری ماں نہ رہے دو دو بار پڑھ۔ (رواہ بیہقی[3])

فائدہ: معلوم ہوا کہ کلمات اذان کی طرح کلمات اقامت بھی دو دو مرتبہ ہیں۔ ایک ایک کلمہ سے اقامت کہنا درست نہیں ہے اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک ایک مرتبہ کلمات اقامت کہنے والے کو ڈانٹا۔ ذرا سوچئے کہ احادیث مبارکہ کو ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(152) بعض حضرات حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو

[1] سنن ابی داوٗد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 84 مطبوعہ لاہور۔
[2] ترمذی ابواب الصلوٰۃ ج 1 ص 147-146 مطبوعہ لاہور۔
[3] رواہ بیہقی ص 17-416 مطبوعہ ملتان۔

دلیل بناتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور کلمات اقامت اکہرے کہا کریں۔ (رواہ بخاری[1]، مسلم[2])

واضح ہو کہ حنفیہ کے نزدیک یہ حکم پہلا ہے لیکن جب یہ حکم منسوخ ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دو دو مرتبہ کلمات اقامت کہتے تھے۔ جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقل عمل دوہری اقامت کے کہنے کا رہا کہ جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہی حکم تھا۔ (طحاوی[3])

(153) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (کلمات) اذان بھی دو دو بار کہتے تھے اور اقامت بھی دو دو بار ان دونوں کو تکبیر سے شروع کرتے اور تکبیر پر ختم کرتے۔ (دار قطنی[4])

(154) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (کلمات) اذان اور اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے۔ (دار قطنی[5])

(155) سنن ابو داوٗد کتاب الصلوٰۃ میں حضرت معاذ بن جبل سے ایک طویل حدیث مبارکہ مروی ہے جس میں نماز اور روزے کی مختلف زمانوں میں مختلف حالتوں کا ذکر ہے (یعنی پہلے اس طرح تھا پھر منسوخ ہو کر ایسے ہوا) اُس میں بھی

[1] رواہ بخاری ج 1 ص 85 کتاب الاذان۔
[2] مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 164 مطبوعہ کراچی۔
[3] طحاوی الاقامہ کیف ہی؟ ج 1 ص 277 عربی اردو، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
[4] دار قطنی ج 1 ص 332 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[5] دار قطنی ج 1 ص 332 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

اذان و اقامت کا ذکر ہے اُس کے مطابق اذان کے پندرہ کلمات ہیں جبکہ اقامت سترہ یعنی اذان کے کلمات کے علاوہ ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' دومرتبہ کا اضافہ۔ (ابی داؤد[1])

الحمد للہ معلوم ہوا کہ حنفیہ کی اذان و اقامت عین تعلیم نبوی ﷺ اور عمل صحابہ کے مطابق ہے اور یہ بھی کہ غیر مقلدین کے امام وعلامہ شوکانی بھی نیل الاوطار جلد نمبر 2 باب صفۃ الاذان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکہری اقامت والی روایت کو منسوخ مانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ دوہری اقامت والی حدیث پرعمل کرنا لازم ہے۔ (شوکانی[2])

---

[1] ملاحظہ ہو ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 86 مطبوعہ لاہور۔

[2] ملخصا شوکانی نیل الاوطار جلد نمبر 2 ص 48 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1422ھ۔

باب چہارم:

طریقہ نمازِ مسنونہ

پاک و صاف جگہ پر پاکیزہ لباس پہن کر باوضو قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو اور نماز کی نیت کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کرے کہ انگوٹھے کانوں کی لو سے چھو جائیں۔ انگلیاں نہ تو دبا کر بند کرے اور نہ ہی تکلفاً کشادہ بلکہ اپنی اصلی حالت پر رہنے دے۔ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ ناف پر یا اس کے نیچے یوں باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو۔ انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل جبکہ درمیانی انگلیاں کلائی پر ہوں پھر ثنا یعنی ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ'' (آخر تک) پڑھے اگر باجماعت نماز پڑھتا ہو تو ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے اور امام کی قرأت سنے اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو ثنا کے بعد ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے پھر قرآن کریم کی کوئی سورۃ مبارکہ یا تین آیات مبارکہ یا ایک بڑی آیت مبارکہ جو تین چھوٹی آیات کریمہ کے برابر ہو پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو پکڑے، سر اور پیٹھ برابر ہو رکوع میں کم از کم تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم'' کہے اگر امام ہو تو صرف ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہے اور مقتدی ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدَ'' کہے جبکہ تنہا پڑھنے والا دونوں جملے کہتا ہوا کھڑا ہو جائے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں اس طرح جائے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اور پھر ان ہاتھوں کے درمیان سر یعنی پہلے ناک پھر پیشانی زمین پر لگائے۔ بازؤں کو کروٹوں، پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھے زمین سے اُٹھائے نہیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں

بھی قبلہ رُخ سیدھی ہوں سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا پہلے سر پھر ہاتھ اُٹھائے اور دائیں قدم کو یوں کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ رو رہیں اور بایاں قدم بچھا کر اس پر سیدھا ہو کر بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے برابر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اُٹھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے۔ اب صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرأت شروع کر دے پھر حسب سابق رکوع و سجود کے بعد مذکورہ طریقہ پر بیٹھ جائے اور التحیات، عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھے۔ اس میں اپنی جانب سے کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ تشہد پڑھتے ہوئے جب کلمہ لا الہ کے قریب پہنچے تو دائیں ہاتھ کی درمیانی لمبی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اس کے ساتھ والی انگلی اور چھنگلیا کو ہتھیلی سے ملا کر انگشت شہادت کھڑی کرے اور جب کلمہ الا اللہ پر پہنچے تو انگشت شہادت کو گرا کر سب انگلیاں روبقبلہ سیدھی کرے اگر دو سے زیادہ رکعتیں ادا کرنا ہوں تو کھڑا ہو جائے اور حسب سابق نماز ادا کرے لیکن فرضوں کی آخری دونوں رکعتوں میں فاتحہ شریف کے بعد کوئی سورۃ ملانا ضروری نہیں البتہ سنن ونوافل میں ضرور ملائے۔ آخری قعدہ میں کہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا التحیات شریف کے بعد درود شریف ابراہیمی پڑھے اور کوئی مسنونہ دعا پڑھے۔ ازاں بعد دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیر دے۔ نماز وتر میں تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے قبل اللہ اکبر کہتا ہوا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے پھر ہاتھ باندھ کر کوئی مسنونہ دعائے قنوت پڑھے۔

عورت کے لئے نماز میں چند چیزیں مرد سے جدا ہیں مثلاً عورت تکبیر تحریمہ میں صرف کندھوں تک ہاتھ اُٹھائے گی اور ہاتھوں کو دوپٹے وغیرہ سے باہر نہیں نکالے گی قیام میں ہاتھ سینے پر یوں باندھے گی کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی۔

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ یوں رکھے گی کہ انگوٹھا ایک طرف اور باقی انگلیاں دوسری طرف رکوع وسجود سمٹ کر کرے گی یعنی سجدہ میں مرد کے برعکس پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے ملائے گی۔ التحیات میں بیٹھتے وقت دونوں پاؤں کو ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھے گی۔ کپڑے کو پاؤں کی پشت تک لٹکائے گی۔ ہاتھوں، چہرے اور پاؤں کے سوا باقی سارے جسم کو بمعہ کان اور سر کے بالوں کے کسی ایسے کپڑے سے چھپائے گی کہ بالوں کی سیاہی تک نظر نہ آئے۔

یاد رہے! نماز میں بعض چیزیں شرط ہیں مثلاً نمازی کا جسم، کپڑوں اور جائے نماز کا پاک ہونا۔ مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں اور عورت کے لئے سوائے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے تمام جسم کا ڈھکا ہوا ہونا، قبلہ کی طرف رُخ کا ہونا۔ نماز کے وقت کا ہونا۔ نیت کا ہونا یہ سب نماز کے لئے شرائط ہیں۔ بلا عذر شرعی ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اسی طرح نماز کے فرائض میں سے کوئی رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی مگر یہ کہ عذر شرعی ہو۔

فرائض یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام کرنا، خیال رہے کہ فرض نماز، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے، باقی سنتوں میں سنت اور نوافل میں نفل ہے۔ (۳) نماز میں قرآن کریم کا پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) قعدہ اخیر (۷) سلام پھیر کر نماز سے باہر آنا۔

واجبات نماز:

فرض کی پہلی دو اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔

فرض کی پہلی دو رکعتوں اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کم از کم تین آیات مبارکہ یا ایک بڑی آیت مبارکہ کا پڑھنا۔ رکوع کے بعد سیدھے کھڑا ہونا، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، پہلے قعدہ میں صرف التحیات پڑھنا۔ دونوں قعدوں میں التحیات کا پورا پڑھنا۔ قرأت امام کے وقت مقتدی کا خاموش رہنا۔ دوسرے واجبات میں امام کی پیروی کرنا، ترتیب نماز کا قائم رکھنا۔ نماز میں مکمل اطمینان کا ہونا۔ فجر، مغرب، عشاء، عیدین، جمعہ، تراویح اور رمضان میں وتروں میں بلند آواز سے قرأت کرنا۔ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنا۔ عیدین میں چھ تکبیرات کا زائد کہنا واجبات نماز ہیں۔

اب اس مسنون طریقہ کے بارہ میں احادیثِ نبویہ سے دلائل اور مزید کلمات پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

طہارت

نمازی کا بدن کپڑے اور جائے نماز کا پاک ہونا۔ اس موضوع پر قبل ازیں تفصیل سے گزر چکا ہے (یعنی پہلا باب کتاب الطہارہ) وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سترِ عورت

مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورت کے لئے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ڈھانپنا ضروری ہے۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں البتہ سر ڈھانپنے کے بارہ میں عموماً بد احتیاطی برتی جاتی ہے۔ اس لئے اس جگہ صرف اس موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ خیال رہے کہ مرد کے لئے سر ڈھانپنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے البتہ عورت کے لئے شرط ہے۔

سر ڈھانپنا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف[1])

ترجمہ: اے اولاد آدم اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔

اس جگہ زینت سے مراد پورا لباس ہے جس طرح جمہور مفسرینِ کرام نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں باب ہی یہ باندھا کہ "بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ وَقَوْلُ عَزَّوَجَلَّ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" (بخاری[2])

یعنی "باب کپڑے پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے اولاد آدم مسجد میں آؤ تو زینت کیا کرو"۔

نہایت افسوس سے تحریر کر رہا ہوں کہ آج کل ننگے سر نماز پڑھنا ایک فیشن سا بنتا جا رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں اندھا دھند یہ عمل کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اگر تحقیق کی جائے تو حضرات اہل سنت اور غیر مقلدین حضرات میں کوئی بھی اہم شخصیت ایسی نہیں کہ جس نے ننگے سر نماز پڑھنے کو اچھا عمل قرار دیا ہو۔

ہاں البتہ اگر ننگے سر نماز پڑھنا کسی مجبوری کی وجہ سے ہو یا حالت احرام میں ہو یا کبھی بیان جواز کے لئے ہو تو حرج نہیں۔ بہرحال اسے عادت بنا لینا اور کپڑا ہوتے ہوئے سر نہ ڈھانپنا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ کے سخت خلاف ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے لباس میں عمامہ قدیم زمانہ سے شامل ہے۔ (خطہ عرب

---

1. سورۃ الاعراف، آیت 31۔
2. بخاری کتاب الصلوٰۃ ج1 ص51 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ شہری آبادی مثلاً مکہ مکرمہ وغیرہ بہت تھوڑی تھی۔ عموماً لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ شہر کے متمول لوگ تجارت پیشہ تھے جبکہ باقی لوگ عموماً بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ننگے سر تجارت کے لئے سفر کرنا خانہ بدوشی کی زندگی گزارنا یا بھیڑ بکریاں اور اونٹوں کو چرانا نہایت ہی دشوار تھا۔ اس لئے لوگ اپنے سروں پر عمامہ باندھا کرتے تھے یہاں تک کہ عمامہ لباس عرب کا لازمی حصہ قرار دیا گیا۔ جس طرح عجمی بادشاہ اور سرداران قوم اپنے سروں پر تاج رکھتے تھے اسی طرح سردارانِ عرب بڑے بڑے عمامے باندھتے تھے۔ اہل عرب میں سر ڈھانپنے کا یہ رواج آج تک پایا جاتا ہے کہ ہر شاہ و گدا اپنے سر کو ڈھانپتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عمامہ کے بارہ میں کتب احادیث میں بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ حصول برکت کے لئے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(156) سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے کا فرق ہے۔ (یعنی وہ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر) ماوردی یہی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عمامے کا ہر پیچ جو مسلمان سر پر دے گا اس کے بدلہ میں قیامت کے دن نور عطا فرمایا جائے گا۔ (سنن ابو داؤد[1]، جامع ترمذی[2])

(157) سنن ابو داؤد جلد دوم، صحیح مسلم شریف کتاب الحج میں حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر شریف پر

1 سنن ابو داؤد ج 2 ص 209 مطبوعہ لاہور۔
2 جامع ترمذی ج 2 ص 436 مطبوعہ لاہور۔

تشریف فرما دیکھا اور آپ کے سر انور پر عمامہ شریف تھا۔ (ابو داؤد[1]، مسلم[2])

(158) سنن ابو داؤد جلد اول کتاب الطہارت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ پر قطر (نامی بستی) کا بنا ہوا عمامہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو (دوسری روایت میں دونوں ہاتھوں کو) عمامہ شریف کے نیچے داخل فرمایا اور سرِ انور کی اگلی جانب کا مسح فرمایا۔ اس طرح کہ نہ تو عمامہ شریف کو کھولا اور نہ ہی سر انور سے نیچے اتارا۔ (ابو داؤد[3])

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ شریف کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ بعض اوقات دورانِ وضو بھی سرِ انور سے نہ اتارتے بلکہ یونہی اپنے مبارک ہاتھ عمامہ شریف میں داخل فرما کر سر انور کا مسح فرما لیتے۔ صحابہ کرام نے عمامہ شریف سے کتنی محبت کی اس کا اندازہ امام بخاری کی اس روایت سے لگایئے۔

(159) حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین (سخت موسم میں) پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے۔ (بخاری[4])

فائدہ: اللہ، اللہ ہماری یہ حالت ہے کہ معمولی گرمی میں بے چین ہو جاتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سخت موسم میں بھی ننگے سر نہ ہوتے

1 ابو داؤد ج 2 ص 209 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2 صحیح مسلم کتاب الحج مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 ابو داؤد ج 1 ص 31 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
4 بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 56 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تھے۔ یادر ہے کہ بلا عذرِ شرعی عمامے کی پیچ یا ٹوپی سے پیشانی نہیں ڈھانپنی چاہیے۔

(160) جیسا کہ ابی داؤد شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو عمامہ سے پیشانی ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو خود اپنے مبارک ہاتھ سے اس کے عمامے کو اوپر کر کے اس کی پیشانی کو ننگا کر دیا۔ (ابی داؤد)

(161) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب عمامہ شریف باندھتے تو اس کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔ (مشکوٰۃ[1]، ترمذی[2])

(162) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھنا اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اس (کے شملہ) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔ (مشکوٰۃ[3])

(163) حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی ٹوپیاں سر کو لگی ہوئی ہوتی تھیں۔ (یعنی بہت اونچی نہیں ہوا کرتی تھیں) (ترمذی[4])

(164) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے پگڑی بندھوائی اور اس کا شملہ میرے آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔

(165) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اکثر اوقات اپنے سر مقدس کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ (ترمذی[5])

---

۱ مشکوٰۃ ص 374 مطبوعہ کراچی۔
۲ ترمذی ابواب اللباس ج1 ص 437 مطبوعہ لاہور۔
۳ مشکوٰۃ عن البیہقی ص 377 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۴ ترمذی باب کیف کان کمام الصحابہ ص 413 مطبوعہ ریاض سعودیہ۔
۵ سنن ترمذی ص 730 مطبوعہ لاہور۔

(166) حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عمامے باندھو اور اگلی امتوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔ (کیونکہ وہ عمامہ نہیں باندھتے) (بیہقی[1])

(167) ابو بکر ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد طیالسی و ابن منیع نے مسانید میں جبکہ امام بیہقی نے سنن میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا (عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا) عمامہ باندھتے ہیں۔ بے شک عمامہ کفر و اسلام میں فرق کرنے والا ہے (یعنی مومن عمامہ باندھتا ہے)۔ (توضیح[2])

بحمد اللہ تعالیٰ ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ عمامہ باندھنا یا مطلقاً سر ڈھانپنا رسول اللہ ﷺ کا نہایت ہی پسندیدہ عمل تھا۔ جبکہ آخری دو روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عمامہ باندھنا ہی مسلمان کی شان اور پہچان ہے اور اس کا بالکل ترک کر دینا کسی بھی صورت مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ دوران نماز سر ڈھانپنا حکم نبوی ہے اور سر ننگا رکھنا نافرمانی ہے۔

(168) عمامہ سے نماز پڑھنے کی فضیلت:

مُسْنَدُ الْفِرْدَوْسِ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا بغیر عمامہ کے نماز سے ستر گنا زیادہ افضل ہے۔ (مسند[3])

---

۱ بیہقی فی شعب الایمان۔
۲ توضیح الحکم۔
۳ مسند الفردوس۔

(169) ننگے سر نماز کی ممانعت:

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

وَکَانَ ﷺ یَأْمُرُ بِسَتْرِ الرَّأْسِ فِی الصَّلٰوۃِ بِالْعِمَامَۃِ اَوِ الْقَلَنْسُوَۃِ وَیَنْھٰی عَنْ کَشْفِ الرَّاْسِ فِی الصَّلٰوۃِ.

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نماز کے دوران سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے خواہ وہ عمامہ یعنی پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(کشف الغمہ[1])

خیال رہے! کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ اہل حدیث (غیر مقلد) حضرات کے نزدیک نہایت ہی معتبر اور ولی کامل شخصیت گزرے ہیں۔ مشہور اہل حدیث علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی ''کتاب التعویزات'' ص 170 مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور اور غیر مقلد عالم دین میر ابراہیم سیالکوٹی نے اپنی کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' میں آپ کی بہت تعریف کی اور کمال درجہ عقیدت کا اظہار فرمایا۔ (تاریخ اہل حدیث[2])

فیصلہ: مناسب معلوم ہوتا ہے اس بحث کے آخر میں علمائے اہل حدیث کے ارشادات و فتاویٰ نقل کر دیئے جائیں تا کہ ننگے سر نماز پڑھنے کو شعار بنانے کی بدعت کا قلع قمع ہو سکے۔

غیر مقلد حضرات کے نزدیک سر ڈھانپنے کی اہمیت:

مولانا ثناء اللہ امرتسری نہایت مشہور معروف غیر مقلد (اہل حدیث) عالم دین ہیں وہ تحریر کرتے ہیں کہ ''صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو

1. کشف الغمہ مطبوعہ جلد اول ص 85
2. ملاحظہ ہو ''تاریخ اہل حدیث ص 82 مطبوعہ مکتبہ الرحمٰن سلفیہ سرگودھا۔

آنحضور ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو۔ پگڑی سے یا ٹوپی سے''۔ (فتاویٰ ثنائیہ[1])

بدعت: مولانا ابوسعید شرف الدین نے لکھا'' (ننگے سر اگرچہ) نماز ادا ہو جائے گی مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے آنحضرت ﷺ نماز میں اکثر عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے۔ مگر یہ جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ پھر اس کو سنت کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بے وقوفی ہے ایسے ہی برہنہ سر کو بلاوجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلافِ سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔ (ثناء اللہ[2])

نوٹ:۔ حضرت بات گول کر گئے حق یہ تھا کہ تحریر کیا جاتا کہ اس کو شعار بنا لینا خلاف سنت اور بدعت ہے کیونکہ جو چیز سنت کی مخالفت میں ہوتی ہے وہ بدعت سَیِّئَہ ہوتی ہے۔

خلاف عقل:

فتاویٰ علماء اہل حدیث میں ہے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھ لی جائے تو بالاتفاق جائز ہو گی لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔ جواز کے باوجود ایسی عادت عقل و فہم کے خلاف ہے۔ عقل مند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور اہل علم کا طریقہ وہی ہے۔ جواب تک مساجد میں متواتر اور معمول رہا ہے (یعنی سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا) اگر اس حسِ لطیف (یعنی عقل) سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا

1. فتاویٰ ثنائیہ از ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 525 و ص 524 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۔
2. ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 ص 523 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۔

ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔ بطور فیشن ، لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل (ننگے سر رہنے کی) عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑ لے سے کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔ (فتاوٰی[1])

ناپسندیدہ فعل:

اس باب میں مولانا غزنوی رقم طراز ہیں ''اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہے تو نماز مکروہ ہے اگر خشوع کے لئے نہیں ہے بلکہ سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقین کی عادت ہے غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔ (فتاوٰی[2])

ملاحظہ فرمایئے: مولانا غزنوی نے ننگے سر نماز پڑھنے کو (احرام کے سوا) مکروہ منافقت اور ناپسندیدہ فعل قرار دیا جبکہ فتاوٰی اہل حدیث میں عادتاً ننگے سر نماز پڑھنے والے کو جاہل، حسِ لطیف (عقل) سے محروم متعصب (ضدی) مکروہ عمل کا کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ کے عملِ متواترہ کی مخالفت کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر اور بھی بہت سا مواد موجود ہے مگر میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اگر کسی نے نہ ماننا ہو تو دلائل کے انبار بھی بے کار ثابت ہوتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ جو ہمارا فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔ باقی وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

1 فتاوٰی علماء اہل حدیث جلد 3۔
2 فتاوٰی علماء اہل سنت جلد 4۔

استقبال قبلہ

نماز پڑھتے ہوئے ضروری ہے کہ نمازی کا رُخ حرم کعبۃ اللہ کی طرف ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ (سورۃ البقرۃ 44)

ترجمہ: پس اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف کرو اور جہاں کہیں بھی تم ہو اپنا مونہہ اس کی طرف پھیر لو۔ (سورۃ[1])

خیال رہے کہ یہاں سمت قبلہ مراد ہے مکہ مکرمہ کے رہنے والے عین قبلہ کی طرف مونہہ کریں جبکہ باقی روئے زمین والے محض سمت قبلہ کی طرف اپنا رُخ کریں گے۔

نماز کا وقت ہونا

قبل از وقت نماز کا پڑھنا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ذی شان ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔

ترجمہ: نماز ایمان والوں پر مقررہ شدہ اوقات میں فرض ہے۔ (النساء[2])

یعنی جب تک نماز کا وقت ہی نہ ہوگا نماز فرض نہ ہوگی۔ اس لئے قبل از وقت پڑھی گئی اذان اور نماز درست نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مقرر شدہ اوقات میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے اگر مقررہ وقت گزر جائے تو نماز قضا ہو جاتی ہے۔

1 سورۃ البقرۃ، آیت 44۔
2 سورۃ النساء، آیت 113۔

نیت کا ہونا

نیت کا تعلق دل کے ساتھ ہے یعنی نماز پڑھنے سے قبل اپنے ذہن کو حاضر کر کے دل میں ارادہ کرے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے پھر یہ نماز فرض ہے یا سنت یا نفل علاوہ ازیں باجماعت ہے یا تنہا بس دل میں ان امور کا تعین کر لینا ہی کافی ہے۔ لیکن اگر دھیان کی پختگی نہ ہو تو مستحب ہے کہ زبان سے بھی کلمات ادا کرے۔

(170) سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (بخاری[1])

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

قیام

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ فرض نماز، واجب نماز اور سنت فجر میں قیام فرض ہے باقی سنتوں میں سنت اور نوافل میں نفل، یعنی اگر نفل بیٹھ کر بھی پڑھے تو گناہگار نہیں اگرچہ ثواب میں کمی ہوگی۔

(171) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ:

صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى الْجَنْبِ. (بخاری[2])

ترجمہ: نماز کھڑے ہو کر ادا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اگر ایسے بھی ممکن نہ ہو تو لیٹ کر پڑھو۔

[1] بخاری ج 1 ص 2 مطبوعہ کراچی۔
[2] بخاری باب اذا لم یطق قاعدا ص 150 مطبوعہ کراچی۔

تکبیر تحریمہ

چونکہ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرنے سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز کے علاوہ خارجی کام حرام ہو گئے۔ اس لئے پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ باقی سب تکبیرات کو صرف تکبیر کہتے ہیں۔

(172) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے پھر کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر دونوں سجدوں میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے پوری نماز اسی طرح ادا فرماتے اور تکبیر کہتے اور جب دوسری رکعت میں تشہد کے بعد کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے۔

(بخاری[1])

کانوں تک ہاتھوں کو اُٹھانا

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں۔ اس طرح عمل کرنے سے اکثر احادیثِ مبارکہ کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ بصورتِ دیگر بعض احادیثِ مبارکہ پر عمل ہوتا ہے اور بعض کی نفی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(173) امام ابوحنیفہ اپنے مسند ص 244 میں بروایت عاصم بن وائل بن حجر روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ يُحَاذِي بِهِمَا

[1] بخاری باب التکبیر ج 1 ص 109 اذا قام من السجود مطبوعہ کراچی۔

شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ. عَنْ وَائِلٍ اِنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰی یُحَاذِیَ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ اپنے کانوں کی لو کے برابر اُٹھاتے تھے۔ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ (وقت تکبیر تحریمہ) دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔ (مسند[1])

(174) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلصَّلٰوةِ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِیَالَ اُذُنَیْهِ.

ترجمہ: وائل فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ کو بوقت تکبیر تحریمہ اُٹھاتے دونوں ہاتھوں کو برابر اپنے کانوں کے۔ (شرح[2])

(175) وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ مِثْلَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا فَوْقَ اُذُنَیْهِ. (اخرجہ الطحاوی[3])

ترجمہ: اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یہاں تک ہاتھ اُٹھاتے کہ برابر کرتے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپر۔

(176) صحیح مسلم کے ص 173 جلد 1 میں بروایت وائل آیا ہے۔

اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ کَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِیَالَ اُذُنَیْهِ. (الحدیث)

1 مسند امام اعظم عربی اردو ص 86 باب افتتاح الصلوٰۃ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
2 شرح معانی الآثار (عربی اردو) ج 1 ص 403 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
3 طحاوی (عربی اردو) ص 403 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

ترجمہ: حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ جب نماز میں داخل ہوئے تو تکبیر کہی۔ ہمام نے بیان کیا کہ برابر کانوں کے۔ (صحیح مسلم[1])

(177) رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیَالَ اُذُنَیْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَیْتُهُمْ فَرَاَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَاَکْسِیَةٌ.

ترجمہ: وائل فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ نے جب نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل اُٹھائے۔ وائل نے کہا کہ پھر میں ان کے پاس آیا۔ میں نے ان کو نماز کے شروع میں اپنے ہاتھوں کو سینوں تک اُٹھاتے دیکھا اور انہوں نے بھاری چادریں اور کمبل اوڑھ رکھے تھے۔ (ابو داؤد[2])

دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اس طرح ہاتھ اُٹھانے سے سب روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے اور یہی تطبیق امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے یہ صورت بھی ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ جو حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو داؤد میں ہے۔

(178) اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَرَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی کَانَتَا حِیَالَ مَنْکِبَیْهِ وَحَاذٰی بِاِبْهَامَیْهِ اُذُنَیْهِ.

ترجمہ: وائل نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ نماز کی طرف کھڑے ہوئے۔ پس اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل ہو گئے اور دونوں انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے برابر کیا۔ (ابو داؤد[3])

1 صحیح مسلم ج 1 ص 173 مطبوعہ کراچی۔
2 ابو داؤد ج 1 ص 114 باب رفع الیدین مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3 ابو داؤد ج 1 ص 114 مطبوعہ لاہور۔

(179) یہ روایت علامہ علی قاری نے شرح مسند امام کے صفحہ 244 میں نقل فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِاِبْھَامَیْہِ اُذُنَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لَو کے برابر فرمالیتے۔ (رواہ البیہقی[1])

اس کو بیہقی نے سنن کبیر میں روایت کیا۔ کہا علی قاری نے شرح مسند میں قَالَ اَبُو الْفَرَجِ اَسْنَادُہٗ کُلُّھُمْ ثِقَاتٌ یعنی ابوالفرج فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔ (شرح مسند[2])

اور عورت بوقت تکبیر تحریمہ اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اُٹھاوے۔ کیونکہ ہر امر میں ان کے لئے ستر کا حکم ہے اور بہ نسبت کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے کندھوں کے برابر ہاتھ اُٹھانا عورت کے لئے زیادہ ستر ہے۔ ہدایہ میں اسی کو صحیح لکھا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ نے عُمْدَۃُ الرِّعَایَہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک حدیث بھی آئی ہے لیکن اس کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے۔ کَنْزُ الْعُمَّالُ جلد 7 ص 177 مطبوعہ اشرفیہ ملتان میں وہ حدیث بایں الفاظ لکھی ہے۔

(180) اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ مَرْفُوْعًا یَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَ الْمَرْءَۃُ تَجْعَلُ یَدَھَا حِذَاءَ

1 رواہ البیہقی فی السنن الکبیر مطبوعہ ملتان۔
2 شرح مسند ص 244۔

ثَدْیَیْھَا۔

امام طبرانی نے حضرت وائل حجر سے مرفوعاً یہ حدیث پاک نقل کی کہ فرمایا اے وائل جب تو نماز پڑھے تو ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے۔ (انتہٰی) (کنز العمال[1])

(181) علامہ عینی نے شرح ہدایہ ص 602 جلد 1 میں لکھا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ وَعَطَاءٍ وَالزُّھْرِیِّ وَحَمَّادٍ وَغَیْرِھِمْ اَنَّ الْمَرْئَۃَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا اِلٰی ثَدْیَیْھَا۔

ترجمہ: حضرت ام درداء اور عطاء اور زہری اور حماد وغیرہم سے روایت ہے کہ عورت دونوں ہاتھوں کو اپنے پستانوں تک اُٹھائے۔ (شرح ہدایہ[2])

داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا

(182) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں مرد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے۔

(183) امام محمد کتاب الآثار میں نقل فرماتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَمِدُ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ یَتَوَاضَعُ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

1 کنز العمال ج 7 ص 177 رقم الحدیث 19636 مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔
2 شرح ہدایہ ص 602 جلد 1۔
3 بخاری شریف ج 1 ص 102 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ دورانِ نماز (قیام میں) ایک دست مقدس دوسرے ہاتھ پر رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے تھے۔

امام محمد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ بَطْنَ كَفِّهِ الْأَيْمَنِ عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ تَحْتَ السُّرَّةِ فَيَكُوْنَ الرُّسْغُ فِي وَسْطِ الْكَفِّ.

ترجمہ: داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بند پر نیچے ناف کے رکھے تو ہاتھ کا بند ہتھیلی کے میانہ ہو جائے۔ (کتاب الآثار[1])

(184) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَكَبَّرَ وَصَفَ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى.

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ اُٹھائے پھر اپنے ہاتھ (اپنے اور اوڑھے ہوئے) کپڑے کے نیچے اس طرح باندھے کہ دایاں بائیں پر رکھا۔ (احمد[2]، صحیح مسلم[3])

ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا

آج کل یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآراء ہو رہا ہے۔ حالانکہ ناف کے نیچے ہاتھوں کا باندھنا رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

1. کتاب الآثار ص 33 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
2. احمد ص 415 طبع جدید، احمد ص 18-317 طبع قدیم مطبوعہ بیروت لبنان۔
3. صحیح مسلم ص 173 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(185) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ کو کہ آپ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا۔ (آثار السنن[1]، رواہ ابن[2]، عمدۃ الرعایہ[3])

خیال رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ امام بخاری کے استاد محترم ہیں۔

(186) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

ترجمہ: ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ (ابن ابی شیبہ[4]، رواہ ابو داود[5]، سنن کبریٰ[6]، سنن دار قطنی[7]، بذل[8]، عینی شرح[9]، عون[10])

علامہ عینی عمدۃ القاری ص 15 ج 3 میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الصَّحَابِيَّ إِذَا أَطْلَقَ اِسْمَ السُّنَّةِ فَالْمُرَادُ بِهِ سُنَّةُ النَّبِيِّ ﷺ۔ صحابی جب سنت کا لفظ

1. آثار السنن ص 90 مکتبہ امدادیہ ملتان۔
2. رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ ج 1 ص 427 مکتبہ امدادیہ ملتان۔
3. عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ص 165 ج 1۔
4. ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ ملتان۔
5. رواہ ابو داؤد ص 118 ج 1 مطبوعہ لاہور۔
6. سنن کبری امام بیہقی ج 3 ص 31 مطبوعہ ملتان۔
7. سنن دار قطنی ج 1 ص 388 مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
8. بذل المجہود شرح ابو داؤد ج 2 ص 23 مکتبہ قاسمیہ ملتان۔
9. عینی شرح ابو داؤد ج 3 ص 355 مکتبہ دار القرآن ملتان۔
10. عون المعبود شرح ابی داؤد ج 1 ص 327 جز دوم دار الکتب دار سمت مطبوعہ العلمیہ بیروت لبنان۔

بولے تو مراد اس سے سنتِ نبوی ہوتی ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہنا سنتِ نبوی مراد ہے۔ فافہم۔

(187) مزید برآں یہ کہ اس حدیث کو ابو داؤد نے اخراج کیا اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر ابو داؤد سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے حدیث وائل جو پہلے گزر چکی ہے۔ یہ حدیث اس کو مؤید ہے۔

(188) اور اسی کی تائید میں ہے۔ وہ حدیث جس کو علامہ عینی شرح بخاری صفحہ 15 جلد 1 میں لائے ہیں۔ ''مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ'' (رواہ ابن حزم من حدیث انس رضی اللہ عنہ) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے اخلاقِ نبوت میں سے ہے۔ اس کو ابن حزم نے روایت کیا۔ (التعلیق[1])

(189) اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابو داؤد ص 118 جلد اوّل میں لائے ہیں۔ ''قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَخْذُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ'' کہا ابو ہریرۃ نے ہاتھوں کا ہاتھوں پر رکھنا نماز میں ناف کے نیچے ہے۔ (ابو داؤد[2])

اگرچہ اس کی سند میں عبد الرحمٰن متکلم فیہ ہے۔ لیکن چونکہ جرح مبہم ہے اس لئے مضر نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث وائل کی جو گزری ہے اس کو قوت دیتی ہے۔

(190) اسی کی مؤید ہے وہ حدیث جس کو امام محمد نے کتاب الآثار صفحہ 28 میں روایت کیا ہے۔

---

[1] التعلیق الحسن علی آثار السنن ص 91 مطبوعہ ملتان عینی شرح ابی داؤد ص 256 مطبوعہ ملتان۔
[2] ابو داؤد ج 1 ص 118 مطبوعہ لاہور۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ مُحَمَّدٌ نَاخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں پر نیچے ناف کے باندھا کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا اسی پر عمل ہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (کتاب[1])

اس حدیث کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف ابن ابی شیبہ[2] میں روایت کیا ہے علامہ ظہیر احسن نیموی نے آثار السنن صفحہ 91 جلد اول میں اس حدیث کی سند کو حسن لکھا ہے۔[3]

(191) اسی کو قوت دیتی ہے وہ روایت جو آثار السنن صفحہ 91 جلد 1 میں ہے۔ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَاَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.

حجاج فرماتے ہیں میں نے ابو مجلز (تابعی) سے پوچھا کہ کیوں کر ہاتھ باندھوں۔ کہا کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں کف کے ظاہر پر رکھ کر نیچے ناف کے۔ یہ اثر صحیح ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ[4])

ابو داؤد صفحہ 118 میں فرماتے ہیں۔ قَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

---

[1] کتاب الآثار امام محمد ص 34 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[2] مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر 1 ص 427 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
[3] ملاحظہ ہو آثار السنن مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[4] مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

کہا ابو مجلز نے ناف کے نیچے۔ اور ابو مجلز لاحق بن حمید جلیل القدر تابعی تھے۔ (نیز دیکھیں بذل المجہود[1])

بحمد اللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ ناف پر ہاتھ باندھنا سنتِ مصطفی ﷺ ہے اور یہ عمل اخلاق نبوت سے بھی ہے۔ اس انداز میں عاجزی و انکساری کا زیادہ عنصر پایا جاتا ہے۔ جبکہ نماز میں مقصود ہی عاجزی ہے۔ بایں ہمہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات بھی موجود ہیں لیکن محدثین نے ان پر جرح فرما کر ثابت فرمایا ہے وہ روایات قابل عمل نہیں ہیں۔ (اختصاراً ملاحظہ ہو)

دورانِ نماز سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث اوران کا تجزیہ

(192) دلیل نمبر 1.

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ.[2]

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی حضور اکرم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اپنے سینے پر۔

جائزہ: یہ حدیث تین طرح منقول ہے مثلاً

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت درج ہے وہاں ''عَلٰى صَدْرِهٖ'' کی بجائے ''تَحْتَ السُّرَّةِ'' یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھے کے الفاظ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ[3])

---

۱ بذل المجہود ج 2 ص 24 وعون المعبود ج 1 ص 324 جز دوم۔

۲ ابن خزیمہ۔

۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

(۲) ابن خزیمہ کی روایت جو گزری ہے اس میں ''علی صدرہ'' ہے۔ اس کے بارہ میں ابن قیم نے اعلام الموقعین جلد 3 میں نقل کیا کہ ''اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مُؤَمَّلِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ'' حضرت وائل بن حجر سے اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں سوائے مومل بن اسماعیل کے کسی نے بھی عَلٰى صَدْرِهٖ (یعنی سینے پر ہاتھ باندھے) نقل نہیں کیا جبکہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ مومل بن اسماعیل منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا۔ نیز اس سند میں حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ ہیں حالانکہ ان کا اپنا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے اگر روایت قابل عمل ہوتی تو سفیان ثوری اس پر ضرور عمل کرتے۔

(۳) وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو بزار نے بھی نقل فرمایا لیکن وہاں علیٰ صدرہ کی بجائے عند صدرہ کے الفاظ ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن حجر ہے جو بہت سی منکر روایات کا راوی ہے۔

دلیل نمبر 2.

عَنْ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَرَاَيْتُهٗ قَالَ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ. (مسند[1])

جائزہ: اس روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے۔ امام نسائی

---

۱ مسند احمد بن حنبل ج 6 ص 297 طبع جدید بیروت لبنان۔

فرماتے ہیں کہ بایں حال یہ شخص قابل اعتماد نہیں دیگر محدثین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی روایت قابل دلیل ہی نہیں۔

(194) دلیل نمبر 3.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ ضَعْ یَدَکَ الْیُمْنٰی عَلَی الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ (الحدیث)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر حلق کے قریب رکھ۔

جائزہ: اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن ابی طالب ہے جس کی بابت موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں کہ اَشْھَدُ اَنَّہٗ یَکْذِبُ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ وَخَطَّ اَبُوْ دَاوُدَ عَلٰی حَدِیْثِہٖ اور امام ابوداؤد نے اس سے مروی ساری احادیث کو حذف فرما دیا۔ (ملاحظہ ہو میزان[1])

فیصلہ کیجئے: امانت و دیانت کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ یہ چند مجروح روایات قابل عمل ہیں یا کہ وہ بہت سی احادیث کہ جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔ یاد رہے علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر چودہ (14) احادیث بطریق محدثین نقل فرمائی ہیں۔ (جاء الحق[2])

حقائق آپ کے سامنے ہیں جو چاہے فیصلہ فرمائیں۔

(وما علینا الا البلاغ)

1. ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد 3۔
2. جاء الحق جلد 2 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور۔

ثنا پڑھنا (سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا)

ہاتھ باندھ لینے کے بعد امام و مقتدی و مفرد یعنی ہر نمازی ثناء پڑھے سب سے معروف اور مسنون ثنا یہ ہے۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

بعض حضرات محض تعصب کی وجہ سے اس ثنا کا انکار کرتے ہیں حالانکہ بکثرت احادیث مبارکہ اور عمل صحابہ سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(195) عَنْ حُمَیْدِنِ الطَّوِیْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

حضرت حمید الطویل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کہتے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

(رواہ طبرانی[1])

(196) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ (الخ) امام زیلعی نے اس حدیث کے نقل کرنے سے پہلے یہی حدیث بحوالہ دارقطنی فرمائی ہے اور پھر لکھا ہے۔ ثُمَّ قَالَ اَسْنَادُہٗ کُلُّھُمْ ثِقَاتٌ یعنی دارقطنی نے کہا کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

(197) اسی حدیث پاک کو صاحب آثار السنن نے نقل کر کے فرمایا۔ اَسْنَادُہٗ جَیِّدٌ

1. رواہ الطبرانی فی کتابہ المفرد فی الدعاء۔

یعنی اس کے راوی بڑے مضبوط ہیں۔ (آثار السنن[1])

(198) اس مذکورہ بالا حدیث پاک کی مؤید وہ حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام طحاوی نے اور ابن ماجہ نے بھی نقل فرمایا۔ اس کی راویہ حضرت سیّدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

(199) قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ o

(ترمذی[2]، طحاوی[3]، ابن ماجہ[4])

ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب حضرت رسول کریم ﷺ نماز شروع کرتے تو سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھتے۔

(200) اکثر اہل علم تابعین وغیرہم کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ انتہیٰ، ترمذی اور ابن ماجہ، ابی داؤد اور طحاوی میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح آیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ رات کو نماز کے لئے اٹھتے۔ تکبیر کہتے پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ (الخ) پڑھتے۔

(ترمذی[5]، ابن ماجہ[6]، ابوداؤد[7]، طحاوی[8])

---

1 آثار السنن ص 93 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
2 ترمذی ابواب الصلوۃ ج 1 ص 159 مطبوعہ لاہور۔
3 طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 406 مطبوعہ لاہور۔
4 ابن ماجہ ص 58 مطبوعہ کراچی۔
5 ترمذی ج 1 ص 159۔
6 ابن ماجہ ص 58۔
7 ابوداؤد ج 1 ص 121۔
8 طحاوی (عربی اردو) ص 6-405 مطبوعہ لاہور۔

(201) علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ 172 جلد 1 میں ہے۔

عَنْ عَبْدَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ يَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کلمات کو یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ۔ (الخ) کو جہر پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم[1])

(202) عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ. (الخ) (رواہ[2]، الطحاوی[3])

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز شروع کرتے تو سبحانک اللھم (الخ) پڑھتے۔ اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا۔

اور فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یاد رہے کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثنا یوں جہر پڑھنا تعلیم کی غرض سے تھا جیسا کہ دارقطنی میں اس روایت کے آگے ہے۔ يُسْمِعُنَا ذَالِكَ وَيُعَلِّمُنَا یعنی اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو سناتے تھے اور سکھاتے تھے۔ (دارقطنی[4])

(203) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ كَبَّرَ فَرَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ مِثْلُ ذَالِكَ لِيَتَعَلَّمُوْهَا۔

یعنی علقمہ اور اسود نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ آپ نے

---

1 صحیح مسلم ج 1 ص 172 مطبوعہ کراچی۔
2 رواہ الدارقطنی ج 1 ص 404 مطبوعہ ملتان۔
3 الطحاوی ج 1 ص 407 مطبوعہ لاہور۔
4 دارقطنی ج 1 ص 407 مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

تکبیر کہی اور آواز اونچا کر کے اسی طرح کہا۔ (یعنی سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ پڑھی) تا کہ لوگ اس کو سیکھ لیں۔ (طحاوی[1])

(204) امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں۔

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّ نَاسًا مِنْ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ اَتَوْا عِنْدَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمْ یَاْتُوْہُ اِلَّا لِیَسْاَلُوْہُ عَنْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَافْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَھُمْ خَلْفَہٗ ثُمَّ جَھَرَ فَقَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ.

ابراہیم کہتے ہیں کہ کچھ آدمی بصرہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض کیلئے آئے کہ ان سے دعا افتتاح پوچھیں۔ کہا اس نے پھر کھڑے ہوئے حضرت عمر اور شروع کیا انہوں نے نماز کو اور وہ لوگ ان کے پیچھے (مقتدی) تھے۔ پھر آپ نے اونچی آواز میں سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ پڑھی۔

اس حدیث کے آگے امام محمد فرماتے ہیں۔

وَبِھٰذَا نَاْخُذُ فِی اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلٰکِنَّا لَانَرٰی اَنْ یَّجْھَرَ بِذَالِکَ اِلَّا اِمَامٌ وَلَا مَنْ خَلْفَہٗ وَاِنَّمَا جَھَرَ بِذَالِکَ عُمَرُ لِیُعَلِّمَھُمْ مَا سَاَلُوْہُ عَنْہُ.

کہ ہمارا اسی پر عمل ہے لیکن ہم دعائے افتتاح کے جہر کے قائل نہیں نہ امام کے لئے نہ مقتدی کے لئے اور حضرت عمر نے اس لئے جہر پڑھی تا کہ لوگوں کو (جو پوچھنے آئے تھے) سکھا دیں۔ (کتاب الآثار[2])

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوقتِ تعلیم اسی دعا کا سکھانا، دوسری

۱ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 407 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲ کتاب الآثار للامام محمد ص 23 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

دعاؤں پر اس کا راجح ہونا ثابت کرتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ یَقُوْلُ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ یُسْمِعُنَا ذَالِکَ.

ترجمہ: ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو پڑھتے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ اس کو دارقطنی نے صفحہ 407 میں روایت کیا۔

(رواہ الدارقطنی[1])

(206) ابن تیمیہ منتقی صفحہ 16-215 میں لکھتے ہیں۔

وَرَوٰی سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِیْ سُنَنٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِلَّا کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِذَالِکَ. (سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ)

ترجمہ: سعید بن منصور نے اپنے سنن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ افتتاح فرماتے تھے ساتھ اس کے یعنی دعائے افتتاح یہی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ اس کے آگے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا اس دعا کو اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کے سامنے لوگوں کو سکھانے کی غرض سے اس دعا کو اونچی آواز سے پڑھنا حالانکہ سنت اخفاء ہے، دلالت کرتا ہے کہ یہی دعا افضل ہے اور یہی دعا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اکثر ہمیشگی فرماتے۔ (منتقی[2]) (انتہی)

۱ رواہ الدارقطنی واسنادہ حسن ج 1 ص 407 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۲ منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ج 2 ص 216-215 مطبوعہ بیروت لبنان۔

الحمد للہ تعالیٰ بدلائل قاہرہ ثابت ہوا کہ حنفی مذہب ریت کی دیواروں پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث کے مضبوط ترین دلائل پر ہے۔ معلوم نہیں کہ بعض حضرات کس طرح دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں کہ حنفیہ کی ثناء کسی صحیح حدیث سے ثابت ہی نہیں۔ حالانکہ ابن تیمیہ جیسی شخصیت نے جو لکھا وہ آپ نے پڑھ لیا۔

ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھنا

ثناء یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ......الخ کے بعد امام اور مفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا آہستہ آواز میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے جبکہ مقتدی صرف سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ......الخ پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ قرآن و سنت سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔[1]

(207) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ بِاللَّیْلِ کَبَّرَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

ترجمہ: ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب رات کو نماز کے لئے اٹھتے، تکبیر کہتے پھر فرماتے اللہ اکبر کبیرا پھر فرماتے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ (ابوداؤد[2]، ترمذی[3])

1 سورۃ النحل، آیت 98۔
2 ابوداؤد شریف ج 1 ص 121 کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ لاہور۔
3 ترمذی ج 1 ص 159 ابواب الصلوٰۃ مطبوعہ لاہور۔

(208) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. (اَلْحَدِیْثُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ رَوَاہُ الْحَاکِمُ وَالْبَیْھَقِیُّ بِلَفْظٍ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ.....الخ

(ابن ماجہ[1]، مستدرک[2]، امام ذھبی[3]، سنن کبریٰ[4])

(209) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ صَلٰوۃً فَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا (اِلٰی آخِرِ مَاقَالَ) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. (الحدیث)

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ رسول کریم ﷺ کو نماز پڑھتے پس فرمایا اللہ اکبر کبیرا آخر تک۔ (اور اس کے آخر میں یہ اعوذ ہے) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ (رواہ ابوداؤد[5]، ابن ماجہ[6])

(210) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ...... الخ...... ثُمَّ یَتَعَوَّذُ.

(رواہ الدار قطنی[7])

1 ابن ماجہ ص 58 باب الاستعاذہ فی الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔
2 مستدرک امام حاکم ج 1 ص 360 مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان۔
3 قال امام ذھبی فی التلخیص "صحیح" ج 1 ص 360۔
4 سنن کبریٰ امام بیہقی ج 2 ص 35 مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔
5 رواہ ابوداؤد ص 120 جلد 1 مطبوعہ لاہور، باب ما یستفتح بہ الصلوٰۃ من الدعا
6 ابن ماجہ ص 58 مطبوعہ کراچی۔
7 رواہ الدار قطنی فی ص 113۔

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ...... الخ پڑھتے۔ پھر اَعُوْذُ...... الخ پڑھتے اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔ (آثار السنن[1])

(211) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِھَا فَیَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ! رسول کریم ﷺ گھر میں نماز ادا فرماتے تو پڑھتے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (پھر پڑھتے) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (طحاوی[1])

(212) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَفْتَتِحُ صَلٰوتَہٗ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ (ترمذی[2])

اعوذ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا

بعض حضرات تعوذ وتسمیہ کے بلند آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں حالانکہ یہ عمل بھی سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ امام ومفرد کو تعوذ وتسمیہ آہستہ آواز میں پڑھنی چاہیے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(213) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَاَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ کَانُوْ یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

۱ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 410-409 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
۲ ترمذی ج 1 ص 160 ابواب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ (بخاری[1]، مسلم شریف[2]، مشکوٰۃ[3])

صحیح مسلم صفحہ 172 کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَاۃٍ وَلَا فِیْ اٰخِرِھَا۔ یعنی بسم اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ نہ اول قرأت میں نہ آخر میں۔ اس حدیث میں بسم اللہ کے پڑھنے کی نفی نہیں۔ حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں فرماتے ہیں۔

(214) وَفِیْ رِوَایَۃِ الْاَحْمَدِ وَالنَّسَائِیِّ وَابْنِ خُزَیْمَۃَ لَا یَجْھَرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِیْ اُخْرٰی لِابْنِ خُزَیْمَۃَ کَانُوْ یُسِرُّوْنَ وَعَلٰی ھٰذَا یُحْمَلُ النَّفْیُ فِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ خِلَافًا لِمَنْ اَعْلَھَا.

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی اور ابن خزیمہ کی روایات میں یہ آیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پکار کر نہیں پڑھتے تھے اور جو صحیح مسلم میں مذکور ہوا اس سے یہ ہی مراد ہے کہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے نہ یہ کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں تھے۔ (بلوغ المرام[4])

اس بات کی موید امام نسائی کی نقل فرمودہ یہ حدیث ہے کہ:

(215) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَجْھَرُ بِبِسْمِ اللّٰہِ

۱ بخاری شریف کتاب الاذان ج 1 ص 103 مطبوعہ کراچی۔
۲ مسلم شریف ج 1 ص 172 مطبوعہ کراچی۔
۳ مشکوٰۃ شریف ص 79 مطبوعہ کراچی۔
۴ بلوغ المرام ص 65 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی میں نے ان میں سے کسی کو بھی بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (رواہ النسائی[1])

(216) وَعَنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ لِیْ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ اِیَّاکَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اَبْغَضَ اِلَیْهِ الْحَدَثُ فِی الْاِسْلَامِ یَعْنِیْ مِنْهُ وَقَالَ وَقَدْ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ وَمَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ یَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا اَنْتَ صَلَّیْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَo

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل کے بیٹے سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے باپ نے نماز میں مجھ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے سنا۔ تو کہا اے میرے بیٹے! بدعت ہے، بچا تو اپنے آپ کو بدعت سے۔ کہا اس نے میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا جو اسلام میں بدعت کا ان سے زیادہ دشمن ہو۔ کہا انہوں نے تحقیق میں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اور ساتھ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔ پس نہیں سنا میں نے کسی کو ان میں سے جو کہتے ہوں بسم اللہ کو۔ پس تو بھی (بلند آواز سے) مت پڑھ اور جب تو نماز پڑھے تو کہہ الحمد للہ رب العالمین امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل کی حدیث حسن (نہایت اعلیٰ) ہے اور اکثر اصحاب رسول ﷺ بھی شامل

[1] رواہ النسائی ص 144 باب ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ہیں اور تابعین بھی اسی پر عمل کرتے تھے۔ نیز سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اسحٰق بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا جائز قرار نہیں دیتے تھے بلکہ فرماتے کہ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ (رواہ ترمذی وحسنہ) (ترمذی[1])

قرأت کا بیان

تعوذ وتسمیہ کے بعد امام اور مفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والا سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرے اور فرضوں اور واجبات کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی سورۃ یا تین آیات مبارکہ یا ایک آیت مبارکہ جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو تلاوت کرے لیکن سورۃ الفاتحہ ہر رکعت میں پڑھے۔ اگر امام ہے تو فجر، مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے باقی سب رکعتوں اور ظہر وعصر میں آہستہ پڑھے۔ نمازی اگر امام کی اقتداء میں ہو تو ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ البتہ مفرد نماز کی ہر رکعت میں قرأت کرے اور یہ سب واجبات نماز ہیں۔ ان کے ترک سے سجدہ سہو لازم ہے۔ اس بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(217) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَءُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ اَحْیَانًا وَّیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی مَالَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ وَهٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَهٰکَذَا فِی الصُّبْحِ.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ جبکہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے اور کبھی کبھی ہم کو (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے۔ جس

[1] ترمذی ابواب الصلوٰۃ ص 160 باب ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطبوعہ رحمانیہ لاہور

قدر لمبی قرأت پہلی رکعت میں فرماتے دوسری رکعت میں اتنی لمبی نہ فرماتے اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں فرماتے۔ (بخاری[1] مسلم[2] مشکوٰۃ[3])

فائدہ: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرض کی صرف پہلی دو رکعتوں میں ہی الحمد شریف کے ساتھ کوئی سورۃ ملائی جبکہ دوسری دونوں رکعتوں میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ اور تعلیم دینے کی غرض سے کبھی کبھی بلند آواز سے بھی کوئی نہ کوئی آیۃ مبارکہ پڑھی تاکہ غلاموں کو معلوم ہو جائے کہ پڑھ کیا رہے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے

اس کی ممانعت قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں! قرآن کریم میں ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

(اعراف 204)

''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اُسے نہایت غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔[4]

خیال رہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز بات چیت کرنا بھی جائز تھا اور مقتدی قرأت بھی کرتے تھے مندرجہ بالا آیۃ مبارکہ سے قرأت منسوخ ہوئی جبکہ درج ذیل آیۃ مبارکہ سے بات چیت منسوخ ہوئی۔

1 بخاری ج 1 ص 105 و ص 107 باب القراۃ الظہر مطبوعہ کراچی۔
2 مسلم ج 1 ص 185 باب القراۃ فی الظہر والعصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
3 مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوۃ ص 79 مطبوعہ کراچی۔
4 پارہ نمبر 2، آیت نمبر 238۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. (2/238)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے حضور (خاموشی سے) اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔

(218) جیسا کہ جامع ترمذی ص 110 مطبوعہ ریاض سعودیہ باب نسخ الکلام فی الصلوٰۃ اور ابو داؤد ص 150 مطبوعہ ریاض سعودیہ باب النہی عن الکلام فی الصلوٰۃ میں حضرت سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے ایک آدمی اپنے ساتھی کے ساتھ جو اُس کے پہلو میں کھڑا ہوتا۔ دوران نماز گفتگو کر لیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

(بخاری[1])

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَo (2/238)

اس پر ہم کو خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا اور گفتگو کرنے سے منع فرما دیا گیا (مسلم) لیکن جب آیۃ مبارکہ

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo

(اعراف 204)

1 بخاری ج 2 ص 650 کتاب التفسیر مطبوعہ کراچی۔

نازل ہوئی تو مقتدیوں کو قرأت سے بھی منع فرما دیا گیا۔ چنانچہ مدارک التنزیل میں ہے کہ:

وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةُ عَلٰى اَنَّهُ فِى اسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ.

ترجمہ: جمہور صحابہ کرام کا یہ ہی فرمان ہے کہ یہ آیۃ مبارکہ مقتدی کے قرأۃ امام سننے کے بارہ میں نازل ہوئی۔ (مدارک التنزیل[1])

اس طرح تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا جب فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اَمَا اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنَ...... الخ...... کیا ابھی یہ وقت نہیں کہ تم اس آیۃ مبارکہ کا حکم سمجھو۔[2]

غیر مقلد حضرات کے نزدیک معتبر ترین تفسیر ابن کثیر ہے۔ ذیل میں علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کا اس آیۃ مبارکہ کے بارہ میں تجزیہ نقل کیا جاتا ہے۔

(219) لَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ الْقُرْاٰنَ بَصَائِرُ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةً اَمَرَ تَعَالٰى بِالْاَنْصَاتِ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ اِعْظَامًا لَّهٗ وَاِحْتِرَامًا لَا كَمَا يَعْتَمِدُهٗ كُفَّارُ قُرَيْشِ الْمُشْرِكُوْنَ فِىْ قَوْلِهِمْ لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ الْاٰيَةُ وَلٰكِنْ يَتَاكَّدَ ذَالِكَ فِى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرْءَةِ كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِىْ صَحِيْحِهٖ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَكَذَا رَوَاهُ اَهْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَيْضًا وَ صَحِيْحِهٖ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ اَيْضًا وَلَمْ يُخْرِجْهُ فِىْ كِتَابِهٖ.

1 مدارک التنزیل ج 1 ص 628 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2 خازن ج 2 ص 286 مطبوعہ پشاور

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قرآن شریف لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تو قرآن مجید کی عزت اور تعظیم کے لئے اس کی تلاوت کے وقت چپ رہنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ کفار قریش اور مشرکین کا قول تھا کہ قرآن کو نہ سنو اس میں بک بک کرو۔ لیکن یہ حکم (یعنی قرآن کی طرف کان لگانا اور چپ رہنا فرض نماز میں جبکہ امام جہر کرتا ہو، مؤکد ہے۔ جیسے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب وہ (قرآن) پڑھے تو تم چپ رہو۔ اسی طرح اہل سنن نے اس حدیث کو بروایت ابی ہریرۃ بھی روایت کیا ہے اور اس کو یعنی حدیث ابی ہریرہ کو جس میں واذا قرء فانصتوا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کہا ہے۔ لیکن حدیث ابوہریرۃ کو اس نے اپنی صحیح میں اخراج نہیں کیا۔

(تفسیر ابن کثیر[1])

ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ ابن کثیر نے کس زور سے اس آیت کو نماز کے واسطے ثابت کیا ہے۔ اب صحابہ و تابعین سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایتیں سنو تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت میں اہل اسلام خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔

(220) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْ يَتَكَلَّمُوْنَ فِى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَالْاٰيَةُ الْاُخْرٰى اُمِرُوْ بِالْاَنْصَاتِ.

ترجمہ: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔

1 تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 45-244 مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

جب یہ آیت واذا قری القرآن اور دوسری آیت نازل ہوئی تو نمازیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ (ابن کثیر[1])

(221) عَنْ بَشِیْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍ نَاسًا یَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اَنْ لَکُمْ اَنْ تَفْقَھُوْا اَمَا اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْلَہٗ وَاَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ.

حضرت بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے سنا کہ لوگ امام کے ساتھ قرأۃ کر رہے ہیں جب نماز ادا فرما چکے تو فرمایا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو جس طرح کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (ابن کثیر[2])

علامہ ابن کثیر نے اس موضوع پر بڑی طویل بحث فرمائی اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے ثابت فرمایا کہ یہ آیۃ مبارکہ مقتدی کے بارہ میں ہی نازل ہوئی کہ وہ امام کے پیچھے قرآنِ کریم کی تلاوت نہ کرے۔ اس موضوع پر بحمد اللہ تعالیٰ اس قدر احادیث مبارکہ موجود ہیں کہ اگر محض ان ہی پر گفتگو کی جائے تو کئی سو صفحات پر بحث محیط ہو مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر 1 ص 412 تا ص 414 باب من کرہ القراۃ خلف الامام مطبوعہ ملتان۔

(۲) مسلم شریف ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی مع نووی۔

(۳) مسلم شریف ص 215 باب سجود التلاوۃ مطبوعہ کراچی مع نووی۔

---

[1] ابن کثیر ج 2 ص 245 مطبوعہ بیروت لبنان۔

[2] ابن کثیر ج 2 ص 245 مطبوعہ بیروت لبنان۔

(۴) ابن ماجہ ص 61 باب اذا قرأ الامام فانصتوا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(۵) ترمذی جلد نمبر 1 صفحات 178, 179, 180 باب ما ترک القراۃ خلف الامام اذا جھر بالقراۃ مطبوعہ لاہور۔

(۶) نسائی شریف ج 1 ص 146 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۷) سنن دار قطنی جلد نمبر 1 صفحات 435 تا 447 باب ذکر قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

(۸) مدارک التنزیل ج 1 ص 628 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

(۹) تفسیر خازن ص 286 مطبوعہ پشاور۔

(۱۰) تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 2 ص 45-244 مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

(۱۱) تفسیر ابن عباس ص 113 مطبوعہ تاج کتب خانہ مردان۔

(۱۲) موطا امام مالک ص 68 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی۔

(۱۳) جوہر النقی ج 2 ص 159 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

محترم قارئین کرام:

آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ اگر مذکورہ بالا کتب احادیث و تفاسیر سے بغیر کسی تبصرہ کے محض عبارات ہی نقل کرتا چلا جاؤں تو نہ معلوم یہ بحث کتنی طویل ہو جائے کیونکہ مذکورۃ الذکر بعض کتب میں اس موضوع پر مستقل ابواب ''قرأت خلف الامام'' موجود ہیں اور ہر ہر باب میں کئی کئی روایات ہیں۔ اس قدر طویل گفتگو غیر مفید ہوگی کیونکہ اگر کوئی نہ ماننے پر آ ہی جائے تو پھر اپنی آنکھوں کے سامنے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا ہوا دیکھ کر بھی نہیں مانتا۔

لیکن اگر مقدر میں ہدایت ہو تو عمل کے لئے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے۔

بایں ہمہ ''قرأت خلف الامام'' کے اس موضوع پر کچھ احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

(222) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ''اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ''۔ (مسلم[1])

جب امام قرأت کرے تو تم خاموشی سے سنو جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔

یہ روایت صحیح مسلم شریف کے علاوہ درج ذیل کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔

(ابو داؤد[2]، مسند احمد[3]، دارقطنی[4]، بیہقی[5]، ابن ماجہ[6]، صحیح ابو عوانہ[7])

فائدہ: اگر غور کیا جائے تو اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ سورۃ فاتحہ شریف پڑھنا امام کا کام ہے جبکہ خاموشی سے سننا اور اختتام فاتحہ پر آمین کہنا مقتدیوں کا کام ہے اس حدیث کو درج ذیل آئمہ نے صحیح فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام مسلم، امام نسائی، ابن جریر، ابن حزم، منذری،

---

1. مسلم شریف ص 74 ج 1۔
2. ابو داؤد جلد 1 ص 140۔
3. مسند احمد جلد 1 ص 450۔
4. دار قطنی جلد 1 ص 125۔
5. بیہقی جلد 2 ص 155۔
6. ابن ماجہ ص 61۔
7. صحیح ابو عوانہ ص 174۔

حافظ ابن کثیر، اسحاق بن راہویہ، ابو بکر بن اثرم، حافظ ابن حجر، ابوزرعہ رازی، موفق الدین بن قدامہ، شمش الدین بن قدامہ، ابو عوانہ ابن خزیمہ اور امام ابو عمر بن عبدالبر، علاوہ ازیں ابن تیمیہ اور نواب صدیق خان بھوپالی (نامور غیر مقلد) نے اس حدیث پاک کو صحیح قرار دیا۔

لطیفہ: غیر مقلد حضرات کا کہنا ہے کہ فاتحہ شریف کے بغیر نماز بالکل نہیں ہوتی خواہ امام کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ ہر حال میں فاتحہ پڑھے نیز یہ کہ مقتدی آمین بھی بلند آواز سے کہے اس پر ایک بڑا دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ!

اگر مقتدی پر فاتحہ شریف کا پڑھنا بھی ضروری ہو اور بلند آواز سے امام کے ولا الضالین پر آمین کہنا بھی تو بتایا جائے کہ اگر امام مقتدی سے پہلے فاتحہ شریف پڑھ لے مقتدی ابھی درمیان میں ہی ہو تو آمین کہنا قرآن کریم میں اضافہ کا باعث ہوگا اور یہ عمل حرام ہے۔ علاوہ ازیں آمین بھی دو بار کہنا پڑے گا ایک درمیان اور دوسرا آخر میں جبکہ امام صاحب کوئی اور سورۃ پڑھ رہے ہوں گے علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو سننا فرض ہے اس کا انکار کفر ہے۔

لیکن اگر مقتدی امام سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھ لے گا تو اپنی آمین کب کہے گا اور امام کے ولا الضالین پر کب کہے گا۔ کیوں کہ وہ تو اپنی پڑھ رہا ہے۔ ایک ہی وقت میں یہ پڑھنا اور سننا کیا ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ امام کے وقفوں میں پڑھ لے تو کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہو یا اجازت دی ہو۔ اگر یہ ثابت نہیں تو یہ عمل بدعت ہوا اور آپ کے نزدیک بدعت گمراہی ہے۔ یاد رکھئے جن احادیث میں فاتحہ شریف پڑھنے کا حکم ہے وہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا امام کے لئے ہے مقتدی کے لئے صراحتاً کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں بعض حضرات حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

قول کا سہارا لیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ''اِقْرَاْءُ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ''یعنی اس کو اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو تو سمجھنا مشکل نہیں کہ قرأت میں زبان کو حرکت دینا ضروری ہے ورنہ قرأت نہ ہوگی۔ محض تصور اور نیت ہوگی اگر کوئی تنہا پڑھنے والا یا امام اس قسم کی قرأت کرے گا تو نماز باطل ٹھہرے گی کہ فرض کا تارک ٹھہرا۔ خود غیر مقلد حضرات اس پر بڑی لے دے کرتے ہیں کہ اگر کسی نے نیت کے الفاظ زبان سے کہہ دیئے تو بدعت ہوگی اس لئے کہ نیت دل سے ہوتی ہے اور قرأت زبان سے۔ نماز کی ابتداء میں نیت کرنی ہے قرأت نہیں مگر اس جگہ دل میں پڑھی گئی فاتحہ کو انہوں نے قرأت کیسے مان لیا؟..........

خرد کا نام رکھ دیا جنوں اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

دراصل معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا تمام تر دھیان اسی طرح جمائے رکھو کیونکہ آگے حدیث کے الفاظ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ)

(223) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ (یعنی) وہ مانگتا ہے میں عطا فرماتا ہوں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی، اور جب نمازی الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری صفات بیان کیں اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور مزید فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے اور جب نمازی ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاملہ ہے میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں اسے عطا فرماؤں گا اور جب نمازی اھدنا الصراط سے آخر ولا الضالین تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ یہ سب میرے اس بندے کے لئے ہے اور یہ جو کچھ طلب کرے گا وہ اُسے دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم[1])

تجزیہ: نماز میں خشوع اور خضوع ہی اصل روح ہے مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ نماز پوری دلجمعی اور اخلاص کے ساتھ اس تصور کو سامنے رکھتے ہوئے پڑھو کہ تم اپنے رب کے حضور اپنی گذارشات عرض کر رہے ہو اور تمہارا پروردگار اپنی شان کریمی سے تمہاری معروضات کو سماعت فرما رہا ہے۔

(224) ایک دوسری روایت میں ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا گیا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ فرمایئے۔ احسان کسے کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ (صحیح بخاری[2])

تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اگر یہ بات تیرے لئے ممکن نہ ہو تو پھر یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ مسلکی ہٹ دھرمی سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو ذہن میں رکھ کر ذرا غور فرمایئے کہ اگر بندہ اس قدر انہماک اور خشوع وخضوع سے سورۃ الفاتحہ شریفہ کی تلاوت کر رہا ہو اور جان رہا ہو کہ اب میرا پالنے والا رحیم وکریم مولا میری ان گزارشات پر مجھے جواب بھی ارشاد فرما رہا ہے تو کیا اس کا دھیان کسی اور طرف جا سکتا ہے۔ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں وہ تو دنیا ومافیھا سے بے خبر مشغول نماز ہے۔ (جس طرح حضرت امام زین العابدین نماز ادا فرما رہے تھے

---

۱ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج1 ص169-170 مطبوعہ کراچی۔
۲ صحیح بخاری ج1 ص12 مطبوعہ کراچی۔

کہ مکان کی چھت کو آگ لگ گئی۔ بہت سے لوگوں نے جمع ہو کر آگ بجھا دی۔ آپ بدستور نماز پڑھتے رہے بعد از نماز پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے تو عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کے مکان کی چھت کو آگ لگ گئی اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ تو فرمانے لگے میں نماز پڑھنے میں ایسا مشغول تھا کہ اللہ کی قسم مجھے پتہ ہی نہ چلا)۔ چلو مانا کہ ہماری نماز ایسی پر کیف نہیں پھر بھی ایسی صورت میں ہم غور سے امام کی قرأت سن سکتے ہیں کہ جس کا سننا اور اس میں غور کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ''فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' تلاوت قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اگر اس اخلاص سے پڑھنا اور غور سے سننا اور خاموش رہنا یہ سب کچھ غیر ممکن ہے۔ پھر آپ کو حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم مبارکہ ''اِقْرَاْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ'' پر غور کرنا ہوگا کہ اس جگہ دراصل مراد یہ ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو اُس کو پورے غور اور محبت سے سن اور دل ہی دل میں یہ تصور کر کہ گویا میں بھی اس کے ساتھ ساتھ یوں ہی عرض کر رہا ہوں نہ کہ زبان سے پڑھنا شروع کر دے اور جب وہ الحمد شریف پوری پڑھ چکے تو کیف و جذبات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر پورے اخلاص و محبت سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تو بھی اپنی زبان سے کہہ کہ آمین۔

کیونکہ: سورۃ الفاتحہ دعا ہے۔ دعاء میں خشوع وخضوع تب ہی ممکن ہے کہ یا تو دعا مانگنے والا پورے اخلاص سے خود ہی دعا مانگے یا پھر کسی دعا مانگنے والے کی دعا کو پوری دلجمعی سے سنے اور چلا کر نہیں بلکہ جذبات کیف و سرور کی رو میں بہتے ہوئے محبت اور آہستگی سے کہے۔ آمین۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

کتب احادیث میں جا بجا جب یہ روایت موجود ہے کہ ''لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' یعنی سورۃ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ تو مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ پڑھے کیسے ہو جائے گی۔

حقیقت کیا ہے؟

یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ قرآن کریم تیئس (23) سال نازل ہوتا رہا۔ عبادت کے طور طریقے کچھ نہ کچھ بدلتے رہے۔ اس لئے کسی ایک آدھ حدیثِ مبارکہ کو اپنا کر باقی سب کو نظر انداز کر کے دینی مسائل کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ اس مسئلہ کے بارہ میں جس قدر روایات ہوتی ہیں ان سب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ فقہائے کرام کا یہی وہ نشانِ عظمت ہے جو اُن کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ ایک سطحی علم رکھنے والا معمولی انسان چند احادیثِ مبارکہ پڑھ کر خود ہی اپنے فہم و ذوق کے مطابق کوئی مراد متعین کر کے اُس پر عمل شروع کر دیتا ہے اور اسی نسبت سے بے چارہ سمجھتا ہے کہ میں ''اہلِ حدیث'' ہوں حالانکہ اُس غریب کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کئی دوسری روایات کا منکر ہو چکا ہے۔ یاد رکھیئے کہ فی الحقیقت احادیثِ مبارکہ پر صحیح عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کا علمی افق اتنا وسیع ہے کہ ہر مسئلہ پر متعلقہ آیات و احادیث اور عمل صحابہ پر اُن کی نظر ہے اور اسی کے مطابق اُن کا عمل ہے۔

اب آیئے مذکورۃ الذکر حدیث کے بارہ میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اس کو کس طرح سمجھا۔

(225) حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے نہایت مشہور اور

جید صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

''مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَمْ یَقْرَا فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ'' (ترمذی[1]، موطا[2])

جس کسی شخص نے نماز پڑھتے ہوئے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز درست نہ ہوئی۔ ہاں البتہ امام کے پیچھے ہوتو ہو جائے گی۔

امام ترمذی نے اس حدیث پاک سے پچھلی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاد محترم حضرت امام احمد کا فرمان عالی شان نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک کا یہ وہ مفہوم ہے جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا کہ ''لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ'' حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے (مقتدی کے لئے نہیں) (ترمذی[3])

(226) سنن ابو داؤد میں ہے ''لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَهِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْیَانُ لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَهٗ'' حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ لا صلوٰۃ......الخ (والی حدیث) اکیلے نماز پڑھنے والے کے بارہ میں ہے۔

(سنن ابی داؤد[4])

(نوٹ:۔ حضرت سفیان صحابی نہیں ہیں)

(227) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''کُلُّ صَلٰوةٍ لَا یَقْرَاُ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَهُوَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلٰوةً

1. ترمذی باب ترک القراۃ خلف الامام ج 1 ص 180 مطبوعہ لاہور۔
2. موطا امام مالک باب تجب قراۃ فاتحۃ الکتاب ص 66 مطبوعہ کراچی۔
3. ترمذی باب ماترک القراۃ خلف الامام ج 1 ص 180 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
4. سنن ابی داؤد شریف ج 1 ص 127 مطبوعہ لاہور)۔

خَلْفَ الْاِمَامِ''۔ (رواہ البیہقی[1])

ہر وہ نماز کہ جس میں الحمد شریف نہ پڑھی جائے وہ ناقص نماز ہے سوائے اس نماز کے کو جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔ (یعنی وہ ناقص نہیں)

(228) اسی طرح مفسرِ قرآن اور جید صحابی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''کُلُّ صَلٰوةٍ لَا یَقْرَاُ فِیْهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ'' (ایضاً) ہر وہ نماز جس میں سورۃ الحمد نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی سوائے اُس نماز کے کہ جو امام کے پیچھے پڑھی جائے یعنی امام کے پیچھے سورۃ الحمد نہ پڑھے۔

(229) حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ ''لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ''۔ (صحیح مسلم[2])

امام کے ساتھ قرأت (یعنی قرآن کریم) سے کچھ نہیں پڑھا جائے گا۔

(مسلم[3])

(230) حضرت عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''لَا یَقْرَاُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ'' قراۃ (یعنی قرآن کریم سے) امام کے پیچھے دورانِ نماز کچھ نہ پڑھ۔ (رواہ الطحاوی[4])

1. رواہ البیہقی۔
2. صحیح مسلم باب سجود التلاوۃ ج 1 ص 215 مطبوعہ کراچی۔
3. مسلم شریف باب مذکورہ۔
4. رواہ الطحاوی ج 1 ص 450 مطبوعہ لاہور۔

فائدہ: ان ساری روایات سے پتہ چلا کہ امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت درست نہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص کم از کم سورۃ الفاتحہ کو قرآن کریم سے خارج کرنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے اسی میں عافیت ہے کہ مان لیا جائے کہ امام کے پیچھے فاتحہ شریف اور سورۃ نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت کو بڑی سختی سے منع فرماتے تھے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (عمدۃ القاری[1])

سرّی اور جہری کا جھگڑا

بعض حضرات ڈھیروں دلائل سننے کے بعد آہستہ سے کہہ دیتے ہیں کہ جناب یہ سارے کے سارے دلائل جہری (یعنی بلند آواز سے تلاوت والی) نمازوں کے بارہ میں ہیں سری میں یعنی جن میں بلند آواز سے امام قرأۃ نہیں کرتا اُن میں پڑھ لینی چاہیے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس مسئلہ کو بھی حل کر ہی لیا جائے۔

(وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ)

(231) وہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ کیا تم میں سے کسی نے ابھی اس نماز میں میرے ساتھ قرأت کی ہے تو ایک شخص نے عرض کیا کہ جی میں نے قرأت کی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری۔

میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں یہ کھینچا تانی کیوں ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے بعد جن نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کر دی۔ (مؤطا[1])

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت صرف اس نماز میں نہ کی جائے جو جہری ہے کہ امام سے "منازعت" کھینچا تانی ہوتی ہے سری میں کر لی جائے۔

جوابِ دلیل:

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی بلند آواز سے تلاوت نہیں کر رہے تھے ورنہ یہ پوچھنے کی نوبت نہ آتی کہ کون پڑھ رہا تھا کہ "اُنَازِعُ الْقُرْآنَ" کہ قرآن میرے سے منازعت کیا جا رہا تھا۔ پھر صحابہ کا یہ کہنا کہ ہم نے پیچھے پڑھنا چھوڑ دیا۔ دلیل ہے کہ آہستہ ہی پڑھا جایا کرتا تھا۔ انہوں نے اس کو بھی ترک کر دیا ورنہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بلند آواز سے تو نہیں پڑھتے تھے۔

لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقتدی کی قرأت امام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے سارے صحابہ نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور یہ "منازعت" کھینچا تانی جو امام کے پیچھے مقتدی کے پڑھنے سے ہوتی ہے اس کو کوئی دوسرا نہ جان سکا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ نبوت سے ملاحظہ فرما لیا۔ جس طرح:

(232) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اُٹھایا تو کہا "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" اس پر ایک آدمی نے کہہ دیا "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا

[1] موطا امام مالک باب ترک القراۃ خلف الامام ص 69 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ‘‘ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا تم میں سے کون تھا جس نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے کہا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ‘‘ میں نے تیس (30) سے زیادہ تعداد میں فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تیرا ثواب لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سب سے پہلے کون لکھتا ہے۔ (بخاری[1]، مشکوٰۃ[2])

سبحان اللہ تعالیٰ یہ ہے نگاہِ نبوت کی عظمت کہ میرے آقا رسول عربی ﷺ نے اُس چیز کو بھی دیکھ لیا جسے کسی دوسرے انسان کی آنکھ نہ دیکھ سکی۔ اسی طرح امام و مقتدی کے ایک ہی وقت میں تلاوت کرنے پر جو قرآن کریم کی ’’منازعت‘‘ ہوتی ہے اس کو دیکھ لیا اور اس منازعت (تنازعہ) کو ناپسند فرمایا۔ اس کی تائید ان احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ:

(233) ایک دن رسول اللہ ﷺ نمازِ عصر پڑھا رہے تھے۔ مقتدیوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے پڑھنے لگا تو اس کے ساتھ والے نے اسے ذرا دبا دیا تاکہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز مکمل ہوگئی تو اُس شخص نے اپنے ساتھ والے سے پوچھا کہ دوران نماز تو نے مجھے کیوں چھیڑا یعنی دبایا تھا تو اس منع کرنے والے صحابی نے فرمایا چونکہ رسول اللہ ﷺ تیرے امام تھے اور میں نے اس بات کو نہایت نامناسب جانا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ جب یہ قضیہ بارگاہِ اقدس میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ’’مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَإِنَّ

[1] بخاری ج 1 ص 110 باب فضل ربنا لک الحمد، مطبوعہ کراچی۔
[2] مشکوٰۃ ص 82 مطبوعہ کراچی۔

قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاةٌ‘‘ جس کے لئے امام ہے تو پھر امام کی قرأت ہی اس کو کافی ہے۔
(مؤطا امام محمد[1])

معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہی حدیث دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے۔

(234) عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَءُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَتَنْهَانِيْ عَنِ الْقِرَءَةِ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَنَازَعَا. حَتّٰى ذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاةَ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاةٌ.

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی جبکہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے پڑھتا تھا تو ایک صحابی نے اس کو منع فرمایا کہ نماز میں امام کے پیچھے نہ پڑھ تو وہ آدمی بولا کیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتا ہے اس بات پر دونوں کا آپس میں تنازعہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ جھگڑا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس میں شک نہیں کہ امام کا پڑھنا اُس مقتدی کا پڑھنا ہے۔ (کتاب الآثار[2]) (یعنی مقتدی نہ پڑھے)

(235) حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ہم کو نماز ظہر یا عصر پڑھائی ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے پڑھ رہا تھا جب آپ نماز ادا فرما چکے تو فرمایا ’’اَيُّكُمْ قَرَءَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ

[1] موطا امام محمد ص 101-100 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
[2] کتاب الآثار امام محمد ص 26 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

الْاَعْلٰی قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَنَا وَلَمْ اُرِدْبِهَا اِلَّا الْخَیْرَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ قَدْ عَرَفْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِیْهَا '' میرے پیچھے تم میں سے کس شخص نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (یعنی سورۃ اعلیٰ) پڑھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے پڑھا تھا اور میری نیت ثواب کے سوا کچھ نہ تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً مجھے ایسے معلوم ہوا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے قرآن کریم چھین رہا ہے۔

(سنن نسائی[1])

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ نماز ظہر میں تلاوت قرآن کریم کی جائے اور نہ ہی نماز عصر میں ورنہ امام و مقتدی کی قرأت میں ''منازعت'' جھگڑا یا کھینچا تانی ہو گی۔ ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی صاحب یہ ارشاد فرمائے کہ اُس آدمی نے بلند آواز سے پڑھا ہو گا اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ کو پتہ چل گیا کہ سورۃ الاعلیٰ کی تلاوت کی جا رہی ہے تو ان حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب انہوں نے بلند آواز سے نہیں پڑھا تھا لیکن میرے آقا ﷺ نے نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرما لیا تھا کہ کیا پڑھا گیا ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ لیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

(236) عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰی یَوْمًا صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَقَرَءَ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ فِیْ نَفْسِهٖ فَقَالَ هَلْ قَرَءَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَالَهٗ ثَلٰثًا فَقَالَ الرَّجُلُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَقْرَءُ فَقَالَ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ اَمَا یَكْفِیْ اَحَدَكُمْ قِرَاَةُ اِمَامِهٖ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔ (بیہقی[2])

۱ سنن نسائی باب ترک القراۃ خلف الامام ج 1 ص 146 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ بیہقی۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی تو ایک آدمی نے اپنے جی میں (یعنی بہت ہی آہستہ کہ کسی کو نہ سنے) قرأۃ کی تو نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس نے میرے ساتھ پڑھا حضور اکرم ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک آدمی نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے پڑھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں کہتا تھا کہ مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ سے قرآن چھینا جا رہا ہے۔ کیا تم لوگوں کو امام کی قرأت کافی نہیں ہے۔ غور سے سنو امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اُس کی اقتداء کی جائے اور جب وہ (قرآن کریم) پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (بیہقی)

فائدہ: الحمد للہ اس حدیث پاک سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے (ظہر و عصر میں بھی) آہستہ آہستہ بھی نہیں پڑھا جائے گا تاکہ قرآن کریم میں چھینا جھپٹی نہ ہو اور یہ ''منازعت'' ہمیں نظر نہیں آتی۔ اسے صرف نگاہِ مصطفیٰ ﷺ ہی دیکھتی ہے ہمارا کام تو بس اُن کے حکم پر سر جھکانا ہے۔

صحابہ اور تابعین کی برہمی:

جو کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر سر نہیں جھکاتا اس کے بارہ میں صحابہ و تابعین نے کیا فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ منقول ہے کہ!

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَیْتَ الَّذِیْ یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَی فُوْهُ تُرَابًا۔

علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اے کاش کہ اس کا مونہہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(طحاوی[1])

۱ طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 450 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ مَنۡ قَرَءَ خَلۡفَ الۡاِمَامِ فَلَیۡسَ عَلَی الۡفِطۡرَۃِ.

ترجمہ: حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراۃ کرتا ہے وہ دین فطرت پر ہی نہیں ہے۔ (رواہ الطحاوی[1])

وَاُخۡرِجَ عَنۡ سَعۡدٍ قَالَ وُدِدۡتُ اَنَّ الَّذِیۡ یَقۡرَءُ خَلۡفَ الۡاِمَامِ فِیۡ فَمِہٖ جَمۡرَۃٌ. (عمدۃ القاری[2])

ترجمہ: حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے مونہہ میں کنکر ہوں۔ (جمرہ کا ترجمہ آگ کا انگارہ بھی ہے)

وَاُخۡرِجَ عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَجۡلَانَ اَنَّ عُمَرَ ابۡنَ الۡخَطَّابِ قَالَ لَیۡتَ فِیۡ فَمِ الَّذِیۡ یَقۡرَءُ خَلۡفَ الۡاِمَامِ حَجَرًا.

ترجمہ: حضرت سیّدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے پڑھے۔ اے کاش! اُس کے مونہہ میں پتھر ہوں۔ (مؤطا[3])

وَاُخۡرِجَ عَنۡ زَیۡدِ بۡنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّہٗ قَالَ مَنۡ قَرَءَ خَلۡفَ الۡاِمَامِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام پیچھے پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (مؤطا[4])

---

1 رواہ الطحاوی ص 450 مطبوعہ لاہور دار قطنی ص 45-444 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

2 عمدۃ القاری شرح بخاری ص 67۔

3 مؤطا امام محمد ص 102 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

4 موطا امام محمد ص 102 مطبوعہ کراچی۔

وَاُخۡرِجَ عَنۡ عَلۡقَمَۃَ بۡنِ قَیۡسٍ قَالَ لَاَنۡ اَعَضَّ عَلٰی جَمۡرَۃٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنۡ اَقۡرَاَ خَلۡفَ الۡاِمَامِ.

حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں آگ کا انگارہ نگل جانا اس بات سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ (خیال رہے کہ علقمہ بن قیس تابعی ہیں)۔ (مؤطا[1])

محترم قارئین کرام!

مختلف کتب کے حوالہ سے جو کچھ میں نے نقل کیا وہ آپ کے سامنے ہے اور اس پر عمل کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہمیں وہ نماز پڑھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے جو فرمانِ نبوی ﷺ کے عین مطابق ہو اور بارگاہِ رب العزت میں شرف قبول سے نوازی جائے۔ آمین۔

اہم نوٹ:۔ عام قارئین کو مطلع کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے قراۃ خلف الامام کے موضوع پر بعض روایات کو ایک رسالہ میں جمع فرمایا ہے جس میں بکثرت ضعیف روایات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے ان کو اپنی صحیح بخاری میں نقل نہیں فرمایا۔ بایں ہمہ اس رسالہ میں امام کے پیچھے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ثابت ہیں عموماً غیر مقلد حضرات اس رسالہ کی ضعیف روایات نقل کر کے لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ فرمایا ہے، امام بخاری نے وہ فرمایا ہے۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو امام بخاری نے اسے بخاری میں نقل کیوں نہ فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ ہدایت دے)

---

1 مؤطا امام محمد ص 100 مطبوعہ کراچی۔

آمین کہنے کا بیان

احناف کے نزدیک ہر نمازی کو فاتحہ شریف کے اختتام پر نہایت خشوع و خضوع سے آہستہ آمین کہنا چاہیے۔ اگر مقتدی ہے تو امام کی قرأت سنے خود نہ پڑھے اور جب امام وَلَا الضَّـآلِّیْنَ کہے تو فوراً بعد امام بمع مقتدی آہستہ آمین کہیں۔ یہی بہت بہتر ہے۔ اس موضوع پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(237) حضرت سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذْ قَالَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ آمِیْنَ وَقَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَآءِ آمِیْنَ فَوَافَقَ اَحَدُھُمَا الْاُخْرٰی غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی نماز میں آمین کہتا ہے تو آسمانوں پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ جب ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم[1]، بخاری[2])

(238) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. فَقُوْلُوْا آمِیْنَ. فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَقُوْلُ آمِیْنَ. وَاِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ آمِیْنَ. فَمَنْ وَافَقَ تَامِیْنَ الْمَلٰئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ تو جس کا آمین کہنا

1. صحیح مسلم ج 1 ص 176 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2. صحیح بخاری باب فضل التامین ج 1 ص 108 مطبوعہ کراچی۔

فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(دارمی[1]، نسائی[2]، مسند امام[3])

اسی طرح بہت سی احادیث مبارکہ میں وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔ چونکہ آمین کہنا پوری دعا مانگنے کے مترادف ہے۔ جس طرح کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ''آمین دعا ہے آمین تفصیل کے بعد اختصار کے قائم مقام ہے'' امام نے فاتحہ پڑھتے ہوئے اپنے مطالب و مقاصد کو تفصیلاً ذکر کیا اس آمین سننے والا صرف یہ کلمہ کہتا ہے جو ساری دعاء کو شامل ہے۔

(فتح الباری[4])

آمین کا معنی ہے کَذٰلِکَ یَکُوْنُ یعنی (اے اللہ تعالیٰ) جو کچھ اس نے کہا ہے وہی کچھ ہو جائے نیز یہ بھی معنی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ تو اس دعا کو قبول فرما۔ اس لئے ہم (حنفیہ) کہتے ہیں کہ جب امام سورۃ الفاتحہ کی شکل میں دعا مانگ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں اور جب وہ دعا مانگ چکے تو پست آواز سے آمین کہیں۔

کیونکہ: آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کا حکم دیا گیا ہے اور موافقت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (نمبر 1) وقت (نمبر 2) انداز۔ ظاہر ہے کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے فوراً بعد آمین کہنے کا حکم ہے اور فرشتے بھی اسی وقت کہتے ہیں اس لئے یہ

1. دارمی ج 1 ص 314 باب فضل التامین مطبوعہ کراچی۔
2. نسائی ج 1 ص 147 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. مسند امام احمد ج 3 ص 218 طبع جدید ج 2 ص 459 مطبع قدیم مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
4. فتح الباری شرح بخاری جلد 2 ص 263 مطبوعہ دار النشر الکتب اسلامیہ لاہور۔

وقت میں موافقت تو ہر کسی کو میسر ہے ضرورت ہے کہ انداز میں بھی موافقت ہو چونکہ فرشتوں کی آمین سنائی نہیں دیتی اس لئے موافقت یہ ہے کہ تمہاری آمین بھی سنائی نہ دے بلکہ آہستہ کہو۔

حق یہی ہے:

کہ بلند آواز سے آمین کہنے پر مشتمل جتنی روایات ہیں ان میں کوئی بھی جرح اور تنقید سے خالی نہیں۔ قارئین کرام آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ صحیح بخاری شریف میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ باب تو باندھا کہ ''جَهْرَ الْإِمَامُ بِالتَّامِينَ'' یعنی امام کا بلند آواز سے آمین کہنا۔ مگر اس باب میں حضور اکرم ﷺ کا ایک بھی مرفوع ارشاد نقل نہ فرمایا محض حضرت عطا اور حضرت نافع کا قول نقل کیا اور بس۔ اسی طرح بخاری شریف کے باب جَهْرِ الْمَامُوْمِ بِالتَّامِيْنِ یعنی مقتدی بلند آواز سے آمین کہے۔ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حدیث پیش کی ہے وہ نقل کی جاتی ہے۔ آپ خود ہی تلاش فرمائیں کہ اس میں ''جَهْرَ'' بلند آواز کا حکم کہاں ہے۔

(239) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ. فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری[1])

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان ج 1 ص 108 باب جہر الماموم بالتامین مطبوعہ کراچی۔

فائدہ: ملاحظہ فرمائیں کہ اس عبارت سے تو حنفیہ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ آمین اس طرح کہو جس طرح فرشتے آمین کہتے ہیں۔ نہ کہ فرشتوں کی مخالفت کرتے ہوئے بلند آواز سے کہو۔ بعض حضرات بخاری شریف کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ جھٹ کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے۔ اُن سے گزارش ہے حضرت اوّل سے لے کر آخر تک بخاری شریف کو کئی مرتبہ پڑھ لیں اور تلاش کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بھی صحیح روایت نہیں ملے گی کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم بلند آواز سے آمین کہا کرو۔ یقیناً آپ کو کوئی بھی حدیث نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ امام بخاری کو کوئی ایسی صحیح حدیث ملی ہی نہیں ورنہ وہ اپنی صحیح میں ضرور درج کرتے اور یہ ہی حال دوسری کتب احادیث کا ہے۔ اسی لئے مشہور محدث اور فقیہہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ''لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ خُلَفَاءِ اَرْبَعَةٍ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُوْ مِنْ شَيْءٍ'' بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی چاروں خلفاء راشدین سے اور اس سلسلہ میں جو کوئی روایت پیش کی جاتی ہے وہ جرح وتنقید سے خالی نہیں۔ (آثار السنن[1])

تعلیم امت: اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم حضور اکرم ﷺ سے اگرچہ ثابت نہیں لیکن یہ تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات آواز کھینچ کر اس طرح آمین کہا کہ پہلی صف والوں نے سن لیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل تعلیم امت کے لئے تھا مثلاً دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔

(240) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ

[1] آثار السنن جلد 1 ص 122 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَءُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الصَّلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ اَحْيَانًا وَّكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح نمازِ عصر میں بھی اور کبھی کبھی کوئی آیت (بلند آواز سے پڑھ کر) ہمیں سنا دیا کرتے تھے۔ اور پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے لمبی قرأت فرماتے۔ (بخاری[1])

ملاحظہ فرمائیں کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی نماز ظہر اور نماز عصر میں بھی کوئی آیت لوگوں کو سنانے کے لئے بلند آواز سے بھی پڑھا کرتے تھے۔ تو کیا آج کوئی غیر مقلد یا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ دار اس حدیث پر اسی انداز میں عمل کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس حدیث پر اس انداز سے عمل نہیں کیا جاتا۔ سبب اس کا یہی ہے۔ یہ عمل حدیث سے تو ثابت ہے مگر سنتِ مصطفیٰ ﷺ اس طرح نہیں ہے۔ (پتہ چلا کہ ہر حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا اسی لئے اہل حدیث ہونا ممکن نہیں ہاں البتہ رسول اللہ ﷺ نے جو سنت (طریقہ) اپنی امت کے لئے وضع فرمایا وہ قابل عمل ہے۔ اس لئے اہل سنت ہونا ہی ممکن ہے) بلکہ سنتِ نبوی ﷺ (وجوب کے معنی میں) یہ ہے کہ بلند آواز سے قرأت نہ ہو۔

(241) عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ

۱ بخاری باب اذا اسمع الامام آیۃ ج 1 ص 107 مطبوعہ کراچی

قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ. (بخاری[1])

ترجمہ: حضرت ابو معمر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ فرمایئے کیا رسول اللہ ﷺ نماز ظہر و عصر میں قرأت پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں پڑھتے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ پڑھتے ہیں تو فرمایا ریش مبارکہ کے ہلنے کی وجہ سے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ سنت یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اس کے علاوہ تعلیم امت مقصود تھی۔ اسی طرح جو کبھی بلند آواز سے آمین کہا وہاں تعلیم امت مقصود تھی۔ وگرنہ سنت یہی ہے کہ آہستہ آمین کہا جائے۔ جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(242) حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

"فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ" جب آپ ﷺ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پر پہنچے تو فرمایا "آمین" اور اپنی آواز "اخفی" یعنی نہایت آہستہ رکھی۔

(احمد[2]، ابوداؤد[3]، طیالسی دارقطنی[4]، حاکم[5])

(243) حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهٖ صَوْتَهٗ" میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ

۱ بخاری باب من خافت القراۃ فی الظہر والعصر ج 1 ص 107 مطبوعہ کراچی۔
۲ مسند امام احمد ج 5 ص 413 طبع جدید مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
۳ مسند ابوداؤد وطیالسی (عربی اردو) ج 1 ص 123 مطبوعہ ادارہ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔
۴ سنن دار قطنی ص 448 مطبوعہ ملتان۔
۵ مستدرک حاکم ج 2 ص 253 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان)

نے پڑھا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ پھر فرمایا آمین۔ اور اپنی آواز مبارک آہستہ رکھی۔ (ترمذی[1])

(244) حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ "لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِآمِیْنَ" حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ (طبرانی[2])

(245) حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "یُخْفِی الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَآمِیْنَ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔ (عینی[3])

فائدہ: ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

رفع یدین (یعنی ہاتھوں کا اُٹھانا)

احناف کے نزدیک قرأت سے فارغ ہو کر سیدھا رکوع میں چلا جائے رفع یدین نہ کرے اسی طرح رکوع سے اُٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین نہ کرے۔ اس لئے کہ سنتِ نبوی اور سنت صحابہ سے یہی ثابت ہے۔ مگر غیر مقلد حضرات اس پر بہت زور دیتے ہیں۔ بعض شدت پسند تو فوراً فتویٰ ارشاد فرما دیتے ہیں کہ جی رفع یدین کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ ان کو لاکھ سمجھاؤ کہ حضرت ذرا ہتھ ہولا رکھو مگر ان کے پاس نماز باطل ہے سے چھوٹا

1 ترمذی ج 1 ص 162 مطبوعہ لاہور۔
2 طبرانی فی تہذیب الآثار وطحاوی عربی اردو ج 1 ص 419 مطبوعہ لاہور۔
3 عینی شرح ہدایہ۔

فتویٰ ہوتا ہی نہیں۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)

اس بارہ میں مشہور غیر مقلد عالم دین علامہ وحید الزمان رقمطراز ہیں۔

امام نووی نے کہا کہ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرنے میں پوری امت کا اجماع ہے۔ لیکن دوسرے مقامات میں ان کا باہمی اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور دیگر جمہور علماء کے نزدیک رکوع کرتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ نیز امام شافعی نے کہا جب تشہد پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت بھی رفع یدین کرے کیونکہ امام بخاری نے بحوالہ عبداللہ بن عمر لکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ابوبکر بن منذر، ابوعلی طبری اور اہل حدیث کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ، اہل کوفہ اور امام مالک کی مشہور روایت یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر اوقات میں رفع یدین نہیں ہے اور بالا جماع رفع یدین کرنا کسی وقت بھی واجب نہیں۔ (یعنی چاہو تو رفع یدین کرو چاہو نہ کرو، ہر طرح نماز ہو جاتی ہے)۔ (صحیح مسلم[1])

ملاحظہ فرمائیں: اہل حدیث علامہ وحید الزماں صاحب کہہ رہے ہیں کہ رفع یدین صرف مستحب ہے۔ محترم قارئین کرام ذرا سوچیں کہ جو چیز محض مستحب ہے اس پر اتنا زور کیوں دیا جا رہا ہے۔ مثلاً نماز نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے جبکہ کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے تو کوئی کھڑے ہو کر نفل پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے پر فتویٰ نہیں لگاتا لیکن غیر مقلد صاحبان فوراً فتویٰ ارشاد فرما دیتے ہیں کہ رفع یدین کے بغیر نماز ہی باطل ہے۔

1 صحیح مسلم شریف، مترجم از وحید الزمان جلد 2 ص 18 مطبوعہ خالد احسان پبلشرز لاہور۔

نذیر حسین دہلوی اور رفع یدین:

مشہور غیر مقلد علامہ سیّد نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔ علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں (بعض دلائل کا ذکر کر کے تحریر کرتے ہیں) قصہ مختصر یہ کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ (فتاوٰی نذیریہ[1])

عطاء اللہ حنیف اور رفع یدین:

غیر مقلد حضرات کے مایہ ناز محقق مولانا عطاء اللہ حنیف نسائی شریف کی تعلیقات میں لکھتے ہیں۔ ''فَالْوَجْہُ اَنَّ الْحَدِیْثَ ثَابِتٌ...... الی آخرہ''

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ ہمیشہ رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم بہرحال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ کبھی کبھی رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے تا کہ دونوں کی احادیث میں تعارض نہ رہے لہٰذا یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع میں جاتے اور اُٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں یا یہ بتانے کے لئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے۔ (تھوڑا آگے جا کر مزید لکھتے ہیں) اس مسئلہ میں انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جا سکتا اور یہ بھی انصاف کی بات ہے رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ (التعلیقات[2])

1. فتاوٰی نذیریہ ص 441 ج 1 مطبوعہ مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ۔
2. ملاحظہ ہو التعلیقات السلفیہ ص 123 تا 126۔

مگر کیا کریں:

محترم قارئین کرام آپ جید علماء اہل حدیث کی مذکورہ بالا مباحث کو بار بار پڑھیں تو آپ محسوس فرمائیں گے کہ نامور غیر مقلد علماء دبے لفظوں میں یہ اقرار کر رہے ہیں کہ رفع یدین کرنا ضروری نہیں بلکہ ...... نہ کرنا سنت ہے ...... مگر کیا کریں اب شروع جو کر دیا ہے۔ اس لئے! اسی پر قائم ہیں۔

حقیقت کیا ہے؟

رفع یدین کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ بنیادی حقیقت ذہن میں رکھیں کہ شروع اسلام میں دورانِ نماز گفتگو کرنا جائز تھی۔ (جیسا کہ حوالہ جات گزر چکے ہیں) خود حضور ﷺ دورانِ نماز سلام کرنے والے کو جواب دے دیا کرتے تھے۔ (بخاری) لیکن بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا، باقی نہ رہا۔ اب اگر کوئی آدمی بہت سی روایات دکھا دے کہ دیکھو نماز میں گفتگو کرنا جائز ہے۔ تم ایک حدیث لئے پھرتے ہو کہ منع ہے اب بتاؤ اس کا جواب کیا ہو گا۔ یقیناً یہی جواب ہو گا کہ بھائی نماز میں گفتگو کرنا حدیث سے تو ثابت ہے مگر سنت یہ ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں ان کی ناسخ آیۃ مبارکہ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ہے۔ (البقرہ[1])

مثال سے سمجھئے:

فرض کیجئے کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن دو آدمی ایک جلسہ عام میں موجود تھے۔ عبداللہ نے سینکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں عبدالرحمٰن سے دس ہزار روپے قرض لیا۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد عبداللہ نے عبیداللہ اور عبدالحی کی موجودگی میں دس ہزار روپے عبدالرحمٰن کو واپس کر دیئے۔ اب عبدالرحمٰن نے بد دیانتی کی اور

1. سورۃ البقرہ، آیت نمبر 238۔

عبداللہ پر مقدمہ کر دیا کہ یہ میرے دس ہزار روپے نہیں دیتا۔ حالانکہ اس نے کئی سو آدمیوں کی موجودگی میں لیے تھے اور کئی سو آدمیوں نے حلفیہ طور پر اس بات کی گواہی بھی دے دی کہ ہمارے سامنے عبداللہ نے عبدالرحمٰن سے دس ہزار روپے لیے تھے۔ لیکن عبیداللہ اور عبدالحی کہہ رہے ہیں کہ وہ روپے واپس کر دیئے تھے۔ اب ایمان سے بتایئے کہ اگر قاضی صرف اس بنا پر عبداللہ کے خلاف ڈگری دے دے کہ عبدالرحمٰن کے گواہ سینکڑوں ہیں جبکہ عبداللہ کے پاس صرف دو گواہ ہیں تو کیا یہ فیصلہ درست ہوگا؟ یقیناً ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ اگرچہ سینکڑوں آدمیوں نے جو گواہی دی ہے وہ بھی سچ ہے قرض واقعی لیا تھا۔ مگر یہ دو آدمی گواہ ہیں کہ قرض واپس کر دیا تھا۔

اسی طرح سمجھیں کہ ابتداء میں دوران نماز رفع یدین کیا جاتا تھا بلکہ بہت کیا جاتا تھا۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(246) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع وسجود میں اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ (کنز العمال[1])

(247) حضرت عمیر حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ مَعَ کُلِّ تَکْبِیْرَةٍ فِی الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ'' رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یعنی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ[2])

[1] کنز العمال رقم الحدیث 22064، ص 47، جلد 3، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔
[2] سنن ابن ماجہ ص 62 مطبوعہ کراچی۔

(248) حضرت ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے پھر اپنے کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور اللہ اکبر فرماتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے جب سمع اللہ لمن حمدہٗ فرماتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب دوسری رکعت سے کھڑے ہوتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے۔ (سنن ابن ماجہ[1])

(249) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ[2])

رفع یدین کے اوقات:

اگر غور کریں تو ان صحیح احادیث سے درج ذیل مقامات پر رفع یدین ثابت ہوا۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے ہوئے (۳) رکوع سے سر اُٹھاتے وقت (۴) سجدے میں جاتے وقت (۵) سجدہ سے سر اُٹھاتے وقت (۶) دوسرے سجدہ میں جاتے وقت (۷) دوسرے سجدہ سے سر اُٹھاتے وقت (۸) تیسری رکعت کے شروع میں (۹) بعض روایات کے مطابق سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین کیا جاتا تھا۔

اہل حدیث ہونے کے دعویدار غیر مقلد حضرات صرف تین مقامات پر یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں تو رفع یدین کرتے ہیں لیکن ہر سجدہ اور ہر ہر تکبیر پر رفع یدین کیوں نہیں

[1] سنن ابن ماجہ۔
[2] ابن ماجہ ص 62 باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع مطبوعہ کراچی۔

کرتے۔ تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلد حضرات چھ سات جگہ پر رفع یدین کو ترک کر کے بھی اہل حدیث کے اہل حدیث ہی رہے لیکن اگر ہم رکوع سے پہلے اور تیسری رکعت کے شروع میں نہ کریں تو فتویٰ کے تیروں کی اندھا دھند بارش یا للعجب۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کر دیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہو سکتا ہے کہ کوئی دانا قسم کا غیر مقلد یہ حکم سنا دے کہ یہ سارے رفع یدین پہلے کیے جاتے تھے اب منسوخ ہیں تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت ہم بھی تو یہ ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ سب رفع یدین پہلے کیے جاتے تھے اب منسوخ ہیں لیکن آپ مانتے ہی نہیں ہیں۔

رفع یدین پچاس صحابہ سے ثابت ہے

غیر مقلد حضرات سادہ لوح عوام الناس پر اپنی دھاک بٹھانے کے لئے عموماً ارشاد فرماتے ہیں کہ رکوع کرتے، رکوع سے سر اُٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا چار سو احادیث میں وارد ہے جبکہ رفع یدین کی روایات پچاس صحابہ کرام سے منقول ہیں جن میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ اتنی بھاری دلیل دیکھ کر تو ہر کس و ناکس کا جی رفع یدین کو چاہتا ہے۔ اس جگہ ہم ان دونوں دعووں کا جائزہ لیتے ہیں کہ کہاں تک درست ہیں۔

(1) ان مقامات پر رفع یدین کی بابت چار سو احادیث کا دعویٰ جو کیا جاتا ہے وہ محض دعویٰ ہی ہے اس بارہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ کیونکہ جھوٹ بولنے والوں کے لئے قرآن کریم میں بڑی سخت وعید ہے اور غیر مقلدین حضرات سے گزارش کریں

گے کہ اس مجموعہ کو منظر عام پر لایا جائے۔ اگر تا حال وہ روایات یکجا نہیں کی گئی ہیں تو مہربانی فرما کر جید علماء کا پینل مقرر فرمائیں جو صحاح ستہ سے ان چار صد روایات کو جمع کرے۔ امت مسلمہ پر ان کا بڑا احسان ہو گا مگر قیامت تک یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ دعویٰ سو فی صد جھوٹ پر مبنی ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے جید علماء کا فیصلہ ہے کہ:

☆ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَۃِ مَنْ رُوِیَ تَرْکَ الرَّفْعِ اِلَّا مَاقُلْنَا اِنَّ الْمُثْبِتَ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِیْ. (ترمذی[1])

ترجمہ: جن روایات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے کہ ان روایات میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں۔ (یعنی معیار صحت پر پوری اترتی ہیں) بس آ جا کر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین والی احادیث کو ہم انکار والی احادیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

☆ رفع یدین بالاتفاق صرف مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (غیر مقلد[2])

☆ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت سے ثابت ہے یہی بات انصاف کی ہے۔ (غیر مقلد[3])

☆ رفع یدین میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ (غیر مقلد[4])

نوٹ:۔ موخر الذکر تینوں حوالہ جات بھی چند صفحات پیچھے گزر چکے ہیں۔

---

1. ترمذی محقق جلد 1 ص 42، از غیر مقلد علامہ احمد شاکر مطبوعہ بیروت۔
2. غیر مقلد علامہ وحید الزمان مسلم شریف (مترجم)
3. غیر مقلد علامہ عطاء اللہ حنیف تعلیقات السلفیہ۔
4. غیر مقلد مفتی علامہ نذیر حسین دھلوی فتاویٰ نذیریہ۔

(2) اب آیئے پچاس صحابہ والی دلیل کی جانب کہ جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں اور حضرات عشرہ مبشرہ بھی۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ حضرت آپ نے کسرِ نفسی سے کام لیا کہ محض پچاس صحابہ کا ذکر فرمایا۔ اگر آپ یہ دعویٰ فرما دیتے کہ ہمارے آقا رسول محتشم ﷺ ہمیشہ اس پر سختی سے کاربند رہے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام اور اس وقت سے لے کر آج تک ساری کی ساری امت بشمول شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، مقلد، غیر مقلد اس پر متفق ہیں۔ تو بھی ہمیں انکار نہ ہوتا۔ اس لئے کہ یہ رفع یدین نماز کے شروع کرنے کے وقت کا ہے رکوع وسجود والا نہیں۔ محض لفظ رفع یدین کرنا (یعنی کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اُٹھانا) سے عوام الناس کو دھوکہ نہ دیں بلکہ بتائیں کہ اس جگہ وہ رفع یدین (ہاتھ اُٹھانا) مراد ہے۔ جو تکبیر تحریمہ کے وقت شروع نماز میں کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے دھوکہ دہی، قرآن وسنت کی نظر میں قابل تعریف نہیں اور پھر دین متین کے بارہ میں دھوکا۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) بہت بُری بات اور اللہ تعالیٰ پر جرأت ہے[1]۔

اعتراف حقیقت:

ممکن ہے کہ ہماری اس گزارش پر کچھ حضرات برہم ہوں ان کی تسلی کے لئے عرض ہے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق اور امام علامہ شوکانی، نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔

وَجَمَعَ الْعِرَاقِيُّ عَدَدَ مَنْ رَوَى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ٥ (البقرۃ-۹)۔ (ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں (یعنی دھوکہ دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں) وہ (بے چارے) اپنے آپ ہی کو دھوکا دیتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

فَبَلَغُوْا خَمْسِيْنَ صَحَابِيًا مِنْهُمُ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ.

(نیل الاوطار[1])

ترجمہ: علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کی روایات کو نقل فرمانے والے صحابہ کرام کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی۔ غیر مقلدین کے جید عالم محدث اور شارح علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی سبل السلام فی شرح بلوغ المرام میں اسی ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

قَالَ الْمُصَنِّفُ اِنَّهُ رَوَى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِيْ اَوَّلِ الصَّلٰوةِ خَمْسُوْنَ صَحَابِيًا مِنْهُمُ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْحَاكِمِ لَا تَعْلَمُ سُنَّةً اِتَّفَقَ عَلٰى رِوَايَتِهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ ثُمَّ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ تَفَرُّقِهِمْ فِي الْبِلَادِ الشَّاسِعَةِ غَيْرَ هٰذِهِ السُّنَّةِ.

(سبل السلام[2])

ترجمہ: (علامہ ابن حجر شارح بخاری) فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کی احادیث پچاس صحابہ سے مروی ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور امام بیہقی نے امام حاکم کے حوالہ سے نقل فرمایا کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا (یعنی کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اُٹھانا) ایک ایسا عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کو منقول کرنے میں خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہ متفق ہیں باوجود یہ کہ وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے۔

محترم قارئین کرام! ان دونوں عبارات میں خط کشیدہ عبارت رفع

[1] نیل الاوطار جلد نمبر 2 ص 197، مطبوعہ دارالاحیاء بیروت لبنان۔

[2] سبل السلام ج 1 ص 274

الیدین فی ابتداء الصلوٰۃ ...... اور ...... رفع الدین فی اوّل الصلوٰۃ ...... قابل غور ہیں۔ سوچئے کیا ان الفاظ سے غیر مقلدین کا رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ یا مقلدین کا؟ اللہ تعالیٰ حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کی ناسخ احادیث

اگرچہ طالب حق کے لئے مندرجہ بالا گفتگو ہی کافی ہے بایں ہمہ اگر آپ اپنے ذہن وقلب پر بار محسوس نہیں فرماتے تو ذیل کی روایات پڑھیں تاکہ پتہ چلے کہ بحمد اللہ تعالیٰ حنفی حضرات کی نماز عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہے۔

(250) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اَلَا اُصَلِّی بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ.

ترجمہ: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ (یہ کہا) پھر نماز پڑھی اور سوائے پہلی مرتبہ یعنی تکبیر اولیٰ کے کسی بھی جگہ رفع یدین نہ فرمایا۔

(ترمذی[1]، نسائی[2]، ابوداؤد[3])

اس روایت کا تجزیہ کرتے ہوئے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

(251) وَفِی الْبَابِ عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ وَبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَہِ.

---

1 ترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع ج 1 ص 164 مطبوعہ لاہور۔

2 نسائی ج 1 ص 158 مطبوعہ کراچی۔

3 ابوداؤد ص 118 باب من لم یذکر رفع عند الرکوع مطبوعہ لاہور۔

ترجمہ: اس بات میں (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنے کے بارہ میں) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث پاک مروی ہے امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث (سند کے اعتبار سے) حسن یعنی بہت بہتر ہے۔ مزید یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بہت سے (عام صحابہ نہیں بلکہ) علماء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی پر عمل کرتے تھے اور اسی طرح تابعین بھی اور حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام ابوحنیفہ) کا بھی یہی فرمان ہے (کہ تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہ کیا جائے)۔

(ترمذی[1])

فائدہ: قارئین کرام! آپ نے امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث اور اس پر خود انہی کا تبصرہ ملاحظہ فرمایا۔ دیکھئے اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود بڑے فقیہہ صحابی ہیں وہ جماعت صحابہ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا یہ انداز نماز پیش فرماتے ہیں مگر کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ کیا وہ خدانخواستہ حضرت عبداللہ سے ڈرتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ حق یہی ہے۔

☆ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے کہ قابل عمل نہ ہو بلکہ حسن یعنی بہترین اور لائق دلیل ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

☆ پہلی مرتبہ یعنی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے پر محض عام صحابہ کرام نہیں بلکہ جید علماء قسم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عمل فرماتے تھے۔

☆ ان جید صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین اور فقہا مثلاً سفیان ثوری اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی مذہب تھا۔

---

1 ترمذی ج 1 ص 165 باب رفع الیدین عند الرکوع مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(252) مذکورہ بالا حدیث پاک کو امام نسائی نے اپنی سنن کے کتاب الافتتاح ج 1 ص 58 مطبوعہ کراچی میں نقل فرمایا اور اسی طرح (سنن ابی داؤد ج 1 ص 118 میں کتاب الصلوٰۃ) میں یہ حدیث مذکور ہے۔ مزید برآں سنن ابوداؤد میں ہے۔

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَامُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَاَبُوْ حُذَيْفَةَ قَالُوْ اَنَا سُفْيَانُ بِاِسْنَادِهٖ بِهٰذَا قَالَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَرَّةً وَّاحِدَةً.

ترجمہ: حضرت حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمر اور حضرت ابوحذیفہ نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے اور بعض نے کہا صرف ایک مرتبہ ہاتھ اُٹھائے۔ (ابوداؤد[1])

(253) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَايَعُوْدُ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کانوں کے قریب تک اُٹھاتے اس کے بعد (پوری نماز میں) پھر ایسا نہ کرتے۔

(ابوداؤد[2])

(254) حضرت ابن ابی شیبہ جو کہ حضرت امام بخاری و امام مسلم کے استاد محترم ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب المصنف ص 267 جلد نمبر 1 میں مذکورہ بالا روایات ابن مسعود و براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باب "مَنْ كَانَ يَرْفَعُ

1. ابوداؤد ج 1 ص 118 باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع مطبوعہ لاہور۔
2. ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 118 مطبوعہ لاہور۔

يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ" میں نقل فرمایا۔ امام ابن ابی شیبہ مزید آثار نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ:

(255) حضرت علی المرتضیٰ کا عمل:

اِنَّ عَلِيًّا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَايَعُوْدُ.

ترجمہ: بے شک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے دونوں ہاتھ جب نماز شروع کرتے تب اُٹھاتے پھر نہیں اُٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ[1])

(256) حضرت عبداللہ بن مسعود:

امام ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ مَايَسْتَفْتِحُ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا۔ بے شک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے شروع میں افتتاح نماز کے وقت ہاتھ اُٹھاتے پھر کہیں نہ اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ[2])

امام اشعث و شعبی:

امام اشعث سے مروی ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ اَوَّلِ تَكْبِيْرٍ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا۔ بے شک آپ پہلی ہی تکبیر میں ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر نہیں اُٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ[3])

امام نخعی:

حضرت حصین و حضرت مغیرہ امام نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

1. ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 باب مذکورہ بالا مطبوعہ ملتان۔
2. ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 مطبوعہ ملتان۔
3. ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 باب مذکور مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

نے فرمایا۔ اِذَا کَبَّرْتَ فِی فَاتِحَۃِ الصَّلٰوۃِ فَارْفَعْ یَدَاکَ ثُمَّ لَا تَرْفَعْھُمَا فِیْمَا بَقِیَ۔ جب تم نماز شروع کرو تو تکبیر کہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اُٹھاؤ۔ پھر باقی نماز میں انہیں اوپر نہ اُٹھاؤ۔ (ابن ابی شیبہ[1])

شاگردانِ علی وعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

امام ابو اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کَانَ اَصْحَابُ عَبْدِاللّٰہِ وَاَصْحَابُ عَلِیٍّ لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِی اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ، قَالَ وَکِیْعٌ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد بھی صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ وکیع فرماتے ہیں کہ پھر دوبارہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ[2])

(257) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِی سَبْعِ مَوَاطِنِ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَاِذَارَاَیِ الْبَیْتَ وَعَلَی الصَّفَاءِ وَعَلَی الْمَرْوَۃِ وَفِی عَرَفَاتٍ وَفِی جَمْعٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ۔

سات مقامات کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے۔ (۱) جب نماز کے لئے کھڑا ہو (۲) جب حرم کعبۃ اللہ کو دیکھے (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵) میدان عرفات میں (۶) میدان مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت۔

(ابن ابی شیبہ[3])

۱ ابن ابی شیبہ باب مذکورہ۔
۲ ابن ابی شیبہ باب مذکورہ۔
۳ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 باب مذکورہ۔

فائدہ: پتہ چلا کہ صرف نماز کے ابتداء میں ہی رفع یدین کرنا چاہیے ورنہ وہ فرماتے کہ رکوع سجود کے وقت بھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(258) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ مَا رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّافِی اَوَّلِ مَا یَفْتَتِحُ۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھاتے دیکھا اس کے سوا کسی جگہ بھی نہیں۔

(ابن ابی شیبہ[1])

(259) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ فِی شَیْءٍ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِلَّا حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ۔ حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے نماز کی ابتداء کے وقت ہاتھ اُٹھائے پھر کسی بھی جگہ (نماز پڑھتے) ہاتھ نہ اُٹھاتے۔ (ابن ابی شیبہ[2])

محترم قارئین کرام! امام بخاری ومسلم کے استاد امام ابن ابی شیبہ نے اس باب میں پندرہ احادیث وآثار اپنی سندوں کے ساتھ روایت فرمائیں۔ جوہر النقی میں ہے کہ یہ سب اسناد جید ہیں ان میں کوئی بھی ضعیف نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین (سوائے تکبیر تحریمہ کے) کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (جوہر النقی[3])

۱ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268 باب مذکورہ۔
۲ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268 باب مذکورہ۔
۳ جوہر النقی ج 2 ص 74 تا ج 2 ص 79 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

ازالہ شبہات:

اگر کسی دوست کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جن اصحابہ سے رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔ اُنہی سے کرنا بھی ثابت ہے۔ تو پھر کیا کیا جائے تو جواباً عرض ہے کہ وہ حضرات پہلے کرتے تھے پھر نہیں۔ گویا ایک عمل پہلے کا ہے اور دوسرا بعد کا۔ ہم حنفیہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ وہ عمل ہے جو پہلے کیا جاتا تھا اور بعد میں نہیں۔ دنیا بھر کے غیر مقلدین کا فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ پہلے نہیں کیا جاتا تھا اور پھر سابقہ حکم منسوخ کر کے رفع یدین کا حکم دے دیا گیا۔ ورنہ وہ بتائیں کہ ان احادیث مبارکہ کا کیا بنے گا کہ جن میں رفع یدین کے نہ کرنے کا حکم ہے۔ جب کہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین سے منع فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

(260) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِىْ اَرَاكُمْ رَافِعِىْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِى الصَّلٰوةِ ۔ (ایک مرتبہ ہم نماز پڑھ رہے تھے) رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم شریف [1])

فائدہ: مسلم شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ چونکہ رفع یدین سکون کے منافی ہے لہٰذا ہم کو حکم مصطفی ﷺ کے مطابق پر سکون انداز میں نماز

[1] مسلم شریف: باب امر بالسکون فی الصلوٰۃ ج 1 ص 181 مطبوعہ کراچی۔

پڑھنی چاہیے۔

(261) واضح رہے کہ صحیح مسلم شریف حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ:

"كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا تُؤْمِنُوْنَ يَدَهُ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اِنَّمَا يَكْفِىْ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّضَعَ يَدَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى اَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ".

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم صحابہ نماز پڑھتے تو اختتام نماز پر دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھوں سے یوں اشارے کرتے ہو جس طرح شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ تمہیں یہ ہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنے زانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں اور بائیں اپنے بھائی کو سلام کہا کرو۔ (مسلم شریف [1])

بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ حدیث ہٰذا سابقہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی اس حدیث میں سابقہ حدیث والی بات کو زیادہ واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے یعنی جس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے وہ سلام پھیرتے وقت کا رفع یدین ہے۔

[1] مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 181 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

انصاف کی نظر:

سے دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ دو واقعات جدا جدا ہیں۔ ہم نے اس جگہ اصل عربی عبارات نقل کی ہیں تا کہ یہ شبہ نہ رہے کہ شاید اصل الفاظ کیا تھے؟ اب دونوں روایات کو دیکھیں۔ پہلی میں یہ ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ گویا یہ دو جدا جدا واقعات ہیں ایک نہیں اگر یہ کہا جائے کہ واقعات تو دو ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ نہایت واضح ہیں کہ ثُمَّ یُسَلِّمُ عَلٰی اَخِیْهِ مَنْ عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ پھر وہ سلام کرے اپنے بھائی کو جو اس کے دائیں طرف ہے جو اس کے بائیں طرف ہے یہ عمل صرف ایسی ہی صورت میں ممکن ہے کہ باجماعت نماز پڑھی جائے اور سارے مقتدی اکٹھے سلام پھیریں۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کو سلام کریں لیکن اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہیں ہو تو وہ ایک دوسرے کو کس طرح سلام کریں گے۔ کیونکہ کوئی تو سلام پھیر رہا ہو گا کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں ہو گا ایک دوسرے کو سلام کس طرح کریں گے۔ اسی طرح ایک آدمی تنہا نماز پڑھتا ہے تو وہ دائیں بائیں اپنے کس بھائی کو سلام کہے گا؟ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلی روایت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے رفع یدین منع ہیں جبکہ دوسری روایت میں بوقت سلام ہاتھ سے اشارے کرنا منع ہیں۔ علاوہ ازیں پہلی حدیث میں ہے اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ یعنی دوران نماز سکون اختیار کرو، ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جبکہ دوسری روایت میں بوقت اختتام نماز یعنی نماز ختم کرتے ہوئے اشارے نہ کرو۔ ہمارے

اس دعوے کی تائید نسائی شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔

(262) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ رَافِعُوْ اَیْدِیْنَا فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مَا بَالُهُمْ رَافِعِیْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوۃِ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْخَیْلِ الشُّمُسِ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم دوران نماز رفع یدین کر رہے تھے (یعنی ہاتھ اُٹھا رہے تھے) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ دوران نماز اس طرح (رَافِعِیْنَ اَیْدِیْهِمْ) رفع یدین کر رہے ہیں جس طرح سرکش گھوڑوں کی دُمیں۔ نماز میں سکون اور اطمینان کرو۔ (سنن نسائی[1])

فائدہ: محترم قارئین کرام! عربی عبارت کی خط کشیدہ عبارت پر غور فرمائیں کہ رفع یدین دوران نماز کیا جا رہا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ ہی فرمایا کہ ''رَافِعِیْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوۃِ'' وہ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں اس عمل سے منع فرما کر نماز میں سکون و اطمینان کا حکم دیا۔

مزید تسلی کے لئے مسند امام احمد کی روایت کے ان الفاظ پر غور فرمائیے۔

(263) اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوْا اَیْدِیَهُمْ فَقَالَ قَدْ رَفَعُوْهَا کَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْخَیْلِ الشُّمُسِ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ.

ترجمہ: حضور اکرم نبی محترم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ ہاتھ اوپر اُٹھا رہے ہیں۔ (یعنی رفع یدین کرتے ہیں) جس طرح سرکش گھوڑے کی دُمیں (اوپر کو بار بار

1 سنن نسائی جلد 1 ص 176 مطبوعہ کراچی۔

اُٹھتی ہیں) سکون اختیار کرو نماز میں۔ (مسئلہ رفع یدین)۔

(مسند امام احمد[1]، مسند امام احمد[2])

طحاوی کے دلائل:

حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمتہ اللہ علیہ متوفی 321ھ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''شرح معانی الآثار'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ تین مختلف اسناد کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ:

(264) عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا مِنْ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے ہوئے تکبیر کہتے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو اتنا اُٹھاتے۔ کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے آپ ﷺ کے دونوں کانوں کے لوؤں کے قریب ہو جاتے اس کے بعد (آخر نماز تک) آپ ﷺ رفع یدین نہ فرماتے۔ (طحاوی[3])

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں نہایت واضح انداز میں معلوم ہوتی ہیں کہ (۱) حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔ (۲) انگوٹھے کانوں کی لو تک اٹھانے چاہیے۔

(265) امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

---

1. مسند امام احمد جلد 5 ص 93 طبع قدیم۔
2. مسند امام احمد جلد 6 ص 99 طبع جدید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
3. طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 459 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے علاوہ مختلف صحابہ کے عمل سے بھی ثابت فرمایا کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ان صحابہ سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اس لئے وہ ان کے اس عمل پر تبصرہ بھی فرماتے ہیں مثلاً حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

(266) صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ.

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں وہ پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ (طحاوی[1])

اس روایت پر طحاوی کے تبصرہ کا مفہوم یہ ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک زمانہ تک حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی رفع یدین کرتے رہے پھر انہوں نے رفع یدین کیوں چھوڑا؟ حالانکہ کہ آپ نہایت سختی سے سنت پر عمل کیا کرتے تھے۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے۔ وگرنہ آپ کبھی بھی رفع یدین کو ترک نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ ترک شدہ عمل سنت نہیں کہلاتا۔ (طحاوی[2])

---

1. طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 462 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
2. طحاوی ج 1 ص 462۔

کریں وہ جو جی میں آئے:

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کے بارہ میں مؤطا امام محمد، طحاوی شریف، جوہر النقی، صحیح البہاری میں بہت سی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ درج ہے۔ جن کو درج کرنا بحث کو مزید طویل کرنا ہے۔ آخر میں ہم عینی شرح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ ابن زبیر کا حکم نقل کرتے ہیں۔ سنیئے آپ کیا فرماتے ہیں۔

(267) اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَاْسِہٖ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ لَہٗ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّہٗ شَیْءٌ فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَکَہٗ۔

ترجمہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اُسے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عینی شرح بخاری[1])

محترم قارئین کرام یہ ہے ہمارا مؤقف کہ یہ عمل پہلے کیا جاتا تھا پھر ترک کر دیا گیا۔ جبکہ غیر مقلد حضرات بفضلہٖ تعالیٰ کوئی بھی صحیح، مرفوع حدیث پیش نہیں کر سکتے کہ رفع یدین پہلے نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعد میں کیا جانے لگا۔ البتہ ہم ان کا یہ مؤقف پھر دہرا دیتے ہیں۔ آپ ان دونوں مؤقفوں کو سامنے رکھیں اور جو جی میں آئے فیصلہ کریں۔

☆ غیر مقلدین کے نامور مفتی اور علامہ سیّد نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔
علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین

۱؎ عینی شرح بخاری

کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔ (فتاوٰی نذیریہ[1])

☆ غیر مقلدین کے مشہور محقق و علامہ جناب عطاء اللہ حنیف صاحب رقمطراز ہیں۔ فَالْوَجْہُ اَنَّ الْحَدِیْثَ ثَابِتٌ لٰکِنْ یَکْفِیْ...... اِلٰی آخِرِہٖ۔ (طویل عربی عبارت)

ترجمہ: (سنن نسائی کی) اس حدیث سے فی الحقیقت یہ ہی بات ثابت ہے اور واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم (غیر مقلدین) بہرحال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ ﷺ کبھی کبھی رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہ رہے۔ لہٰذا صحیح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رکوع کے لئے جاتے اور اُٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں یا یہ بتانے کے لئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے۔

اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جا سکتا اور یہ بھی انصاف ہی کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (التعلیقات[2])

☆ ترمذی شریف پر تحقیق کرنے والے غیر مقلد محقق و محدّث جناب احمد

۱؎ فتاوٰی نذیریہ جلد 1 ص 441 مطبوعہ مکتبہ معارف اسلامیہ گوجرانوالہ۔
۲؎ التعلیقات السلفیہ علی النسائی ص 126-123۔

شاکر تحقیق ترمذی میں لکھتے ہیں۔ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَةِ مَنْ رَوٰی تَرْکَ الرَّفْعِ اِلَّامَا قُلْنَا ، اِنَّ الْمُثْبِتَ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِیْ۔ (ترمذی[1])

جن روایات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے ان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے یعنی وہ روایات بالکل بے غبار ہیں زیادہ سے زیادہ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ثبوت والی روایات نفی والی روایات پر مقدم ہیں اور بس۔

خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں کہ یہ گومگو والا مسلک درست ہے یا پھر صاف وشفاف جو کہ واضح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:۔ اس موضوع پر تھوڑی طویل بحث اس لئے کی ہے کہ آج کل یہ مسئلہ بڑا معرکتہ الآراء ہے اور لوگ فتوؤں پر فتوے لگائے جا رہے ہیں کہ تمہاری نماز ہی نہیں ہوتی کہ رفع یدین جو نہ کیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اصل صورت حال واضح ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

نماز میں رکوع کرنا

قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتے ہوئے (بغیر ہاتھ اُٹھائے) رکوع میں چلا جائے۔ رکوع میں سر کو اور کمر کو برابر سیدھا رکھے۔ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر یوں رکھے کہ ہتھیلی تو گھٹنوں پر رہے اور انگلیاں گھٹنے کے نیچے، نیز اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے لیکن عورت سمٹ کر رکوع کرے۔ رکوع میں تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" پڑھے۔ حنفیہ کے اس عمل پر احادیث مبارکہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

1 ترمذی محقق جلد2 ص42۔

تکبیر کہنا

(268) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ.

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر (تحریمہ) کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ (الخ......) (مشکوٰۃ[1]، بخاری[2]، مسلم[3])

کمر سیدھی رکھنا

(269) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ!

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ.

رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو سرِ انور کو نہ تو بہت بلند فرماتے اور نہ ہی زیادہ نیچے فرماتے بلکہ درمیانی راہ اختیار فرماتے۔ (ابن ماجہ[4])

(270) حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ فِيْهَا يَعْنِيْ صُلْبَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ.

1 مشکوٰۃ۔
2 بخاری ج1 ص169 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 مسلم ج1 ص109 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
4 ابن ماجہ ص62 باب الرکوع فی الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: اُس شخص کو نماز کی پوری جزا نہیں ملے گی جو رکوع وسجود میں اپنی پشت کو برابر نہ رکھے۔ (ابن ماجہ[1]، نسائی[2]، سنن نسائی[3]، ابوداؤد[4])

(271) حضرت وابصہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فَکَانَ اِذَا رَکَعَ سَوّٰی ظَھْرَہٗ حَتّٰی لَوْصُبَّ عَلَیْہِ الْمَاءُ لَا سْتَقَرَّ۔

(سنن ابن ماجہ[5])

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو پشت انور کو اس قدر برابر رکھتے کہ اگر بالفرض پیٹھ مبارک پر پانی ڈالا جائے تو ٹھہرا رہے۔

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ

(272) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ وَعُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ اَنَّهٗ رَکَعَ فَجَا فِیْ اَیْدِیَهٗ وَوَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ وَفَرَّجَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَّرَاءِ رُکْبَتَیْهِ وَقَالَ هٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ۔

حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر انگلیاں پھیلا کر رکھا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز ادا

---

۱ ابن ماجہ ص 62 باب الرکوع فی الصلوۃ مطبوعہ کراچی۔
۲ نسائی ج 1 ص 158 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۳ سنن نسائی ج 1 ص 166 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۴ ابوداؤد ج 1 ص 132 مطبوعہ لاہور۔
۵ سنن ابن ماجہ ص 62 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد[1]، نسائی[2])

(273) حضرت سالم بن برا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی کیفیت و انداز ارشاد فرمایئے تو آپ ہمارے سامنے مسجد میں کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی (یعنی نماز پڑھنا شروع کر دی) جب رکوع میں گئے تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ انگلیاں گھٹنوں کے نیچے، اور کہنیاں پہلوؤں سے جدا تھیں۔ حتی کہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں گئے (دوران سجدہ) ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھا یہاں تک کہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر (تکبیر کہتے ہوئے) سجدہ سے سر اُٹھایا اور بیٹھ گئے۔ حتی کہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح چار رکعت نماز مکمل کی، پھر فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد[3])

رکوع کی تسبیح

(274) عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَکَعَ فَقَالَ فِیْ رُکُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَفِیْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم

---

۱ ابوداؤد ج 1 ص 134 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
۲ نسائی ج 1 ص 159 باب مواضع اصابع الیدین فی الرکوع مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۳ ابوداؤد باب الصلوۃ من لایقیم صلبہٗ فی الرکوع والسجود ج 1 ص 133 مطبوعہ لاہور۔

ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ ﷺ نے رکوع کیا تو پڑھا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ جبکہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہا۔(نسائی[1]، آثار السنن[2])

(275) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَبِّحُ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ثَلٰثًا وَفِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ثَلٰثًا۔

ترجمہ: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھا کرتے تھے جبکہ سجدہ میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی پڑھتے تھے۔(آثار السنن[3])

(276) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِجْعَلُوْھَا فِیْ رُکُوْعِکُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ۔
(مسند امام احمد[4]، ابوداود[5]، دارمی[6]، ابن ماجہ[7]، صحیح ابن حبان[8])

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیۃ مبارکہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ نازل ہوئی تو حضور نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے

1 نسائی ج1 ص160 باب الذکر فی الرکوع مطبوعہ کراچی۔
2 آثار السنن ص 145 باب مایقال فی الرکوع والسجود مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
3 آثار السنن ص 46-145 باب مایقال فی الرکوع والسجود مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
4 مسند امام احمد ج5 ص155 طبع جدید بیروت لبنان۔
5 ابوداؤد ج1 ص134 باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ مطبوعہ لاہور
6 دارمی ج1 ص341 باب مایقول فی الرکوع مطبوعہ کراچی۔
7 ابن ماجہ ص63 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
8 صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ باب نمبر73 مایقول فی الرکوع والرفع ہذہ والسجود مطبوعہ بیروت لبنان۔

فرمایا تم ان (کلمات مقدسہ) کو رکوع میں ادا کیا کرو اور جب آیۃ مبارکہ سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان (کلمات مقدسہ) کو سجدہ میں پڑھا کرو۔

رکوع سے سر اُٹھاتے وقت تسمیع وتحمید کہنا

امام ومفرد تسمیع دونوں کہے جبکہ مقتدی صرف تحمید یعنی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے۔

(277) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔ اس میں شک نہیں کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔(بخاری[1]، ابوداود[2]، مشکوٰۃ[3])

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے تو فرشتے بھی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے ہیں اور مقتدیوں کو حکم فرمایا گیا تم بھی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو جس طرح امام کے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر آمین کہنے کا حکم ہے کہ امام کے لفظ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہنے پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور تم بھی کہو۔ ان دونوں مقامات پر ایک بات مشترک ہے کہ میرے آقا

1 بخاری ج1 ص109 باب فضل اللھم ربنا لک الحمد مطبوعہ کراچی۔
2 ابوداؤد ج1 ص131 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3 مشکوٰۃ باب الرکوع مطبوعہ کراچی۔

رسول عربی ﷺ نے فرمایا۔ "مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلائِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ" یعنی جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اسی لئے مقتدی پست آواز سے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتا ہے تاکہ اس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو کر اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جائے تو چاہیے یہ کہ آمین بھی آہستہ ہی کہا جائے تاکہ یہ قول بھی فرشتوں کے قول کے موافق ہو کر باعث مغفرت بن جائے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

(278) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ۔

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ بھی کہتے۔

(رواہ البخاری[1]، فتح الباری[2]، بخاری شریف[3])

(279) اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔ (مسلم[4]، بخاری[5])

ترجمہ: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو

1 الحدیث رواہ البخاری۔
2 فتح الباری ص 224 مطبوعہ بیروت لبنان۔
3 بخاری شریف ص 109 باب مایقول الامام ومن خلفہ اذا رفع راسہ من الرکوع مطبوعہ قدیمی کراچی۔
4 مسلم ابواب الصلوۃ مطبوعہ کراچی۔
5 صحیح بخاری ج 1 ص 111 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اُٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اُٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

(بخاری ومسلم)

(280) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے "یَقُوْلُ ﷺ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ"۔ (بخاری[1])

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اُٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے۔

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ امام اور مفرد تسمیع وتحمید دونوں کہے جبکہ مقتدی صرف "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" یا "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہے گا اگر اس میں مزید اضافہ کرے یعنی حمداً کثیراً.........الخ پڑھ لے تو زیادہ ثواب ہے جیسا کہ:

(281) حضرت رفاعہ زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ رکوع سے اُٹھے تو کہا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اس پر ایک مقتدی نے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کہا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ کس نے یہ بات کہی ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تیس (30) سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات (کے ثواب) کے

1 بخاری باب التکبیر اذا قام السجود ص 109 مطبوعہ کراچی۔
2 بخاری باب فضل اللھم ربنا لک الحمد ج 1 ص 110 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ (بخاری[1])

قومہ اور جلسہ میں سکون اختیار کرنا

جب نمازی رکوع کے بعد کھڑا ہوتا ہے تو اُسے اصطلاح شرع میں قومہ کہا جاتا ہے جبکہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ قومہ اور جلسہ پورے سکون و آرام کے ساتھ کرنا چاہیے جولوگ اس میں جلدی مچاتے ہیں وہ اپنی نماز کو برباد کرتے ہیں اس لیے کہ:

(282) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ قَالُوْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ قَالَ لَایُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا وَلَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَلَا فِی السُّجُوْدِ۔ (رواہ احمد وطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ نماز میں چوری کس طرح کرتا ہے تو ارشاد فرمایا جو رکوع وسجود صحیح طریقہ سے نہ کرے اور جو اپنی پیٹھ کو رکوع سجود میں سیدھی نہ رکھے۔ (وہ نماز میں چوری کرتا ہے) (احمد وطبرانی[1])

(283) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مسجد نبوی شریف میں جلوہ فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس نے نماز پڑھی پھر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ

[1] احمد وطبرانی۔

تُصَلِّ '' جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، اس نے پھر نماز ادا کی اور حاضر ہو کر سلام عرض کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ''اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ'' جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ حتیٰ کہ تین مرتبہ اسی طرح ہوا پھر اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے سکھلایئے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ مَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذَالِکَ فِیْ صَلَاتِکَ کُلِّھَا۔ (بخاری[1])

ترجمہ: جب تو نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر جس قدر تجھ سے ممکن اور آسان ہو قرآن کریم پڑھ پھر رکوع کر اور اتنی دیر تک رکوع میں رہ کہ تجھے اطمینان حاصل ہو جائے پھر رکوع سے سر اُٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا اور درست (ہو کر کھڑا) ہو جائے۔ پھر سجدہ کر یہاں تک کہ حالت سجدہ میں تجھے خوب اطمینان ہو جائے پھر اپنی ساری نماز اسی طرح اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کر۔

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً معلوم ہوا کہ دورانِ نماز قومہ، جلسہ، رکوع وسجود کی ادائیگی میں اطمینان واعتدال نہایت ضروری ہے اس کے بغیر نماز مکروہ تحریمی یعنی واجب الاعادہ ہوگی۔ کیونکہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا اور بے اطمینانی و بے اعتدالی کو نماز کی چوری قرار دیا۔

[1] بخاری ج 1 ص 109 باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعہ بالاعادہ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

سجدہ کا طریقہ

پورے اطمینان کے ساتھ قومہ کرنے (یعنی رکوع کے بعد کھڑے ہونے) کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں اس طرح جائے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے، پھر ہاتھ اور پھر پیشانی رکھے جبکہ اُٹھتے ہوئے اس کے برعکس کرے۔ مرد دوران سجدہ کہنیوں کو پہلوؤں سے، رانوں کو پیٹ اور پنڈلیوں سے جدا رکھے۔ کلائیوں کو زمین پر نہ بچھائے۔ جبکہ سر دونوں ہاتھوں کے درمیان یعنی دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوں اور انگلیاں روبقبلہ ہوں اسی طرح پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ رُخ ہونی چاہییں۔ بعض لوگ سجدہ کرتے ہوئے پاؤں کی انگلیاں یا تو کھڑی کر لیتے ہیں یعنی معمولی سی زمین پر لگتی ہیں اور کبھی تلوں کی جانب موڑ کر ان کا رُخ قبلہ کے برعکس (یعنی پاکستان میں مشرق کی طرف) کر لیتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔ اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے یہ مذکورہ مسائل عیاں ہیں۔

(284) عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

(رواہ ابوداؤد[1]، ابن ماجہ[2]، نسائی[3]، ترمذی[4]، دارمی[5]، مشکوٰۃ[6]، مستدرک[7])

1 رواہ ابوداؤد ج 1 ص 129 باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2 ابن ماجہ ص 63 باب السجود مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 نسائی ص 165 باب اول مایصل الی الارض من الانسان فی السجود مطبوعہ کراچی۔
4 ترمذی باب ماجاء فی وضع الیدین قبل رکبتین فی السجود ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
5 دارمی ج 1 ص 347 مطبوعہ کراچی،
6 مشکوٰۃ ص 84 باب السجود وفضیلۃ مطبوعہ کراچی۔
7 مستدرک للحاکم ج 1 ص 349 طبع جدید بیروت لبنان۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ فرماتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اُٹھتے تو ہاتھوں کو پہلے اُٹھاتے۔

(285) وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِیْ صَلَاتِهٖ اَنَّهٗ خَرَّ بَعْدَ رُكُوْعِهٖ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيْرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ.

(رواہ الطحاوی)

ترجمہ: حضرت علقمہ اور حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز نماز خوب اچھی طرح یاد ہے کہ وہ اپنے گھٹنوں کو اس طرح زمین پر رکھتے جس طرح اونٹ رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے اور پھر ہاتھ۔ (طحاوی[1])

(286) نصب الرایہ میں ہے: رَوَى الْمُسْلِمُ فِیْ صَحِيْحِهٖ صَدْرَ الْاَوَّلِ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ فَوَضَعَ وَجْهَهٗ بَيْنَ كَفَّيْهِ.

ترجمہ: مسلم نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ فرمایا تو اپنا رُخ زیبا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔

(287) امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسند میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمائی کہ:

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ اُذُنَيْهِ.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے

1 طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 523 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

سجدہ کیا تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔

(288) امام طحاوی کی روایت میں ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ وَجْهَهٗ بَيْنَ كَفَّيْهِ. (طحاوی[1])

ترجمہ: وائل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ جب سجدہ فرماتے تو اپنے روئے انور کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے۔

(شرح معانی الآثار[2])

(289) امام طحاوی ایک اور روایت امام ابو اسحٰق کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو دورانِ سجدہ پیشانی مبارک کہاں رکھتے تھے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بَيْنَ كَفَّيْهِ'' یعنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (طحاوی[3])

(290) حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. (بخاری[4]، مسلم[5])

ترجمہ: جب حضور نبی محترم رحمتِ عالم ﷺ سجدہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اس

1. طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 525 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
2. شرح معانی الآثار۔
3. طحاوی ج 1 ص 525 (عربی اردو) مطبوعہ لاہور
4. بخاری شریف ج 1 ص 112 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
5. مسلم شریف ج 1 ص 194 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

قدر کشادہ فرماتے (یعنی کہنیوں کو پہلوؤں سے الگ فرماتے) کہ آپ ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آجاتی۔

(291) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ!

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا سَجَدَا مَكَّنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ نَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ناک مبارک اور پیشانی انور خوب جما کر رکھتے اور ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر رکھتے۔

(292) عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَيْنَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَضَعُ وَجْهَهٗ اِذَا سَجَدَ؟ ...... فَقَالَ بَيْنَ كَفَّيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ بوقت سجدہ اپنا روئے تاباں کہاں رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (ترمذی[1])

فائدہ: یہ مؤخر الذکر روایت قبل ازیں امام طحاوی کے حوالہ سے بھی گزر چکی ہے۔ ان میں ہاتھوں کا بوقت سجدہ چہرہ کے برابر رکھنے کا ذکر ہے جبکہ ابو حمید ساعدی کی روایت میں کندھوں کے برابر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ ان روایات کی جمع وتطبیق یوں ہو جائے گی کہ ہاتھوں کے انگوٹھے تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں۔ اس طرح ان ساری روایات پر عمل ہو جائے گا نیز دوران سجدہ انگلیوں کو ملا کر رکھے اور کلائیوں کو زمین پر نہ بچھائے اس لئے کہ:

1. ترمذی باب ماجاء فی السجود علی جبهة والانف ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2. ترمذی، ماجاء، این یضع الرجل وجهه ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(293) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔

اِعۡتَدِلُوۡا فِی السُّجُوۡدِ وَلَا یَبۡسُطُ اَحَدُکُمۡ ذِرَاعَیۡہِ اِنۡبِسَاطَ الۡکَلۡبِ. (صحیح مسلم[1])

ترجمہ: سجدہ میں اعتدال کرو (یعنی درمیانی راہ اختیار کرو) اور تم میں کوئی بوقت سجدہ اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح (زمین پر) نہ بچھائے۔ (مسلم)

(294) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رَکَعَ فَرَّجَ بَیۡنَ اَصَابِعِہٖ وَاِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَہٗ. (حاکم صحیح علی شرط المسلم)

ترجمہ: حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ جب رکوع فرماتے تو انگلیوں کو کھول کر (پھیلا کر) رکھتے اور جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔ (مستدرک[2])

(295) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا سَجَدۡتَ فَضَعۡ کَفَّیۡکَ وَارۡفَعۡ مِرۡفَقَیۡکَ.

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھ اور اپنی کہنیوں کو (زمین سے) اٹھائے رکھ۔ (صحیح مسلم[3])

(296) ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا سَجَدَ جَافٰی بَیۡنَ یَدَیۡہِ حَتّٰی لَوۡ اَنَّ بُھۡمَۃً

1. صحیح مسلم الاعتدال فی السجود ج 1 ص 193 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
2. مستدرک حاکم علی الصحیحین ص 49-346 طبع جدید مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان
3. صحیح مسلم ص 194 مطبوعہ کراچی باب اعتدال فی السجود۔

اَرَادَتۡ اَنۡ تَمُرَّ تَحۡتَ یَدَیۡہِ مَرَّتۡ ٥

ترجمہ: جب حضور اکرم نبی محتشم رحمت عالم ﷺ جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں (یعنی بازوؤں اور پہلوؤں کے) درمیان اس قدر فاصلہ رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا۔ (ابوداؤد[1]، مشکوٰۃ[2])

یاد رکھیئے! دوران سجدہ سات اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر شرعی کوئی عضو زمین پر نہ لگا تو سجدہ ناقص ہوگا۔ اس لئے کہ:

(297) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُمِرۡتُ اَنۡ اَسۡجُدَ عَلٰی سَبۡعَۃِ اَعۡظُمٍ عَلَی الۡجَبۡھَۃِ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ عَلٰی اَنۡفِہٖ وَالۡیَدَیۡنِ وَالرُّکۡبَتَیۡنِ وَاَطۡرَافِ الۡقَدَمَیۡنِ وَلَا نَکۡفِتَ الثِّیَابَ وَالشَّعۡرَ. (بخاری[3])

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور آپ ﷺ نے اپنی بینی شریفہ (ناک) کی طرف اشارہ فرمایا۔ دونوں ہاتھوں پر دونوں گھٹنوں پر، دونوں پاؤں کی انگلیوں پر (اور یہ بھی حکم دیا کہ) ہم دوران نماز کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

(298) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی نماز کا طریقہ عملاً یوں بیان فرمایا کہ:

فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیۡہِ غَیۡرَ مُفۡتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِھِمَا وَاسۡتَقۡبَلَ بِاَطۡرَافِ اَصَابِعِ رِجۡلَیۡہِ الۡقِبۡلَۃَ.

1. ابوداؤد باب صفۃ السجود ج 1 ص 138 مطبوعہ لاہور ص 143 مطبوعہ ریاض۔
2. مشکوٰۃ ص 83 باب السجود وفضلہ مطبوعہ قدیمی کراچی۔
3. بخاری باب السجود علی الانف ج 1 ص 112 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پھر جب سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو (زمین پر) رکھا لیکن ان کو بچھایا نہیں اور نہ ہی ان کو سمیٹا (یعنی نہ تو کلائیاں زمین پر لگائیں اور نہ ہی ان کو پیٹ یا رانوں کے ساتھ ملایا) اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ شریف کی طرف سیدھی رکھیں۔

(بخاری[1])

سجدہ میں ٹھونگ:

بعض لوگ دوران نماز سجدہ کرتے ہوئے بہت جلدی کرتے ہیں اور سجدہ میں ایسی پھرتی دکھاتے ہیں گویا ٹھونگ مار رہے ہوں۔ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ پُرسکون انداز میں نماز ادا کی جائے۔

(299) حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نُقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَاَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ.

(سنن دارمی[2]، ابوداؤد[3]، نسائی[4]، ابن ماجہ[5]، مسند امام احمد[6]، مشکوٰۃ[7])

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ کوے کی طرح ٹھونگ مارنے سے، درندے کی طرح کلائیاں بچھانے سے اور اس بات سے کہ کوئی آدمی مسجد میں اپنی

1 بخاری شریف ج 1 ص 114 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
2 سنن دارمی ج 1 ص 348 مطبوعہ کراچی۔
3 ابوداؤد ج 1 ص 133 مطبوعہ لاہور۔
4 نسائی ج 1 ص 167 باب النھی عن نقرۃ الغراب مطبوعہ کراچی۔
5 ابن ماجہ ص 103 مطبوعہ کراچی۔
6 مسند امام احمد ج 4 ص 446 طبع جدید بیروت لبنان۔
7 مشکوٰۃ ص 84 باب السجود مطبوعہ کراچی۔

جگہ اس طرح مقرر کر لے۔ جس طرح اونٹ اپنی جگہ مقرر کر لیتا ہے (کہ صرف اُسی جگہ آ کر بیٹھتا ہے) یعنی ان سب امور سے منع فرمایا۔

سجدہ میں تسبیح کا پڑھنا

بحمد اللہ تعالیٰ اس موضوع پر احادیث مبارکہ رکوع کے بیان میں گزر چکی ہیں وہاں ملاحظہ ہوں البتہ یہ یاد رکھئے کہ رکوع و سجود میں کمال کا ادنیٰ درجہ کم از کم تین تین مرتبہ تسبیح کا پڑھنا ہے۔ اگر زیادہ مرتبہ پڑھے مثلاً پانچ، سات، نو یا گیارہ مرتبہ تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن امام زیادہ لمبا سجدہ نہ کرے بلکہ مقتدیوں کی رعایت پیش نظر رکھے۔

(300) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط وَذَالِكَ اَدْنَاهُ فَاِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا وَّذَالِكَ اَدْنَاهُ. (ابوداؤد[1])

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی رکوع کرے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے اور یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ زیادہ مرتبہ تسبیح پڑھنا زیادہ بہتر اور مستحب ہے لیکن امام احتیاط کرے کیونکہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

(301) مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَ السَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَذَالْحَاجَةِ. (ابوداؤد[2])

1 ابوداؤد شریف ج 1 ص 136 باب مقدار الرکوع والسجود مطبوعہ رحمانیہ کراچی۔
2 ابوداؤد ص 124 باب تخفیف الصلاۃ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کا امام بنے تو اُسے چاہیے کہ تخفیف کرے اس لئے کہ اس کے مقتدیوں میں کوئی ضعیف کوئی بیمار یا کوئی حاجت وضرورت والا بھی ہوتا ہے۔

مرد اور عورت کے سجدہ میں فرق

مرد خوب کھل کر اور اپنی پشت کو اوپر اُٹھا کر سجدہ کرے گا لیکن عورت (حیا کی کثرت کی وجہ سے) خوب سمٹ کر اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر سجدہ کرے گی۔

(302) عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَآ ابْنُ عَازِبٍ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَادَّعَمَ عَلٰی کَفَّیْهِ وَرَفَعَ عَجِیْزَتَهٗ وَقَالَ هٰکَذَا کَانَ یَفْعَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ (رواہ[1])

ترجمہ: ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سجدہ کرنے کی ترکیب یوں بتائی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدہ کیا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنی پشت کو اوپر اُٹھائے رکھا (یعنی پیٹ کو رانوں سے الگ رکھا) اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سجدہ فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد نے بھی اسی کی مثل قدرے اختلاف سے نقل فرمایا ہے۔

(ابو داؤد[2])

عورت سجدہ میں پیچھا نہ اُٹھائے

(303) علامہ عبدالحی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے ص 182 جلد اوّل میں لکھتے ہیں کہ:

اَخْرَجَهٗ اَبُوْ دَاؤدَ فِیْ مَرَاسِیْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

[1] رواہ ابو یعلی فی سندہ ونصب الرایہ زیلعی ص 200

[2] ملاحظہ ہو۔ ابو داؤد ص 143 مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَی امْرَأَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ○

ترجمہ: امام ابو داؤد نے مراسیل میں نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے قریب سے گزرے جو کہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین سے چمٹا لیا کرو۔ (یعنی خوب سمٹ کر سجدہ کیا کرو)

(304) وَاَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ مَرْفُوْعًا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَهَا كَاَسْتَرِ مَا یَكُوْنُ۔

ترجمہ: اور امام بیہقی دوسری حدیث پاک مرفوعاً نقل فرمائی کہ (فرمایا) جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ لگا لے تا کہ احسن طریقہ سے پردہ ہو۔

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ

(305) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی وَكَانَ یَنْهٰی عَنْ عُقْبَةِ الشَّیْطٰنِ۔ (مسلم[1]، مشکوٰۃ[2])

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ (بیٹھتے وقت) اپنا بایاں پاؤں شریف بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا فرماتے تھے اور عقبۂ شیطان سے منع فرماتے تھے۔

نوٹ:۔ عقبۂ شیطان کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض اس سے مراد کُتّے کی طرح بیٹھنا ہے جو کہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

[1] مسلم شریف ج 1 ص 195 باب صفۃ الجلوس بین السجدتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] مشکوٰۃ ج 1 ص 75 باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(306) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

ثُمَّ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوْضِعِہٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَسْجُدُ. (مشکوٰۃ[1])

رسول کریم ﷺ (ایک سجدہ کر کے) سر انور کو اُٹھاتے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی اصلی جگہ پر آجاتی (یعنی پُرسکون انداز میں تشریف فرما ہوتے) پھر آپ ﷺ دوسرا سجدہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ)

دونوں سجدوں کے بعد کھڑے ہونا

دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے قبل بعض حضرات چند لمحے توقف کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور اسے جلسۂ استراحت کہتے ہیں جبکہ حنفیہ کے نزدیک مسنون عمل یہ ہے کہ دونوں سجدوں کے بعد جلسۂ استراحت (یعنی پہلے التحیات میں بیٹھنے کی طرح بیٹھ جانا پھر چند لمحے ٹھہر کر کھڑے ہو جانا) نہ کرے بلکہ پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اس موقف کی تائید میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں کہ اُٹھنے کا انداز کیا ہے۔

(307) عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ وَاِذَا نَھَضَ رَفَعَ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ.

(ابی داؤد[2]، ترمذی[3]، ابن ماجہ[4]، نسائی[5])

---

۱ مشکوٰۃ ص 76 باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۲ ابی داؤد ج 1 ص 129 مطبوعہ لاہور۔
۳ ترمذی ج 1 ص 167 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۴ ابن ماجہ ص 63 باب السجود مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۵ نسائی ج 1 ص 165 باب اوّل ما یصل ...... الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اُٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے۔

(308) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَنْھَضُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز میں (پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد بغیر بیٹھے) اپنے قدموں کے کناروں یعنی پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (ترمذی[1]، سنن الکبریٰ[2])

یاد رہے کہ بعض محدثین اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ بکثرت صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل فرمانا بجائے خود اس کے ضعف کو دور کر دیتا ہے جیسا کہ:

(309) حضرت عبدالرحمٰن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "فَرَأَیْتُہٗ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ وَلَا یَجْلِسُ اِذَا صَلّٰی فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ حِیْنَ یَقْضِی السُّجُوْدَ۔ (بیہقی[3])

---

۱ ترمذی ج 1 ص 169 باب کیف النہوض فی السجود مطبوعہ رحمانیہ لاہور و ص 80 مطبوعہ ریاض سعودیہ
۲ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 124 مطبوعہ ملتان۔
۳ بیھقی باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ ج 2 ص 126-125 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان

میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد نہ بیٹھتے تھے بلکہ پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی عمل تھا یعنی یہ سب حضرات بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ (جوہر النقی[1])

(310) شارح بخاری علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ!

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَکَانَ اَحَدُھُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنْ سَجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَۃِ نَھَضَ کَمَا ھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ.

ترجمہ: حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بکثرت صحابہ کو دیکھا کہ اُن میں سے ہر ایک جب بھی وہ پہلی یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اُٹھاتے تو بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (الدرایہ[2])

(311) عَنْ عَبَّاسٍ اَوْ عَیَّاشِ بْنِ سَھْلِ السَّاعِدِیِّ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ مَجْلِسٍ فِیْہِ اَبُوْہُ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَفِی الْمَجْلِسِ اَبُوْھُرَیْرَۃَ وَاَبُوْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ وَاَبُوْ اُسَیْدٍ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَفِیْہِ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ کَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ یَتَوَرَّکْ.

ترجمہ: حضرت عباس بن سہل یا عیاش بن سہل (یعنی نام کی قرأت میں اختلاف ہے) ساعدی ایسی محفل میں موجود تھے کہ جس میں اُن کے والد حضرت

[1] ملاحظہ ہو جوہر النقی جلد 2 ص 125 مطبوعہ اشرفیہ ملتان
[2] الدرایہ جلد 1 ص 147۔

سہل ساعدی بھی تھے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بھی ہیں اور اس محفل میں حضرت ابوہریرۃ، حضرت ابوحمید ساعدی اور ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ ان میں نماز کا تذکرہ ہوا تو اس میں یہ بھی کہ پھر انہوں نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا (یعنی دوسرا سجدہ) پھر تکبیر کہی اور بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(ابوداؤد[1]، آثار السنن[2])

(312) امام احمد حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمائی کہ انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور حکم دیا کہ سب مرد و عورت جمع ہو جاؤ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھاتا ہوں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع کی سورۃ فاتحہ شریف اور سورۃ مبارکہ پڑھ کر رکوع کیا پھر قومہ کیا۔

ثُمَّ کَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ کَبَّرَ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ کَبَّرَ فَانْتَھَضَ قَائِمًا۔ (آثار[3])

یعنی پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں گرے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سر کو اُٹھایا پھر تکبیر کہی اور (دوسرا) سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور بیٹھے بغیر پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ (امام احمد نے اس کی سند کو حسن قرار دیا)

ضروری وضاحت:

واضح ہو کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل مبارکہ سے ثابت ہے کہ جلسۂ استراحت ایک مسنون عمل نہیں ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے

[1] رواہ ابوداؤد ج 1 ص 115 باب افتتاح الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[2] آثار السنن ص 152 باب فی ترک جلسۃ الاستراحیہ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[3] آثار السنن ص 152 باب فی ترک جلسۃ استراحیہ مطبوعہ ملتان۔

کہ بعض احادیث مبارکہ سے جلسۂ استراحت (یعنی دوسری رکعت میں چند لمحے بیٹھ کر کھڑے ہونا) ثابت ہے جیسا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل کسی خاص موقع پر فرمایا گیا تھا۔ ہمیشہ کی عادت مبارک نہ تھی۔ نامور محدث حضرت امام ابو جعفر طحاوی علیہ الرحمۃ نے شرح معانی الآثار میں اس موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَلَمَّا تَخَالَفَ الْحَدِيْثَانِ اُحْتُمِلَ اَنْ يَّكُوْنَ مَافَعَلَهٗ فِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍ لِعَلَّ كَانَتْ بِهٖ فَقَعَدَ مِنْ اَجْلِهَا لَا لِاَنَّهٗ ذَالِكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ "وَقَالَ" وَلَوْ كَانَتْ هٰذَا الْجَلْسَةُ مَقْصُوْدَةً لَشُرِّعَ لِهٰذَا ذِكْرٌ مَخْصُوْصٌ.

ترجمہ: جب دونوں روایات میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جلسۂ استراحت کسی خاص ذاتی حالت وکیفیت کی وجہ سے فرمایا ہوگا نہ کہ اس لئے کہ یہ نماز کی سنت ہے اور اگر یہ جلسۂ نماز میں مطلوب و مقصود ہوتا تو خصوصیت کے ساتھ اس کا علیحدہ تذکرہ ضرور ہوتا۔

غیر مقلد حضرات کے نزدیک نہایت معتبر اور محقق شخصیت علامہ ابن قیم نے بھی اس مضمون کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا۔

وَلَوْ كَانَ هَدْيُهٗ ﷺ وَفِعْلُهَا دَائِمًا لَذَكَرَهَا كُلُّ وَاصِفٍ لِصَلَاتِهٖ وَمُجَرَّدُ فِعْلِهٖ ﷺ لَايَدُلُّ عَلٰى اَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا اِذَا عَلِمَ اَنَّهٗ جَعَلَهَا سُنَّةً يُقْتَدٰى بِهٖ فِيْهَا وَاَمَّا اِذَا قُدِّرَ اَنَّهٗ فَعَلَهَا لِلْحَاجَةِ لَمْ يَدُلَّ عَلٰى كَوْنِهَا سُنَّةً مِنْ سُنَنِ الصَّلٰوةِ۔ (ملخص[1])

ترجمہ: اور اگر آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ ہمیشہ جلسۂ استراحت فرمانے کی

1 ملخص زاد المعاد جلد 1 ص 240

ہوتی تو یقیناً ہر وہ شخص اس بات کا تذکرہ کرتا کہ جس بھی کسی نے آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اور محض ایک آدھ مرتبہ آپ ﷺ کا اس عمل کا فرمانا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ عمل نماز کی سنت ہے۔ ہاں البتہ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ آپ ﷺ نے یہ عمل مبارک بطور سنت فرمایا ہے کہ تاکہ لوگ بھی ایسا کریں (تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہوتا) لیکن جب یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہ عمل اپنی کسی ذاتی ضرورت کے تحت کیا ہے تو اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمل (جلسۂ استراحت) نماز کی سنتوں میں سے کوئی سنت ہے۔ (زاد المعاد)

قابل توجہ: محترم قارئین کرام اس مختصر مگر مفید بحث سے یہ ثابت ہوا کہ فقہاء کرام نے ہر ہر مسئلہ کے اخذ فرمانے میں بہت محنت فرمائی ہے۔ اسی لئے ایک عام آدمی کو اُن کی بات بغیر ہچکچاہٹ کے قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ عوام الناس تو درکنار عام علماء کرام بھی نہیں جانتے کہ کونسی حدیث ناسخ ہے اور کونسی منسوخ، کونسی متواتر ہے اور کونسی متروک۔ مگر اہل حدیث بننے کے شوق میں بعض حضرات اپنی خواہش کی تقلید کرتے ہوئے جس روایت پر چاہتے ہیں عمل کر لیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ترک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دوسری رکعت کی مسنون قرأت

نماز کی پہلی رکعت کے شروع میں تو ثناء اور تعوذ وتسمیہ پڑھا تھا لیکن جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونگے۔ ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ سنت مشہور یہ ہے کہ قرأۃ الحمد شریف سے شروع کرے۔ (کذافی[1])

1 کذافی عمدۃ الرعایہ ص 184۔

(313) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَهَضَ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ.

ترجمہ: حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور خاموش (کھڑے) نہ رہتے۔ (صحیح مسلم[1]، آثار السنن[2])

یعنی جس طرح پہلی رکعت میں امام قرأت سے پہلے خاموشی کے ساتھ ثنا اور تعوذ وتسمیہ پڑھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہٖ وسلم دوسری رکعت میں خاموشی کے ساتھ کھڑے نہ رہتے بلکہ کھڑے ہوتے ہی بلند آواز سے سورۃ الحمد شروع فرمادیتے۔

دوسری رکعت میں الحمد کے ساتھ سورۃ مبارکہ ملانا

امام اور مفرد نماز کی دوسری رکعت میں فاتحہ شریف کے ساتھ کوئی سورۃ مبارکہ یا تین آیات مبارکہ یا ایک آیۃ مبارکہ جو کم از کم تین چھوٹی آیات مبارکہ کے برابر ہو ملائے جبکہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ شریف پڑھنا ہی کافی ہے۔ (دلیل ملاحظہ فرمائیں)

(314) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَبِسُوْرَتَيْنِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف

۱ صحیح مسلم شریف۔
۲ آثار السنن ص 153 مطبوعہ ملتان۔

ورحیم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ شریف اور دو سورتیں (یعنی ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ) پڑھا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ الحمد پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری[1]، مسلم[2]، آثار السنن[3])

قعدہ (یعنی بیٹھنے) کا مسنون طریقہ

دوسری رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور اُس کی انگلیاں (اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو) قبلہ شریف کی طرف سیدھی رکھے جبکہ بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھ جائے۔

(دلیل ملاحظہ فرمائیں)

(315) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا...... وَفِيْهِ وَكَانَ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰی وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰی.

ترجمہ: حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات کے لئے بیٹھنا ہے اور آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔ (مسلم[4])

(316) قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَعَدَ وَ تَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰی عَلَی الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو (بیٹھنے کیلئے) اپنا بایاں قدم زمین پر بچھا کر اُس پر تشریف فرما

۱ بخاری شریف ج 1 ص 107 باب یقرأ فی الآخرین بفاتحۃ الکتاب، مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۲ مسلم ج 1 ص 185 مطبوعہ کراچی۔
۳ آثار السنن ص 127 باب قراۃ السورۃ بعد الفاتحۃ فی الاولیین مطبوعہ امدادیہ ملتان
۴ مسلم باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ہوئے۔ (رواۃ الطحاوی[1]، شرح معانی[2])

(317) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔ (یعنی یہ طریقہ نبوی ﷺ ہے)۔ (رواہ النسائی[3])

(318) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِىْ لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يَعْنِىْ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب آپ ﷺ تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھے اور اپنا بایاں دستِ مبارک بائیں ران پر رکھا جبکہ اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔ (اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا)۔ (اخرجہ[4]، ترمذی[5])

قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھے

(319) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "اَلسَّلَامُ

1. رواۃ الطحاوی (عربی اردو)۔
2. شرح معانی الآثار ج 1 ص 529 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
3. رواہ النسائی ج 1 ص 173 باب استقبال باطراف اصابع...... الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
4. اخرجہ الترمذی ص 39۔
5. ترمذی شریف ص 170 باب کیف جلوس فی التشہد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

عَلَى اللّٰهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِى الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. فَاِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدِاللّٰهِ صَالِحٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. (بخاری[1]، مسلم[2]، ابوداؤد[3])

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ یعنی اللہ تعالیٰ پر سلام ہو، فلاں اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا (یوں نہ کہا کرو اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے۔ بلکہ جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یہ پڑھے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ...... (الخ) الصَّالِحِيْنَ۔ یعنی میری ساری قولی فعلی مالی اور بدنی عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لئے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا آپ ﷺ پر نزول ہو۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے سارے نیک بندوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جب نمازی یہ جملہ کہتا ہے تو اس کا یہ سلام زمین وآسمان میں رہنے والے ہر نیک بندۂ خدا کو پہنچے گا۔ (پھر کہے) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

1. بخاری ج 1 ص 115 باب التشہد فی الآخرۃ مطبوعہ کراچی۔
2. مسلم ص 173 التشہد فی الآخرۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. ابوداؤد ج 1 ص 147 باب التشہد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

فائدہ: امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث تشہد کے بارہ میں صحیح ترین حدیث ہے اور اسی پر اہل علم صحابہ (علماء صحابہ) اور تابعین کا عمل ہے۔

مذکورہ بالا تشہد کے علاوہ کتب صحاح ستہ میں تشہد یوں بھی منقول ہے مثلاً

(320) بخاری شریف اور نسائی شریف میں الفاظ التحیات اس طرح درج ہیں کہ:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. (بخاری، نسائی[1])

(321) سنن نسائی کی دوسری روایت اور مسلم شریف میں یوں ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. (صحیح مسلم[2]، نسائی[3])

(322) نسائی شریف کی ایک اور روایت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْئَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ. (نسائی[4])

---

1 بخاری ونسائی۔
2 صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوۃ ج 1 ص 174 مطبوعہ کراچی۔
3 نسائی ج 1 ص 175 باب کیف التشہد الاول مطبوعہ کراچی۔
4 نسائی ج 1 ص 175 باب کیف التشہد الاول مطبوعہ قدیمی ملتان۔

(323) سنن ابی داؤد میں ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. (ابوداؤد[1])

بہت سی احادیث میں یہاں صرف پانچ روایاتِ مقدسہ کو درج کیا گیا ہے یہاں ایک بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اگرچہ التحیات شریف کے الفاظ مختلف ہیں اور ان میں سے سنت کے مطابق کمی بیشی بھی جائز ہے مگر ان سب میں ایک بات مشترک ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں وہ یہ کہ صیغۂ ندا سے بارگاہ رسالت مآب میں سلام عرض کرنا یعنی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' یا ''سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ''

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' یا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' کہنے کا حکم خود رسول رحمتﷺ نے دیا۔ حالانکہ آپﷺ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ نماز صرف مسجد نبوی شریف میں اور میری موجودگی میں ہی نہیں پڑھی جائے گی بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ زمین کے آخری کناروں تک نماز پڑھی جائے گی اور قیامت تک پڑھی جائے گی اور ہر نمازی ہر جگہ صیغۂ نداء کے ساتھ ہی سلام نیاز عرض کرے گا۔ مگر یہ کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آقائے نعمت رحمتِ عالمﷺ نے فرمایا ہو کہ صیغۂ خطاب سے سلام صرف مسجد نبوی میں اور میری موجودگی میں ہی پڑھنا۔ اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ تشہد محض حکایت کے طور پر یعنی شب معراج پیش آنے والے واقعہ کی کہانی کے طور پر پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ انشاء اللہ، تمنا اور اظہار خواہش (دعا) کے طور پر پڑھنے کا حکم ہے اسی لئے تو حضور سید الکونینﷺ

---

1 ابوداؤد ج 1 ص 148 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

نے یہ خبر دی ہے کہ جب نمازی "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" کہتا ہے تو زمین و آسمان میں رہنے والے تمام کے تمام بندگان خدا کو اس کا سلام پہنچتا ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ نمازی جب "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" کہتا ہے تو اس کا سلام عقیدت بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھی پہنچتا ہے اور یوں صیغۂ خطاب سے سلام عرض کرنا حکم نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم)

معذور کے لئے آسانی

(324) حضرت عبداللہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز میں چارزانوں (چوکڑی مار کر) بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی ایسے ہی کیا اس وقت میں ابھی کم عمر تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا۔ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی وَتَثْنِیَ الْیُسْرٰی۔ بے شک نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں کو بچھالو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ تو اس طرح (یعنی چار زانو) بیٹھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اُٹھاتے (یعنی میں معذور ہوں)۔ (بخاری[1])

قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھے

(325) عمدۃ الرعایۃ جلد اول میں علامہ عبدالحی علیہ الرحمۃ ناقل ہیں کہ!

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ التَّشَھُّدَ فِیْ اَوَّلِ

۱ بخاری باب سنۃ الجلوس ج 1 ص 114 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

الصَّلٰوةِ وَاٰخِرِھَا فَاِذَا کَانَ وَسْطُ الصَّلٰوةِ نَھَضَ اِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَھُّدِ وَاِذَا کَانَ فِیْ اٰخِرِ الصَّلٰوةِ دَعَا لِنَفْسِہٖ مَاشَاءَ۔ (مسند امام احمد[1])

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے (چار رکعت والی) نماز کے پہلے اور دوسرے تشہد کا طریقہ سکھایا جب آپ ﷺ نماز کے درمیان ہوتے (یعنی پہلے قعدہ میں بیٹھتے) تو تشہد کے مکمل ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ (درود و دعا نہ پڑھتے) اور جب آخری قعدہ میں بیٹھتے تو اپنے لئے جو چاہتے دعا مانگتے۔

(326) امام ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ!

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ کَاَنَّہٗ عَلَی الرَّضْفِ حَتّٰی یَقُوْمَ۔

ترجمہ: رسول محتشم ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو یوں محسوس ہوتا گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ کھڑے ہو جاتے یعنی درود شریف اور دعا نہ پڑھتے تھے۔ (ترمذی[2]، ابوداؤد[3]، سنن نسائی[4]، مشکوۃ[5])

تشہد میں انگلی کا اشارہ کرنا

دوران نماز تشہد پڑھتے ہوئے جب کلمہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا پر پہنچے تو دائیں

۱ مسند امام احمد ج 2 ص 44 طبع جدید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
۲ ترمذی ج 1 ص 192 باب ماجاء فی مقدار القعود فی الرکعتین الاولین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۳ ابوداؤد ج 1 ص 151 باب فی تخفیف القعود مطبوعہ لاہور۔
۴ سنن نسائی ج 1 ص 175 باب التخفیف فی التشہد الاول مطبوعہ قدیمی کراچی۔
۵ مشکوۃ ص 85 باب التشہد مطبوعہ کراچی۔

ہاتھ کی بڑی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے۔ چھنگلیا اور ساتھ والی انگلی کو ہتھیلی کے ساتھ ملا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور جب کلمہ اِلَّا اللّٰہُ پر پہنچے تو انگلی کو نیچے کرے اور بدستور زانوؤں پر ہاتھ رکھ لے۔

(327) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْا وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب قعدہ (تشہد) میں دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو ملا لیتے (یعنی حلقہ بناتے) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے۔ (مسلم[1])

(328) خیال رہے کہ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے۔

ثُمَّ قَبَضَ ثَلَاثَةً مِنْ اَصَابِعِهٖ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَاَيْتُهٗ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْبِهَا.

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے تین انگلیوں کو بند کر کے حلقہ بنایا پھر انگشتِ شہادت کو اُٹھایا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس کو حرکت دے رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ (مشکوٰۃ[2]، سنن کبریٰ[3])

(329) جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری روایت

[1] مسلم باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ ج 1 ص 216 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
[2] مشکوٰۃ ص 85 باب التشھد مطبوعہ کراچی۔
[3] سنن کبریٰ للبیہقی ج 2 ص 132، باب من روی انہ اشارہ بھا ولا یحرکھا مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

میں یہ ہے۔ ''اِذَا دَعَا لَا يُحَرِّكُهَا'' جب آپ ﷺ دعا (یعنی تشہد) پڑھتے تو انگلی سے صرف اشارہ کرتے تھے ہلاتے نہیں تھے۔ (سنن کبریٰ[1])

امام بیہقی ان احادیث کے تحت فرماتے ہیں کہ!

يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ مُرَادُهٗ بِالتَّحْرِيْكِ الْاِشَارَةِ بِهَا لَا تَكْرِيْرَ تَحْرِيْكِهَا فَيَكُوْنَ مُوَافِقًا لِرِوَايَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ.

ترجمہ: حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں حرکت سے مراد اشارہ ہے نہ یہ کہ اس کو مسلسل ہلاتے رہنا اس طرح یہ حدیث بھی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہو جائے گی۔ (سنن بیہقی[2])

تیسری رکعت میں قیام

اب اگر چار رکعتوں والی نماز ہے تو صرف تشہد پڑھ کر درود شریف اور دعا پڑھے بغیر کھڑے ہو جائیں گے اور حسبِ سابق نماز کو مکمل کریں گے۔ البتہ فرضوں کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ شریف کا پڑھنا ہی کافی ہوگا۔

(330) جیسا کہ حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ ہی پڑھتے تھے اور کبھی (تعلیم دینے کیلئے) ایک آدھ آیت سنا بھی دیتے۔ (یعنی بلند آواز سے پڑھتے) (بخاری[3])

[1] سنن کبریٰ للبیہقی ج 2 ص 32-131 باب و مطبوعہ مذکورہ۔
[2] سنن بیہقی ج 2 ص 132 باب و مطبوعہ مذکورہ۔
[3] بخاری باب یقرء فی الآخرین بفاتحۃ الکتاب ج 1 ص 107 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

آخری قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ

نماز کے آخری قعدہ میں بھی اسی طرح بیٹھے جس طرح کہ قعدۂ اولیٰ میں بیٹھا تھا۔ اس لئے کہ!

(331) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز کی ابتداء (تکبیر تحریمہ) اللہ اکبر سے فرماتے اور قرأت کی ابتداء سورۃ الحمد سے فرماتے اور جب رکوع میں جاتے تو سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ نیچا بلکہ درمیان میں (پیٹھ کے برابر) رکھتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدہ سے سرِ انور اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے بیٹھ جاتے۔ (آگے الفاظِ حدیث ہیں)۔

وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ

ترجمہ: اور آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے اور بیٹھتے وقت اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے نیز اس بات سے بھی منع فرماتے کہ کوئی انسان درندے کی طرح اپنے بازو زمین پر بچھائے اور اپنی نماز کو سلام پر ختم فرماتے۔ (صحیح مسلم[1])

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 194 باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ.....الخ
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(323) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ایک اعرابی کو تعلیم نماز دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِذَا سَجَدْتَّ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَاِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلٰى رِجْلِكَ الْيُسْرٰى ٥

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو پورے سکون سے سجدہ کر اور جب تو بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ (رواہ احمد[1])

معلوم ہوا کہ سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں قدم کھڑا کرے اور بائیں کو بچھا کر اُس پر بیٹھ جائے البتہ معذور تورک کرسکتا ہے۔

تورُّک

تورُّک کا معنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھنا ہے بعض حضرات حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے "تورُّک" بھی فرمایا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ باری فرماتے ہیں کہ یہ عمل ہمارے علماء کے نزدیک حالت ضعف یا کسی عذر پر محمول ہے یا بیان جواز کے لئے آپ ﷺ بعد از نماز اس طرح تشریف فرما ہوئے ہونگے۔ (مرقاۃ[2])

اَقُوْل: نیز اس پر یہ بھی دلیل ہے۔ ابھی جو حضرت رفاعہ بن رافع کی حدیث گزری ہے اس میں اعرابی کو دی جانے والی تعلیم نماز کا ذکر ہے۔ اگر تورُّک کرنا ہی سنت متواترہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اعرابی کو ضرور فرماتے کہ پہلے قعدہ میں یوں بیٹھ اور آخری میں تورُّک کر۔ حالانکہ آپ علیہ السلام نے تُورک

---

[1] رواہ احمد ص 449 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

کا ذکر تک نہ فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ آخر قعدہ میں بھی قعدہ اولیٰ کی طرح دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا سنت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عورتوں کے قعدہ کا طریقہ

قعدہ اولیٰ و اُخریٰ میں عورتیں تَوَرُّک کریں گی۔ یعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھیں گی۔ جس طرح کہ:

(333) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانِ برکت نشان میں عورتیں کس طرح نماز ادا کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا۔

كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ اَیْ يَضْمِمْنَ اَعْضَاءَ هُنَّ بِاَنْ يَّتَوَرَّكْنَ فِی جُلُوْسِهِنَّ.

ترجمہ: عورتیں (حالت قعدہ میں) چار زانوں بیٹھتی تھیں۔ پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سمٹ کر بیٹھیں (قال علی قاری) سمٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اعضاء کو ملائے اور تَوَرُّک کی صورت میں بیٹھے۔ (مسند امام اعظم[1])

آخری قعدہ میں درود شریف اور دعاء

نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھا جائے گا۔ درود وسلام کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا حکم ہے کہ!

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"[2]

---

1. مسند امام اعظم مع شرح علامہ علی قاری (عربی اردو) ص 118 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
2. آیت نمبر ۳۳/۵۶۔

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

مفسرین کرام کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی جبکہ نماز مکہ مکرمہ میں (قبل از ہجرت) شب معراج فرض ہو چکی تھی جس میں تشہد پڑھا جاتا تھا۔ تشہد میں صیغہ ندا کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سلام پیش کیا گیا ہے۔ یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ" یارسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو۔ صحابہ کرام اس طریقۂ سلام سے واقف تھے۔ جبکہ طریقۂ صلوٰۃ سے واقف نہیں۔ اس لئے بارگاہِ اقدس میں ملتمس ہوئے کہ طریقۂ صلوٰۃ ارشاد فرمایا جائے۔

(334) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم رسول محتشم ﷺ کی خدمت فیض اقدس میں عرض کیا گیا کہ!

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌo

(مسلم[1]، ابوداؤد[2]، ابن ماجہ[3]، دارمی[4]، مشکوٰۃ[5]، بخاری[6])

یارسول اللہ ﷺ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم اچھی طرح جان گئے

---

1. مسلم شریف ج 1 ص 175 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد تشہد مطبوعہ کراچی۔
2. ابوداؤد ج 1 ص 148 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3. ابن ماجہ ص 64 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔
4. سنن دارمی ج 1 ص 356 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔
5. مشکوٰۃ شریف ص 86 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔
6. بخاری ج 2 ص 708 تفسیر سورۃ احزاب، مطبوعہ کراچی۔

ہیں (کیونکہ تشہد میں پڑھتے ہیں) لیکن صلوٰۃ (درود) کس طرح پڑھیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کہو۔ اللھم صل علی ...... (الخ)۔ آخر تک [1]۔

(335) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ چنانچہ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ!

اَمَرَنَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْئَلْہُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَالسَّلَامُ کَمَا عَلِمْتُمْ.

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود (صلوٰۃ) بھیجیں اس لئے آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ ہم کس طرح صلوٰۃ (درود) بھیجیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کرتے (کہ شاید آپ ﷺ ناراض ہو گئے ہیں) پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا تم پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ...... (آخر تک) اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم کو سکھلا دیا گیا ہے۔
(مسلم [1])

فائدہ: بخاری و مسلم کی ان روایات اور دیگر کتب صحاح کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو درود

[1] مسلم باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد ج 1 ص 175 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

ابراہیمی سکھلایا وہاں صیغۂ نداء سے سلام بھی سکھلایا یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ" یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ" حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ درود وسلام قیامت تک پڑھا جائے گا اور نماز محض مسجد نبوی میں ہی نہیں بلکہ زمین کے آخری کناروں تک پڑھی جائے اور ہر جگہ یہی صیغۂ نداء والا سلام پڑھا جائے مگر آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا بلکہ حکم دیا ہے "وَالسَّلَامُ کَمَا عَلِمْتُمْ" اور سلام بھیجنے کا طریقہ وہی ہے جو تم کو سکھلا دیا گیا ہے۔

دعا: تشہد کے بعد درود شریف (ابراہیمی) پڑھ کر کوئی ایک یا ایک سے زائد مسنونہ دعا پڑھیں۔ کیونکہ!

(336) امام مسلم علیہ الرحمہ نے "باب التشہد فی الصلوٰۃ" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث نقل فرمائی اس میں ہے کہ تشہد کے بعد خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"ثُمَّ یَتَخَیَّرُ مِنَ الْمَسْاَلَۃِ مَاشَآءَ" پھر نمازی جو جی چاہے دعا کرے۔ (مسلم [1])

(337) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا مانگا کرو۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ"

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف فرمانے والا نہیں۔ تو اے پروردگار عالم تو

[1] مسلم شریف ص 173 باب التشہد فی الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی

اپنے خاص فضل سے میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر رحمت کا نزول فرما اور اس میں شک نہیں کہ تو تو بہت ہی معاف فرمانے والا رحمت فرمانے والا ہے۔
(نسائی[1]، بخاری[2]، مشکوٰۃ[3])

دعائے ابراہیمی: یہ دعا بھی مسنون ہے۔

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ." (سورۃ ابراہیم[4])

ترجمہ: اے میرے پروردگار تو مجھ کو اور میری اولاد کو پکا نمازی بنا دے۔ اے میرے پالنے والے (رب) تو ہماری ان گزارشات کو قبول فرما لے۔ اے میرے رب تو قیامت کے دن مجھے بھی معاف فرما دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور سارے ایمان والوں کو بھی معاف فرما دے۔

ایک اور مسنون قرآنی دعا:

"رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (سورۃ البقرہ[5])

ترجمہ: اے ہمارے رب (اے ہمارے پروردگار) تو ہم کو دنیا کی نعمتیں بھی عطا فرما اور آخر کی نعمتوں سے بھی ہم کو نواز دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے محفوظ فرمائیے۔

---

1 نسائی ج1 ص 192 باب نوع الآخر من الدعاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2 بخاری باب الدعا قبل السلام ج1 ص 115 مطبوعہ کراچی۔
3 مشکوٰۃ شریف ص 87 باب الدعا فی التشہد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
4 سورۃ ابراہیم آیات ۴۰، ۴۱۔
5 سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۰۱۔

سلام

درود شریف اور دعاء کے بعد پہلے دائیں پھر بائیں جانب چہرہ گھماتے ہوئے کہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ"

(338) حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

كُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَيَسَارِهٖ حَتّٰی اَرٰی بَيَاضَ خَدِّهٖ. (مسلم[1])

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا کہ جب آپ ﷺ دائیں بائیں سلام پھیرتے (تو اس قدر رخ زیبا اپنا گھماتے کہ) میں آپ ﷺ کے رخسار انور کی سفیدی کی زیارت کر لیتا۔

(339) ترمذی شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے دائیں اور بائیں سلام پھیرا کرتے تھے۔ (ترمذی[2])

---

1 مسلم باب السلام للتحلیل من الصلوٰۃ عند فراغہا ج1 ص 216 مطبوعہ کراچی۔
2 ترمذی باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ ج1 ص 171 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

سلام کے بعد امام کا مقتدیوں کی جانب متوجہ ہونا

اگر نماز باجماعت ادا کر رہے ہوں تو بعد از نماز امام کا مقتدیوں کی جانب متوجہ ہونا سنت ہے۔

(340) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ (بخاری)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے (یعنی سلام پھیرتے) تو ہماری طرف رُخ انور فرمالیتے۔

(بخاری[1])

(341) مسدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں نماز پڑھ کر کس طرف مونہہ کیا کروں دائیں طرف یا بائیں طرف تو انہوں نے فرمایا۔

اَمَّا اَنَا اَكْثَرُ مَارَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ.

ترجمہ: میں نے تو اکثر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دائیں جانب پھرا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم[2])

(342) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس بات کو زیادہ محبوب اور پسند رکھتے تھے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دائیں جانب کھڑے ہوں تا کہ بعد از نماز رسول ﷺ ہماری جانب رُخ زیبا فرما کر تشریف فرما ہوں۔ (اور ہم آپ کی زیارت کریں) میں نے سنا کہ (بعد از نماز) آپ ﷺ یوں دعا مانگتے تھے کہ!

۱۔ بخاری باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ج 1 ص 117 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ صحیح مسلم جواز الانصراف من الصلوٰۃ عن الیمین والشمال ج 1 ص 247 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ ۝

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اُس دن جب تو بندوں کو (روز حشر) اُٹھائے یا اپنے بندوں کو (میدان محشر میں) اکٹھا فرمائے۔

(صحیح مسلم[1])

خیال رہے کہ امام کا مقتدیوں کی جانب سیدھا مونہہ کر کے بیٹھنا یا دائیں بائیں مونہہ کر کے بیٹھنا ہر طرح ثابت ہے مگر حضور اکرم ﷺ بکثرت دائیں طرف ہی رخ انور فرماتے۔ کبھی کبھار سیدھے یا بائیں طرف۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز کے بعد دعاء

نماز کے بعد دعا مانگنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

(343) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرِ الصَّلَوٰاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ. (ترمذی[2]، مشکوٰۃ[3])

ترجمہ: حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔ (یعنی درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے) تو فرمایا رات کے آخری درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

نماز کے بعد کونسی دعا مانگے:

نماز کے بعد کوئی بھی جائز دعا مانگی جاسکتی ہے۔ کوئی خاص پابندی نہیں

۱۔ صحیح مسلم: باب استحباب یمین الامام ج 1 ص 247 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ ترمذی شریف ج 2 ص 669 مطبوعہ لاہور۔

۳۔ مشکوٰۃ ص 109 مطبوعہ کراچی۔

رسولِ محتشم ﷺ جامع اور مختصر دعاؤں کو پسند فرماتے تھے۔ بہتر ہے کہ کوئی مسنونہ دعا مانگے۔ مثلاً

(344) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ اِستِغفار کرتے۔ (یعنی اَستَغفِرُ اللّٰہ اَستَغفِرُ اللّٰہ، اَستَغفِرُ اللّٰہ کہتے) پھر یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ اَنتَ السَّلَامُ وَمِنکَ السَّلَامُ تَبَارَکتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام.

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی سلام ہے اور سلامتی بھی تیری ہی طرف سے ہے تو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ اے بہت بزرگی اور عزت والے۔ (ابو داؤد[1] مسلم[2])

(345) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے اس قدر مگر یہ کہ وہ دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ اَنتَ السَّلَامُ وَمِنکَ السَّلَامُ تَبَارَکتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام. (صحیح مسلم[3])

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی سلام ہے اور سلامتی بھی تیری ہی طرف سے ہے تو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ اے بہت بزرگی اور عزت والے۔

یاد رہے کہ کتب احادیث میں بہت سی مسنون دعائیں مذکور ہیں چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(346) لا الہ الا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ

---

[1] ابو داؤد ج 1 ص 222 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
[2] صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔
[3] صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ. اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ (صحیح مسلم[1])

(347) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ. لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَo (صحیح مسلم[2])

فائدہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ مذکورہ دعا مانگا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہمیشہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے مذکورہ دعا مانگا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم[3])

(348) سُبْحَانَ اللّٰہِ 33 مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 33 مرتبہ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ 34 مرتبہ۔ دوسری روایت کے مطابق اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی 33 مرتبہ آخر میں ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo (صحیح مسلم[4])

فائدہ: اس دعا کے پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم[5])

---

[1] صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب و مکتبہ مذکورہ بالا۔ بخاری ص 117 باب الذکر بعد الصلاۃ مطبوعہ کراچی۔
[2] صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب و مطبوعہ مذکورہ بالا۔
[3] صحیح مسلم ص 218 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔
[4] صحیح مسلم ج 1 ص 219۔
[5] صحیح مسلم ص 219 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

آداب دعا:

دعا مانگتے وقت اپنے ہاتھوں کا اُٹھانا اور بعد از فراغت دعا ہاتھوں کا مونہہ پر پھیر لینا آداب دعا ہے۔ دعا کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اور اول آخر درود شریف کا پڑھنا بھی آداب میں سے ہے۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(349) حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا سَاَلْتُمُوْاللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْہُ بِظُهُوْرِهَا ۔ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کی طرف سے دعا مانگو۔ (یعنی سیدھے ہاتھ پھیلاؤ) اپنے ہاتھوں کی پشت اوپر کر کے (یعنی الٹے ہاتھوں) دعا نہ مانگو۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَکُمْ ۔ یعنی فرمایا۔ جب تم دعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو مونہہ پر پھیر لو۔ (سنن ابو داؤد[1]، مشکوٰۃ[2])

(350) حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے اپنے مبارک ہاتھ اُٹھاتے تو لَمْ یَحُطَّهُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ۔ اس وقت تک ہاتھ نیچے نہ رکھتے۔ جب تک دونوں ہاتھ اپنے رُخ زیبا پر نہ پھیر لیتے۔ (سنن ترمذی[3]، مشکوٰۃ[4])

(351) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ دعا میں اپنے مبارک ہاتھ اتنے بلند فرماتے کہ یُرٰی بَیَاضُ اِبْطِهٖ ۔ آپ ﷺ کی بغلوں

۱ سنن ابو داؤد ج 1 ص 218 باب الدعاء مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
۲ مشکوٰۃ شریف ص 185 کتاب الدعوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
۳ سنن ترمذی ج 2 ص 649 باب ماجاء فی رفع الایدی فی الدعاء مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
۴ مشکوٰۃ شریف ص 195 کتاب الدعوات مطبوعہ کراچی۔

کی سفیدی نظر آجاتی۔ (بیہقی[1]، مشکوٰۃ[2])

(352) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا میں ہاتھ اس قدر بلند فرماتے کہ انگلیاں کندھوں کے برابر ہو جاتیں۔ (مذکورہ)

(353) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو (زیادہ) اونچا اٹھانا بدعت ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ اپنے سینہ انور سے زیادہ اوپر نہیں اُٹھاتے تھے۔ (مشکوٰۃ[3]، مسند امام احمد[4])

(354) حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آداب دعا میں سے یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا پھر ان کے قریب تک اُٹھا۔ (یعنی ہتھیلیوں کو سینہ کے برابر ہوں اور انگلیاں کندھوں کے برابر) استغفار کا ادب یہ ہے کہ انگلی کے ساتھ اشارہ کرے اور عاجزی اور دعا میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو لمبا کرے۔ (ابو داؤد[5])

(355) حضرت فضالہ بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ بارگاہِ اقدس ﷺ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز ادا کی پھر دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحمت فرما دے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عَجِلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمِدِ اللّٰہَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهُ ۔ اے نمازی تو نے بڑی جلدی کی ہے (سن) جب تو نماز پڑھے تو بیٹھ کر (یوں دعا مانگ کہ) پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر جو اس کے

۱ بیہقی فی دعوات کبیر۔
۲ مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص 196 مطبوعہ کراچی۔
۳ مشکوٰۃ ص 196 کتاب الدعوات مطبوعہ کراچی۔
۴ مسند امام احمد ج 2 ص 166 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
۵ ابو داؤد ج 1 ص 219 باب الدعا مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

لائق ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھ۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر۔ راوی فرماتے ہیں کہ اتنے میں ایک اور شخص آیا اس نے بھی نماز پڑھی پھر اس نے (دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو آپ ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ ۔ اے نمازی دعا مانگ تیری دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی[1]، ابوداؤد[2])

(356) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حاضرِ خدمت تھے۔ نماز کے بعد جب میں دعا کے لئے بیٹھا تو پہلے اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کی پھر حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ ۔ سوال کر جو تو سوال کرے گا۔ عطا کیا جائے گا مانگ جو مانگے گا عطا فرمایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ[3])

(357) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک دعا زمین و آسمان کے درمیان لٹکتی رہتی ہے اور اس کا کوئی بھی حصہ (بارگاہِ رب العزت میں قبولیت سے) نوازا نہیں جاتا۔ جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے۔ (شفاء[4]، اشعول[5]، سعادت[6]، مشکوٰۃ[7]، ترمذی[8])

1. ترمذی ج 2 ص 660 باب ماجاء فی جامع الدعوات مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2. ابوداؤد ج 1 ص 218 باب الدعاء مطبوعہ لاہور۔
3. مشکوٰۃ ص 87 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ قدیمی کراچی۔
4. شفاء شریف عربی ج 2 ص 51 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان۔
5. اشعول البدیع (اردو) ص 390 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔
6. سعادت دارین (اردو) ج 1 ص 497 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔
7. مشکوٰۃ ص 37 . ب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔
8. ترمذی ج 1 ص 222 باب ماجاء فی فضل صلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ لاہور۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا:

یہ مسئلہ بھی بڑا معرکۃ الآرا ہے۔ بہت سے بے چارے نومولود مبلغ عالم بننے کے شوق۔ نیم ملاں خطرہ ایمان ۔ کے مصداق بات بات پر بدعت کا فتویٰ صادر فرما کر بزعم خویش مفتی صاحب بن بیٹھے ہیں وہ غریب نہیں جانتے کہ عملِ رسول اللہ ﷺ اور عملِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بدعت کہہ کر کل بروز حشر اُن کا اپنا حشر کیا ہوگا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں اس کا کیا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(358) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِہٖ یَقُوْلُ بِصَوْتِہٖ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَo (مشکوٰۃ[1]، صحیح مسلم[2])

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَالْحَمْدُ۔ آخر تک۔

(359) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْ بِذٰلِکَ اِذَا سَمِعْتُہٗ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد بلند

1. مشکوٰۃ ص 88 باب الذکر بعد الصلوٰۃ۔
2. صحیح مسلم شریف ج 1 ص 218 باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

آواز سے ذکر کرنا نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ ابن عباس نے فرمایا میں لوگوں کے (نماز باجماعت سے) فارغ ہونے کو اسی ذکر کی آواز سن کر معلوم کر لیتا تھا۔ (لفظ للبخاری[1]، صحیح مسلم[2])

(360) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ الصَّلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (جماعت صحابہ) رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو تکبیر کی آواز سے پہچان لیتے تھے۔ (رواہ بخاری[3])

فائدہ: شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اُن علماء سلف کی جو کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنا یا ذکر کرنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم[4]، ترجمہ[5]، نووی[6])

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ البتہ ذکر کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر اس وقت دوسرے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو بہت زیادہ بلند آواز میں زیادہ دیر تک ذکر نہ کریں بلکہ درمیانی راہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

---

1. لفظ للبخاری باب الذکر بعد الصلوۃ ج 1 ص 116۔
2. صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوۃ ج 1 ص 217 مطبوعہ کراچی۔
3. رواہ بخاری باب مذکورہ و مسلم باب الذکر بعد الصلوۃ والفظ مسلم ص 217 مطبوعہ کراچی۔
4. [illegible] جو شرح مسلم از امام نووی باب مذکورہ۔
5. ترجمہ علامہ وحید الزمان ص 145 مطبوعہ احسان پبلشرز لاہور۔
6. نووی علی المسلم ج 1 ص 217 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

باب پنجم

نماز باجماعت کی اہمیت اور دیگر مسائل

جہاں تک ممکن ہو نماز باجماعت ادا کی جائے۔ عام طور پر لوگ چند ٹکوں کے منافع کی خاطر دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ اپنے ماں باپ بیوی بچوں اور وطن سب کی جدائی برداشت کر لیتے ہیں مگر افسوس کہ نماز کے نفع کی جانب دھیان نہیں دیتے حالانکہ اصل نفع تو یہی ہے جو آخرت میں کام آنے والا ہے۔

(361) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ (للفظ للبخاری) (مسلم[1]، بخاری[2])

''نماز باجماعت ادا کرنا الگ نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت و ثواب رکھتا ہے'' (بخاری و مسلم[3])

362 عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِىْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِىْ بَيْتِهٖ وَسُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذَالِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى الْمُنْزَلِ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِىْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

---

1. مسلم باب فضل الجماعۃ ج 1 ص 231 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
2. بخاری شریف ج 1 ص 89 باب فضل الصلوۃ والجماعۃ مطبوعہ کراچی

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ آدمی کی باجماعت نماز (ثواب کے اعتبار سے) اس کے گھر کی نماز اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بڑھ جاتی ہے۔ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف چلتا ہے اور وہ نماز ادا کرنے کی خاطر ہی مسجد کی جانب قدم بڑھا رہا ہے تو اس کے ہر ہر قدم کے بدلہ میں اس کا ایک ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے اور اپنے جائے نماز پر موجود رہتا ہے۔ اس وقت تک مسلسل فرشتے اس کے حق میں یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور جب تک وہ نماز (جماعت) کے انتظار میں رہتا ہے اس کو مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

(بخاری شریف[1])

ترک جماعت کی برائی:

حضور اکرم ﷺ کی نظر میں جماعت کا چھوڑنا کتنا بڑا جرم تھا اس کا اندازہ ذیل کی روایت سے لگایئے۔

(363) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ منافقین کے لئے عشاء اور فجر کی نماز سب سے بھاری ہوتی ہے۔ اگر وہ ان نمازوں کے اجر و ثواب سے مطلع ہو جاتے تو ان میں ضرور شریک ہوتے اگرچہ (چل نہ سکنے کی وجہ سے) لڑکھڑاتے ہوئے اور گھسٹتے ہوئے آتے۔ میں نے پختہ ارادہ کیا۔ (ایک روایت میں وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِیْ لَقَدْ هَمَمْتُ) یعنی مجھے اس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک

1. بخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ج 1 ص 89 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

میں نے ارادہ کیا کہ) جماعت کھڑی کرنے کا حکم دے کر کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر دوں اور خود چند صحابہ کو ساتھ لے کر کہ جن کے پاس آگ بھڑکانے کے لئے لکڑیاں ہوں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو باجماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے پھر ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت آگ میں جلا کر رکھ دوں۔

(صحیح مسلم[1])

معلوم ہوا کہ بلا عذر شرعی نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے اور عذر شرعی کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(364) عَنْ انسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمْ یَخْرُجْ اِلَیْنَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثًا فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَذَهَبَ اَبُوْبَکْرٍ یَتَقَدَّمُ. (مسلم[2])

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام علالت میں حضور اکرم نبی محتشم ﷺ تین دن تک ہم کو نماز پڑھانے کیلئے تشریف نہ لائے اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کرواتے رہے۔ (مسلم[3])

(365) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَابَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فِیْ مَرَضِهٖ فَکَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ.......... الخ (مسلم)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایام مرض میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے...... الخ (مسلم[4])

1. صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا ص 232 مطبوعہ کراچی۔
2. صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا ص 232 مطبوعہ کراچی۔
3. صحیح مسلم ج 1 ص 179 مطبوعہ کراچی کی ایک طویل حدیث کا جز۔
4. مسلم ص 179 مطبوعہ کراچی باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر۔

(366) سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شب نماز کے لئے اذان دی اُس رات سخت سردی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی آپ نے اذان کے بعد اعلان کیا۔ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ۔ خبردار اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ (سخت) سردی یا بارش کی رات میں مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کردے۔ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ۔ خبردار اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم[1])

(367) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ. (بخاری[2]، مسلم[3])

"جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھ دیا جائے اسی دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو اطمینان سے کھانا کھاؤ یہاں تک کہ فارغ ہو جاؤ"۔

فائدہ: تاکہ تم بعد از طعام پورے اطمینان وسکون سے نماز پڑھ سکو یہ نہ ہو کہ دوران نماز دھیان کھانے میں لگا رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(368) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ"۔ جب کھانا پیش کردیا جائے یا پیشاب وپاخانہ کی حاجت ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم[4])

یعنی ان امور سے فارغ ہوکر اطمینان سے نماز ادا کرے۔

1. صحیح بخاری، صحیح مسلم۔
2. بخاری ج 1 ص 92 باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ مطبوعہ کراچی۔
3. مسلم ج 1 ص 208 باب کراھۃ الصلاۃ بحضر الطعام مطبوعہ کراچی۔
4. صحیح مسلم ج 1 ص 208 باب کراھۃ الصلوۃ بحضرہ الطعام۔

(369) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنا چاہو اور نیند کا غلبہ ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے کیونکہ اگر نیند ہی کی حالت میں نماز پڑھی تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے خیال میں تو استغفار کر رہا ہو حالانکہ فی الحقیقت وہ اپنے آپ کو گالی دے رہا ہو۔ (سنن ترمذی[1])

امامت کے لائق شخص

نماز نہایت ہی اہم اور عظیم الشان عبادت ہے اسی لئے اس کے اہتمام کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اس متہم بالشان اور عظیم المرتبت عبادت کو ہم لوگوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) معمولی سمجھ لیا اور فوراً کہہ دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ہم نے تو نماز ہی پڑھنی ہے۔ امام خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو ہماری نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) حق تو یہ ہے کہ اس شاندار عبادت کے لئے امام (اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارا نمائندہ) بھی شاندار ہی ہو اور وہ ہماری نظر میں صاحب قدر ومنزلت ہو۔ اس بارہ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(370) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَائَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً اِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِىْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِىْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

1. سنن ترمذی، الصلوۃ عند النعاس ج 1 ص 189 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: لوگوں کی امامت وہ کروائے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کو جاننے والا ہو اور اگر سب قرأت قرآن کریم میں برابر ہوں تو وہ امام بنے جو سنت نبوی ﷺ کا سب سے زیادہ عالم و عامل ہو اور اگر سب سنت میں برابر ہوں تو وہ امام بنے جو ہجرت کرنے میں مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو امام وہ بنے جو اسلام لانے میں سب سے اول ہو۔ اور کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت میں جا کر اس کی امامت نہ کرے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی مقرر کردہ عزت کی جگہ پر بیٹھے مگر یہ کہ وہ خود اجازت دے دے۔ (مسلم[1])

مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ فَلْيَؤُمُّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا یعنی پھر وہ امام بنے جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور کوئی شخص کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی عزت کی جگہ پر بیٹھے مگر یہ کہ وہ خود اجازت دے دے۔ (صحیح مسلم[2]، مشکوٰۃ[3])

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام سب سے اعلیٰ ہونا چاہیے۔ نیز کسی منتخب امام و خطیب کے مصلی و منبر پر اس کی اجازت کے بغیر امامت و خطابت جائز نہیں اسی طرح اگر کسی نے اپنے گھر یا دفتر وغیرہ میں اپنے لئے خاص جگہ بنا رکھی ہو تو بلا اجازت وہاں نہ بیٹھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(371) حضور نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی ایک قوم کا امام تھا۔ اس نے قبلہ کی جانب تھوکا۔ نبی کریم ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے جب وہ فارغ ہوا (یعنی نماز پڑھا کر چلا

---

۱ مسلم شریف ص 1 ج 236 باب من احق امامہ مطبوعہ کراچی۔

۲ صحیح مسلم: باب من احق بالامامۃ ج 1 ص 236 مطبوعہ کراچی۔

۳ مشکوٰۃ شریف ص 100 باب الامامۃ مطبوعہ کراچی۔

گیا) تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''لَا يُصَلِّي لَكُمْ'' یہ شخص آئندہ تم کو نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد جب اُس نے ان لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس کو نماز پڑھانے سے روک دیا اور اس کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے پیچھے نماز پڑھنے سے ہم کو منع فرما دیا ہے۔ اس نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! (میں نے منع کیا ہے) اور میرے خیال میں حضور اکرم ﷺ نے اُسے فرمایا۔ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اس میں شک نہیں کہ (تو نے قبلہ کی جانب تھوک کر) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ (ابی داؤد[1]، مشکوٰۃ[2])

پہلا فائدہ: اللہ اکبر ملاحظہ فرمائیں کہ جو حرم کعبہ کی تعظیم و تکریم نہ کرے جو (معاذ اللہ تعالیٰ) حرم کعبہ پر نہیں بلکہ سینکڑوں میل کے فاصلہ سے انجانے میں اُس کی طرف مونہہ کر کے تھوک دے وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ستانے والا ہے۔ ایسے گستاخ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ذرا سوچئے جو قصداً، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ۔ یا اس کے حبیب مکرم رحمت عالم ﷺ یا شعار اللہ کی توہین کرے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ خود فیصلہ فرمائیں۔

دوسرا فائدہ: یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے وہاں سے حرم کعبہ کا فاصلہ کئی سو کلومیٹر ہے مگر اُس کی طرف مونہہ کر کے تھوکنا توہین کعبۃ اللہ ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے دوران رفع حاجت قبلہ کی طرف مونہہ کرنے یا پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری[3])

---

۱ ابی داؤد ج 1 ص 81 باب فی کراھیۃ البزاق فی المسجد، مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ مشکوٰۃ ص 71 باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۳ بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 26 مطبوعہ کراچی۔

اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نہ لیٹو کیونکہ اس میں بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق ادب دے ان لوگوں کو جو عین صحن حرم میں خانہ کعبہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹتے ہیں پھر اس عمل کو ثواب جانتے ہیں۔

(معاذ اللہ)

فتنہ پرور امام کی اقتدا کرنا

بحمد اللہ تعالیٰ اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ماننے والوں کی زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی فرمائی۔ وقت ایک جیسا نہیں رہتا ممکن تھا کہ ایسا زمانہ بھی آئے کہ فاسق و فاجر امام کے سوا کوئی امام ہی میسر نہ ہو یا حاکمانِ وقت ایسے لوگوں کو امام مقرر کر دیں جو لائق امامت نہ ہوں اور ان کی اقتدا نہ کرنے والوں کو سزا دیں۔ ان صورتوں میں فتنہ اور انتشار سے بچنے کے لئے بامر مجبوری ایسے لوگوں کی اقتداء کر لی جائے گی۔ جس طرح بنو امیہ اور بنو عباس وغیرہ کے دور خلافت میں بعض سخت فاسق و فاجر حاکم گزرے ہیں جو نماز بھی پڑھاتے تھے اور جمعہ بھی منعقد کرواتے تھے۔ اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق و فاجر کو امام بنانا منع ہے لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز جائز ہے لیکن اگر وہ بے وقت نماز پڑھائیں یا بد عقیدہ ہوں اور ان کی اقتداء کے سوا چارہ نہ ہو تو اپنی نماز وقت پر ادا کرے اور ان کے پیچھے نفل کی نیت کرے۔ فقہاء کرام کے مذکورہ بالا مذہب کی مؤید یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

(372) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوذر اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہارے حاکم ایسے لوگ مقرر

ہو جائیں جو نمازوں میں تاخیر کریں گے۔ اُن کے وقتوں میں یا فرمایا کہ نماز کو مار ڈالیں گے اس کے وقتوں سے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھ کو کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا فَاِنْ اَدْرَکْتَھَا مَعَھُمْ فَصَلِّ فَاِنَّھَا لَکَ نَافِلَۃٌ۔

ترجمہ: تم اپنی نماز صحیح وقت پر ادا کر لینا پھر اگر اُن کے ساتھ بھی نماز پڑھنا پڑے تو پڑھ لینا یہ تیرے لئے نفل ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم[1])

(373) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے پیارے آقا ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میں حاکمِ وقت کی بات سنوں اور اس کا کہنا مانوں اگر چہ وہ ایک ہاتھ پیر کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو اور یہ حکم دیا کہ میں اپنے وقت پر نماز پڑھوں فرمایا۔ اگر تم ان کو پھر اس حال میں پاؤ کہ وہ نماز پڑھ چکے ہوں تو تم نے اپنی نماز پہلے ہی محفوظ کر لی اور اگر ابھی انہوں نے نہیں پڑھی (تو اُن کے ساتھ شامل ہو جاؤ) وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم[2])

(374) حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ (باغیوں نے) ان کو (ان کے گھر میں) قید کر رکھا تھا۔ عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ (اے امیر المومنین) آپ ہم سب کے امام ہیں اور آپ پر جس قدر سختی اور مصیبت ہے وہ نظر آ رہی ہے۔ (کہ باغی آپ کو گھر سے بھی نہیں نکلنے دیتے) اور ہم کو فتنہ کا امام (یعنی بلوائیوں کا مقرر کردہ کنانہ بن بشر) نماز پڑھاتا ہے اور ہمیں

1۔ صحیح مسلم شریف ج 1 ص 230 باب کراھیۃ تاخیر الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

2۔ صحیح مسلم کتاب المساجد ج 1 ص 231 باب کراھۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتھا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یہ سخت ناپسند ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے اعمال میں نماز بہترین چیز ہے اور لوگ جب نیک کام کریں تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو اُن کی برائی سے الگ ہو۔ زبیدی کہتے ہیں کہ امام زہری نے فرمایا میرے نزدیک درست نہیں کہ مخنث کے پیچھے نماز پڑھی جائے مگر ایسی شدید ضرورت کے تحت کہ جس کے سوا چارہ نہ ہو۔ (بخاری[1])

امام کی ذمہ داری

امام کی ذمہ داری ہے کہ اپنی عزت وعظمت کو نگاہ میں رکھے ایسی حرکتوں سے پرہیز کرے جو اس کی عزت برباد کر دینے والی ہوں۔ ایسی جگہ کھڑا بھی نہ ہو۔ جہاں تہمت لگ جانے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ حضور اکرم رسولِ محتشم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ تہمت والی جگہ کھڑا ہونے سے بچے۔ دورانِ نماز درمیانی قرأت کرے نہ تو بہت ہی مختصر کرے اور نہ زیادہ طویل بلکہ مقتدیوں کا خیال رکھے کہ وہ اُکتا نہ جائیں۔

(375) حضرت قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں صبح کی نماز (باجماعت) پڑھنے سے فلاں شخص (یہاں امام کا نام لیا) کی وجہ سے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بڑی لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر غصہ میں آئے کہ میں نے آج تک نصیحت فرمانے کے دوران آپ ﷺ کو اتنے شدید غصہ میں نہ دیکھا تھا۔ فرمایا۔

۱ بخاری باب امامة المفتون المبتدع ج 1 ص 96 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَاصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَ ذَا الْحَاجَةِ.

ترجمہ: بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نفرت دلانے والے ہیں۔ (سنو) جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھانی چاہیے۔ کیونکہ مقتدیوں میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

(سنن دارمی[1]، مسلم[2]، بخاری[3])

(376) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا اَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الصَّغِيْرَ وَالْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمَرِيْضَ فَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بنے تو اُسے چاہیے کہ نماز ہلکی پڑھائے اس لئے کہ مقتدیوں میں چھوٹے بڑے کمزور اور بیمار (سبھی) ہوتے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔ (بخاری میں ہے فَلْيُطَوِّلْ مَاشَاءَ) یعنی جتنا چاہے لمبا کرے۔ (ترمذی[4]، بخاری[5]، مسلم[6])

۱ سنن دارمی ج 1 ص 322 مطبوعہ کراچی۔
۲ مسلم شریف ج 1 ص 88 باب امر الائمۃ بتخفیف الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔
۳ بخاری باب تخفیف الامام فی القیام ج 1 ص 97 مطبوعہ کراچی۔
۴ ترمذی ج 1 ص 158 مطبوعہ رحمانیہ لاہور
۵ بخاری ج 1 ص 97 باب تخفیف الامام فی القیام ...... الخ ..... مطبوعہ کراچی۔
۶ مسلم باب امر الائمۃ بتخفیف الصلوٰۃ ج 1 ص 188 مطبوعہ کراچی۔

نماز باجماعت کے بعض دیگر مسائل

صف بندی:

نماز باجماعت میں صف بندی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(377) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

ترجمہ: اپنی صفیں درست کرلیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو الٹ کے رکھ دے۔ (بخاری[1]، مسلم[2])

(378) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) جب جماعت کھڑی ہوگئی (یعنی بعد از اقامت) رسول اللہ ﷺ نے اپنا رُخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا۔

اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُوْا فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِىْ.

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی کرلو اور قریب قریب ہو کر کھڑے ہو بے شک میں تمہیں اپنی پشتِ انور کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری[3]، صحیح مسلم[4])

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کا فرمانا کہ اِنِّىْ اَرَاكُمْ وَرَاءِ ظَهْرِىْ میں تم کو پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ہم مادی چیزوں کے محتاج ہیں رسول اللہ ﷺ اس طرح محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

1. بخاری شریف ج 1 ص 100 باب التسویۃ الصفوف مطبوعہ کراچی۔
2. مسلم شریف ج 1 ص 182 باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. صحیح بخاری شریف ج 1 ص 100 باب اقبال الامام علی الناس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
4. صحیح مسلم شریف ص 182 باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اپنے محبوب کو وہ شان اور قوت عطا فرمائی کہ کوئی شے نگاہ نبوت سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(379) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے میں تم کو اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا تمہارے ہاتھ شرارتی گھوڑوں کی دُمیں ہیں تم لوگ نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر تشریف لائے تو ہم ٹولیوں کی شکل میں حلقے بنائے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ میں کیا دیکھ رہا ہوں تم لوگ الگ الگ کیوں بیٹھے ہو۔ جابر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر تشریف لائے تو ہم کو حکم دیا کہ تم اس طرح صفیں باندھا کرو جس طرح ملائکہ بارگاہِ رب العزت میں صف بندی کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ بارگاہِ رب العزت میں فرشتے کیسے صفیں باندھتے ہیں تو فرمایا۔ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاَوَّلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِى الصَّفِّ پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم[1])

(380) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: اپنی صفوں کو برابر رکھو صفوں کی درستگی تکمیل نماز میں سے ہے۔[2]

(381) حضرت سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی

1. صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 181 باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔
2. صحیح بخاری کتاب الاذان ج 1 ص 100 مطبوعہ قدیمی کراچی، ابوداؤد ج 1 ص 107 مطبوعہ لاہور، سنن دارمی شریف ص 323 مطبوعہ کراچی۔

اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے جب ہم صفیں سیدھی کر لیتے تب آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے۔ (ابو داؤد[1])

(382) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان پھرا کرتے تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کیا کرتے اور فرماتے۔

لَا تَخْتَلِفُوْا فَيَخْتَلِفُ قُلُوْبُكُمْ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاُوَّلِ.

ترجمہ: آگے پیچھے نہ رہا کرو۔ ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا نیز فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں)۔

(ابی داؤد[2]، سنن دارمی[3])

(383) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں اور بائیں جانب رُخ زیبا کر کے فرماتے۔ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ سیدھے کھڑے ہو اور اپنی صفیں برابر رکھو۔ (ابو داؤد[4])

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا:

حنفیہ کے نزدیک جب امام کی موجودگی میں اقامت کہی جائے تو امام و

---

۱ ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف ج 1 ص 601 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ابی داؤد باب مذکورہ ج 1 ص 101 مطبوعہ لاہور۔

۳ سنن دارمی ج 1 ص 232 مطبوعہ کراچی۔

۴ ابوداؤد شریف ج 1 ص 107 باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

مقتدی مکبّر کے حی علی الفلاح کہنے پر کھڑے ہوں بلکہ اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہو تو کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب حی علی الفلاح سنے تب کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے۔

يَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ.[1]

یعنی امام و مقتدی ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہوں۔

محیط اور ہندیہ میں ہے۔

يَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ هُوَ الصَّحِيْحُ[2]

ترجمہ: ''ہمارے تینوں آئمہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمہم اللہ علیہم) کے نزدیک جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہو اور یہی صحیح ہے''۔

جامع المضمرات، عالمگیریہ اور ردالمختار میں ہے۔

اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْاِقَامَةِ يُكْرَهُ لَهُ الْاِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَهٗ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ○[3]

ترجمہ: جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ (خلاف اولیٰ) ہے پھر جب مؤذن (یعنی مکبّر) حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑا ہو''۔

حنفیہ کے اس عمل مستحب پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

---

۱ مختصر الوقایہ فصل الاذان ص 12 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی۔

۲ فتاویٰ ہندیہ فصل ثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ...... الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور جلد 1 ص 57

۳ " " " جلد 1 ص 57

(384) جامع ترمذی. باب کراهیة ینظر الناس الامام وهم قیام ....الخ
میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ خَرَجْتُ. وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَحَدِیْثُ اَنَسٍ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ. حَدِیْثُ اَبِیْ قَتَادَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَقَدْ کَرِہَ قَوْمٌ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَغَیْرُھُمْ اَنْ یَّنْظُرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَھُمْ قِیَامٌ قَالَ بَعْضُھُمْ اِذَا کَانَ الْاِمَامُ فِی الْمَسْجِدِ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَاِنَّمَا یَقُوْمُوْنَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَةِ الصَّلٰوۃِ وَھُوَ قَوْلُ ابْنُ مُبَارَکٍ o[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھو کھڑے نہ ہوا کرو اور اس بات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے لیکن وہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ البتہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح ہے۔ علماء صحابہ کرام اور علما تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کے انتظار کرنے کو مکروہ فرمایا ہے جبکہ ان میں سے بعض نے فرمایا کہ جب امام مسجد میں ہی موجود ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے اور حضرت عبداللہ ابن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی)

(385) صحیح مسلم شریف میں ہے۔

[1] جامع ترمذی باب کراہیۃ ان ینظر الناس الامام وھم قیام عند افتتاح الصلاۃ۔ رقم الحدیث 592 مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ ص 151

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ اَوْنُوْدِیَ o[1]

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو جب تم مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ یا تو اقیمت الصلوٰۃ کہا یا پھر نودی (یعنی نماز کے لئے بلایا جائے) کہا۔ (صحیح مسلم)۔

اس حدیث پاک کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ (حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور اور محبوب صحابی) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب موذن یعنی مکبر قد قامۃ الصلوٰۃ کہتا تب کھڑے ہوا کرتے تھے اصل الفاظ یہ ہیں۔

وَکَانَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَةِ الصَّلٰوۃِ وَبِہٖ قَالَ اَحْمَدُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَالْکُوْفِیُّوْنَ یَقُوْمُوْنَ فِی الصَّفِّ اِذَا قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ[2] ....الخ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوا کرتے تھے جب اقامت کہنے والا قد قامۃ الصلوٰۃ کہتا اور یہی قول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء کوفہ کا کہنا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں''۔ (شرح مسلم)

[1] صحیح مسلم باب متی یقوم الناس للصلوٰۃ۔ جلد الاول ص 220
[2] " " " حاشیہ ص 221 صحیح مسلم مترجم از علامہ وحید الزمان جلد 2 ص 157 مطبوعہ خالد احسان پبلشرز لاہور۔

اقول: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص ہیں ان کی والدہ حضرت ام سلیم ان کو بارگاہِ رسالت مآب میں بطور غلام پیش کرگئی تھیں یہ خانگی اور بیرونی کام سرانجام دیا کرتے تھے گویا ان کو روز وشب بارگاہ اقدس میں حاضری کا موقع ملتا تھا ان کو یہ شرف پہلے روز سے لے کر حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت مبارکہ تک حاصل رہا۔ بنا بریں ایسے خادم خاص کا عمل سنت کے خلاف تو نہیں ہوسکتا اس لئے اگر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل مبارک ہی ثبوت کے لئے کافی ہے۔

امام نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں حضرت امام شافعی کا اس بارہ میں مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فمذهب الشافعي رحمه الله تعالى وطائفة انه يستحب ان لا يقوم احد حتى يفرغ المؤذن من الاقامة○[1]

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت علماء کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے کہ امام ومقتدی کوئی بھی کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ مکبر تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے۔ (شرح صحیح مسلم)

مبسوط میں ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے کہ مکبر کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد امام ومقتدی کھڑے ہوں آپ نے اپنے اس قول کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل مبارکہ سے لی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مؤذن کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔[2]

1 شرح صحیح مسلم لامام نووی باب متی یقوم الناس للصلوۃ۔ ص 221
2 مبسوط بحوالہ تحفظ عقائد اہل سنت ص 955

اقول: ان تمام تر حوالہ جات کے باوجود علماء اہل سنت حی علی الفلاح یا قد قامۃ الصلوٰۃ کے وقت یا آخر تکبیر کے بعد کھڑے ہونے کو واجب یا فرض قرار نہیں دیتے بلکہ عمل صحابہ کہ وجہ سے نہایت درجہ مستحسن عمل قرار دیتے ہیں۔ دراصل اس جگہ سمجھانا مقصود ہے ان لوگوں کو کہ جو حد درجہ سختی سے کام لیتے ہیں کہ جب تک امام ومقتدی سارے کے سارے کھڑے نہ ہوں تکبیر ہی نہیں کہتے۔ حالانکہ حضرت سیدنا انس اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل مبارک اور علماء و صحابہ کا ارشاد ذی شان آپ قبل پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام کی اقتداء

سارے افعال نماز میں امام کی اقتدا واجب ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

(386) اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ۔ (بخاری[1])

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ تم مکمل طور پر اس کی اقتداء کرو۔ اس لئے امام سے پہلے رکوع، سجود میں جانا یا اس کے سر اٹھانے سے قبل رکوع وسجود سے سر اٹھانا گناہ ہے۔

(387) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ. (بخاری[2])

1 بخاری ج 1 ص 100 باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔
2 بخاری باب اثم من رفع راسہ قبل الامام ج 1 ص 96 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: ''کیا تم اس بات سے ڈرتے نہیں ہو یا فرمایا تم اس بات سے کیوں نہیں ڈرتے کہ جو کوئی اپنے امام سے پہلے اپنے سر کو (سجدہ یا رکوع سے) اُٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ تعالیٰ اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے''۔ (بخاری)

نماز میں ادھر اُدھر دھیان نہ کرے:

نماز پورے شوق اور محبت سے ادا کرے سستی اور کاہلی سے نماز نہ پڑھے خشوع وخضوع کا یہ عالم ہو کہ دائیں، بائیں نہ دیکھے۔ بوقت قیام نظر مقامِ سجدہ پر ہو بوقت رکوع پاؤں کی پشت پر بوقت سجدہ ناک کے قریب اور بوقت تشہد گود میں نظر رہے اوپر آسمان کی طرف یا دائیں بائیں دیکھنا گناہ ہے۔

(388) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو دورانِ نماز اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بارہ میں سخت اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے فرمایا۔ لَیَنتَھُنَّ عَنْ ذَالِکَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُھُمْ۔ وہ اس فعل سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ (بخاری[1])

(389) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دورانِ نماز اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا۔

ھُوَاخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطٰنُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ.

یہ شیطان لعین کا اُچک لینا ہے جو بندے کی نماز سے کچھ حصہ چھین لیتا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) (بخاری[2])

1۔ بخاری باب: البصر الی السماء فی الصلوٰۃ ج 1 ص 4-103 مطبوعہ کراچی۔
2۔ بخاری باب الالتفات فی الصلوٰۃ ج 1 ص 104 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

کپڑے یا رومال کو لٹکا کر نماز پڑھنا

سر پر رومال یا چادر وغیرہ اس طرح اوڑھنا کہ دونوں کنارے لٹک رہے ہوں یا اس انداز سے گردن پر ڈالنا کہ کنارے کھلے انداز میں لٹک رہے ہوں اس عمل کو عربی میں سدل کہتے ہیں نماز کے اندر سدل منع ہے۔ رومال وغیرہ کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

(390) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ''سدل'' یعنی کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی[1])

سجدۂ سہو

اگر نماز میں بھول ہو جائے مثلاً نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض بھولے سے پہلے ادا ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے یا رکعتوں کی صحیح تعداد بھول جائے تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو کرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ لیکن اگر ان میں سے کسی ایک یعنی فرض یا واجب کو جان بوجھ کر ترک کیا تو نماز نہیں ہو گی۔ اور اگر کوئی سنت یا مستحب رہ جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں البتہ جان بوجھ کر سنت کو ترک نہ کرے کہ محرومی کی دلیل ہے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دے۔

خیال رہے کہ ایک سے زیادہ سہو پر بھی ایک مرتبہ ہی سجدہ سہو کرنا کافی ہے۔

(391) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سھو (یعنی بھول) یہ

1۔ ترمذی باب من جاء کراہیۃ السدل فی الصلوٰۃ ج 1 ص 195 مطبوعہ لاہور۔

ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھ جائے یا (تین یا چار رکعتوں والی نماز میں) دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(طحاوی شریف[1])

حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن زبیر، سعد بن ابی وقاص اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ بالا طریقہ سے سجدہ سہو کرنے کا ذکر منقول ہے۔ (طحاوی[2])

(392) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی، پانچ رکعت، بارگاہِ اقدس ﷺ میں عرض کیا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا ہوا صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ اگر میں بھول جاؤں تو مجھ کو یاد کروا دو اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے تو چاہیے کہ خوب غور کرے پھر جس بات پر دل جمے اُسی پر قائم رہ کر نماز مکمل کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔ (اور سلام پھیر دے) (بخاری[3])

(393) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو تو شک کو دور کر کے

۱ طحاوی شریف (عربی اردو) باب سجود السہو فی الصلوٰۃ ج 2 ص 93 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
۲ ملاحظہ ہو طحاوی (عربی اردو) باب سہو والسہو فی الصلوٰۃ ج 2 ص 94-93
مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
۳ بخاری مسلم مشکوٰۃ باب السہو مطبوعہ کراچی۔

ایک بات پر یقین کرے جب یقین ہو جائے نماز پوری ہونے کا تو (آخر میں) دو سجدے کرے اگر (حقیقۃً) نماز پوری ہو گئی تھی تو یہ رکعت نفلی ہو جائیگی۔ اور دو سجدے (بھی) اور اگر نماز کم تھی تو یہ رکعت نماز پوری کر دے گی اور دو سجدے شیطان کو ذلیل کر دیں گے۔ (ابی داؤد[1])

(394) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر امام دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے تو اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو بیٹھ جائے لیکن اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے بلکہ (آخر میں) دو سہو کے سجدے کرے۔ (ابی داؤد[2])

(395) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھی اس میں سہو ہو گیا تو آپ ﷺ نے دو سجدۂ سہو کر کے تشہد پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ (ابی داؤد[3])

فائدہ: خیال رہے کہ احادیث مبارکہ میں جو یہ مذکورہ ہے کہ نماز کے بعد بارگاہِ اقدس ﷺ میں عرض کیا گیا کہ نماز میں بھول ہو گئی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے ساری نماز دھرانے کی بجائے اُسی جگہ سے نماز مکمل کر کے سجدہ سہو فرما لیا۔ گویا گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو اس ذات اقدس کے ساتھ ہوئی کہ دورانِ نماز جن پر سلام کرنا واجب ہے اس لئے نماز میں کوئی نقص نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ واقع نماز میں گفتگو منع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اب نماز کے دوران اگر امام سے بھول ہو جائے تو مقتدی خاموش نہ رہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق سبحان اللہ کہہ کر امام کو غلطی کا احساس دلائے۔ کیونکہ گفتگو کرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم اتم)

۱ ابی داؤد باب من قال یلقی الشک ج 1 ص 155 مطبوعہ لاہور۔
۲ ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 156 مطبوعہ لاہور باب من نسی ان یتشھد وھو جالس۔
۳ ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ص 157 مطبوعہ لاہور۔

باب ششم

رکعات نماز

فرض: پانچوں نمازوں میں بعض رکعات فرض ہیں جس طرح صبح کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت۔ ان کا چھوڑنا حرام ہے۔

واجب: یہ تین رکعت وتر ہیں ان کا وقت پوری رات ہے ان کا چھوڑنا مکروہ تحریمی یعنی بہت گناہ ہے۔

سنت مؤکدہ: بعض رکعات سنن مؤکدہ ہیں۔ یعنی ایسے نوافل ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ادا فرمائے اور اپنے غلاموں کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اسی لئے ان کو مؤکدہ یعنی تاکید کیے گئے کہتے ہیں۔ پانچوں نمازوں میں ان کی تعداد بارہ (12) ہے۔ یعنی 2 رکعت نمازِ فجر میں، نماز ظہر میں چھ رکعات چار پہلے دو بعد میں، نماز مغرب میں دو رکعات اور نماز عشاء میں دو رکعات۔ ان کا ترک کرنا گناہ ہے۔

سنن غیر مؤکدہ: وہ رکعات ہیں کہ جن کو رسول رحمت ﷺ نے اکثر طور پر پڑھا مگر کبھی کبھار چھوڑنا بھی ثابت ہے۔ ان کا پڑھنا ثواب ہے ترک کرنا گناہ نہیں۔ یہ آٹھ رکعات ہیں۔ چار عصر میں فرض سے قبل، چار عشاء کے فرض سے قبل۔ باقی نوافل ہیں۔

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ فرائض میں کسی کو اختلاف نہیں البتہ بعض حضرات سنن کو ترک کر دیتے ہیں بعض ایک رکعت وتر کے قائل ہیں ذیل میں اس موضوع پر احادیث مبارکہ نقل کی جا رہی ہیں تا کہ متلاشی حق کو الجھن نہ رہے۔ (وباللہ التوفیق)

(396) سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَکْعَةً بُنِیَ لَهٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّةِ، اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ. "قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ"۔

ترجمہ: جس کسی شخص نے دن رات میں بارہ رکعات (فرائض کے علاوہ) ادا کیں تو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ) جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (وہ رکعات) چار ظہر سے پہلے ہیں اور دو بعد میں اور دو رکعات بعد از مغرب اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔ (ترمذی[1])

(397) ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزانہ علاوہ فرضوں کے بارہ رکعت خوش دلی سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ یا فرمایا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن سے ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتی ہوں۔
(صحیح مسلم[2]، سنن دارمی[3])

(398) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے گھر ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ جا کر فرض نماز ادا فرماتے پھر گھر آ کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور عشاء لوگوں کے

---

1. ترمذی باب من صلی ثنتی عشر رکعۃ ج 1 ص 204 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2. صحیح مسلم باب السنن راتبۃ و بیان عددھن ج 1 ص 251۔
3. سنن دارمی ج 1 ص 397 مطبوعہ کراچی۔

ساتھ پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور رات کو نو (9) رکعت بمع وتروں کے ادا فرماتے۔ طویل قیام قرأت اور قعدہ فرماتے اگر کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اگر بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعت پڑھتے۔ (صحیح مسلم[1])

(399) سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اذان فجر کے بعد دو رکعت نماز تخفیف کے ساتھ ادا فرماتے۔ فرض نماز کھڑی ہونے سے پہلے۔ (صحیح مسلم[2])

(400) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم رسول محترم ﷺ کسی بھی نفلی نماز کا اس قدر شدید خیال نہیں فرماتے تھے جس قدر صبح کی (نماز کی) پہلی ان دو رکعتوں کا۔ (صحیح مسلم[3])

(401) ان ہی سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی ان دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کے بارہ میں فرمایا کہ هُمَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔ یہ دو رکعتیں مجھے دنیا جہاں کی ساری چیزوں سے زیادہ پیاری ہیں۔ دوسری روائت میں ہے خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔ یہ رکعتیں دنیا جہاں کی ساری چیزوں سے اعلیٰ ہیں۔ (صحیح مسلم[4])

(402) ام المومنین سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے ظہر کی پہلی چار رکعتوں اور بعد والی

---

[1] صحیح مسلم باب یجوز النافلہ قاعدہ اور قائما...... ج 1 ص 252 مطبوعہ کراچی۔
[2] صحیح مسلم باب استحاب رکعتی سنۃ الفجر...... ج 1 ص 250 مطبوعہ کراچی۔
[3] صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 251 مطبوعہ کراچی۔
[4] صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 251 مطبوعہ کراچی۔

چار رکعتوں کو پابندی سے پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر (جہنم کی) آگ کو حرام فرما دے گا۔ (احمد[1]، ترمذی[2]، ابوداؤد[3]، نسائی[4]، ابن ماجہ[5])

فائدہ: اس حدیث پاک میں ظہر کی پہلی چار اور بعد والی دو سنن کے علاوہ دو نوافل کا بھی ثبوت ہے۔

(403) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعت نماز سورج ڈھلنے کے بعد اور ظہر سے پہلے ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے نیک اعمال ان میں سے اوپر جائیں۔ (جامع ترمذی[6])

(404) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زوالِ آفتاب کے بعد ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں (اللہ تعالیٰ کے حضور) نماز تہجد کی مثل حساب کی جاتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ (کائنات کی) ہر شئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیۃ مبارکہ تلاوت فرمائی کہ:

یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔

(النحل آیت 48)

---

[1] مسند امام احمد ج 7 ص 518 طبع جدید مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔
[2] ترمذی ج 1 ص 208 باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظہر مطبوعہ لاہور۔
[3] ابوداؤد ص 188 باب الاربع قبل الظہر وبعدھا مطبوعہ لاہور۔
[4] نسائی ج 1 ص 257 مطبوعہ کراچی۔
[5] ابن ماجہ ص 81 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
[6] جامع ترمذی ج 1 ص 220 باب ماجاء فی الصلوٰۃ عند الرسول مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

پھرتے ہیں سائے ہر چیز کے دائیں طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے۔

(جامع ترمذی[1])

(405) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ الرَّکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ الرَّکْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ ادبار النجوم وہ رکعتیں ہیں جو فجر (کی نماز) سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور ادبار السجود وہ دو رکعتیں ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

(سنن ترمذی[2])

(406) حضرت مکحول تابعی سے مرسلاً مروی ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے (یعنی فرضوں کے فوراً بعد) دو رکعت نماز پڑھی دوسری روایت میں ہے کہ چار رکعت نماز پڑھی تو اس کی نماز (اللہ تعالیٰ کے حضور) علیین (نہایت ہی اعلیٰ مقام) میں اُٹھائی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ[3])

(407) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَأً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ اللہ تعالیٰ اُس بندے پر رحمتوں کا نزول فرمائے کہ جو نماز عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے۔ (ترمذی[4]، ابی داؤد[5])

فائدہ: محترم قارئین کرام مسلکی جھگڑوں سے بالاتر ہو کر میں آپ کو اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع ترمذی باب مذکورہ۔

[2] سنن ترمذی۔

[3] مشکوٰۃ باب السنن وفضائلھا ص 105 مطبوعہ کراچی

[4] ترمذی ص 117 باب ماجاء فی الاربع قبل العصر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

[5] ابوداؤد ص 198 باب الصلاۃ قبل العصر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

کی عزت کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کو بغور پڑھیں پھر بتائیں کہ کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدوں پر یقین کامل ہو وہ کبھی ان سنتوں کو ترک کرے گا؟ کیا وہ محض فرض ادا کر کے یقین کر لے گا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کلمہ طیبہ پڑھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس بات پر غور کیجئے پھر جو جی میں آئے عمل فرمایئے۔ (وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ)

سنت فجر کی اہمیت:

احادیث مبارکہ میں سنت فجر کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ان کی ادائیگی میں مبالغہ سے کام لیتے حتیٰ کہ جماعت کھڑی ہو جاتی تب بھی یہ سنتیں ادا کر لیتے حالانکہ وہ مزاج نبوی اور احادیث مبارکہ کو ہم سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہے کہ سنتیں گھر پڑھ کر آئے کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے اور عمل نبوی سے یہ ہی ثابت ہے لیکن اگر سنت فجر نہ پڑھی ہو اور نماز کی دوسری رکعت کے مل جانے کا یقین ہو تو دروازۂ مسجد کے قریب یا ستون وغیرہ کی اوٹ یعنی جماعت سے فاصلہ پر سنتیں پڑھ کر شریک جماعت ہو جائے۔ خیال رہے کہ ان کے سوا کوئی سنت یا نفل جماعت کھڑی ہو جانے پر جائز نہیں۔ سنت فجر کے بارہ میں عمل صحابہ ملاحظہ ہو۔

(408) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت ابو عثمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے وقت مسجد میں تشریف لائے کہ امام نمازِ فجر پڑھا رہا تھا آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔ (طحاوی[1])

(409) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ اپنے والد ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن عاص نے ان (ابو موسیٰ کو) اور حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز فجر سے پہلے بلایا جب یہ حضرات فارغ ہو کر باہر آئے تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔ امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ بھی ان کے ساتھ تھے مگر انہوں نے اس عمل پر کوئی اعتراض نہ کیا جو اس بات کی دلیل ہے۔ اُن کا بھی یہی مذہب تھا۔ (طحاوی[2])

(410) ابو مجلز کی روایت:

حضرت ابو مجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز فجر کے وقت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر تو صف میں شامل ہو گئے۔ لیکن حضرت ابن عباس نے دو رکعتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا تو آپ کھڑے

1 طحاوی (عربی اردو) باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوۃ الفجر...... ج 1 ص 740 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

2 طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 738 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں۔ (طحاوی[1])

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موافق مذہب رکھتے۔ اس لیے آپ نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ (جیسا کہ آئندہ بھی معلوم ہوگا) دوسرے یہ کہ اگر سنت فجر ادا نہ کی ہو تو جماعت فجر کے فوراً بعد نہ پڑھے بلکہ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(411) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز کے لئے تشریف لائے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ آپ نے صبح کی پہلی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ کے حجرہ میں دو رکعت ادا کیں پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔ طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ کا حجرہ مسجد میں شامل ہے۔ اس لئے آپ کا عمل حضرت ابن عباس کے عمل کے موافق ہوا۔ (طحاوی[2])

(412) حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز فجر کے لئے صفیں باندھے کھڑے تھے آپ نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں ادا کیں پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ (طحاوی[3])

1 طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 740 مطبوعہ مذکورہ۔

2 طحاوی باب مذکورہ ص 741 مطبوعہ لاہور۔

3 طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 741 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

(413) حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (بعض اوقات) صبح کی دو سنتیں پڑھے بغیر مسجد میں حاضر ہوتے اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر پڑھا رہے ہوتے تو ہم مسجد کے ایک کنارے پر دو رکعتیں پڑھتے پھر نماز میں شامل ہو جاتے۔ (طحاوی[1])

فائدہ: ظاہر ہے کہ حضرت ابوعثمان سے یہ عمل کئی مرتبہ ہوا اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اُن کو منع نہ کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمہور صحابہ کے نزدیک یہ عمل درست تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(414) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ:

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم کے پاس آتے اور لوگ مصروفِ نماز ہوتے تو اگر آپ نے فجر کی دو رکعتیں ادا نہ کی ہوتیں تو (پہلے) مسجد میں یہ دو رکعتیں پڑھتے پھر جماعت میں شامل ہو جاتے۔ (طحاوی[2]) ظاہر ہے کہ یہ عمل بھی صحابہ کے سامنے ہوتا تھا۔

طلوعِ آفتاب کے بعد رہ گئی سنتیں ادا کرے:

اگر کسی وجہ سے سنتِ فجر ادا نہ کر سکے ہوں یا ایسے وقت مسجد میں آئیں کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا ممکن نہ ہو تو سنتیں ترک کر دیں اور جماعت میں شامل ہو جائیں اور یہ رہ گئی سنتیں سورج طلوع ہونے کے بعد ادا کریں۔ جیسا کہ ابھی تھوڑا اوپر اسی باب میں ''ابومجلز کی روایت'' گزری ہے کہ

1. طحاوی ص 742 مطبوعہ مذکورہ۔
2. طحاوی ج 1 ص 742 مطبوعہ دباب مذکورہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج نکلنے کے بعد سنت فجر کی قضا ادا کی کیونکہ حکم نبوی ﷺ یہی ہے۔

(415) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے فجر کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ (ترمذی[1])

وتر کا بیان

نماز وتر کے بارہ میں علماءِ حق، آئمہ مجتہدین کے درمیان چند باتوں میں اختلاف ہے۔ مثلاً کہ یہ سنت ہے یا واجب اس کی رکعات کتنی ہیں اور قنوت کہاں پڑھی جائے گی۔ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہیں ان کی تین رکعات ہیں اور قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے گی۔ حنفیہ کی مؤید بعض احادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(416) عبید اللہ بن عبداللہ عتکی نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اُن کے والد (بریدہ) نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا۔

وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (سنن ابوداود[2])

(417) حضرت خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن

1. ترمذی باب ماجاء فی اعادتهما بعد طلوع الشمس ص 207 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2. سنن ابوداؤد باب ومن لم یوتر ج 1 ص 210 مطبوعہ لاہور۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَمَدَّکُمْ بِالصَّلٰوۃِ ھِیَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَھِیَ الْوِتْرُ فَجَعَلَھَا لَکُمْ فِیْمَا بَیْنَ الْعِشَاءِ اِلٰی طُلُوْعِ الْفَجْرِ۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی نماز کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے۔ جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ افضل اعلیٰ ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ اس کا وقت تمہارے لئے عشاء سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔ (ابوداؤد[1]، ترمذی[2]، ابن ماجہ[3])

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

وتر کی قضا: وتر کی ادائیگی کا وقت عشاء سے طلوع فجر تک ہے جیسا کہ ابھی حدیث شریف میں گزرا لیکن اگر کسی وجہ سے یہ نماز رہ گئی تو اس کی قضا پڑھنے کا حکم ہے وتر کے وجوب پر یہ بات بھی ایک دلیل ہے۔ احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں۔

(418) حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ اَوْنَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا ذَکَرَہٗ۔ جو کوئی شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے ضرور پڑھ لے۔

(ترمذی[4]، سنن کبریٰ[5]، ابن ماجہ[6]، مشکوٰۃ[7]، ابوداؤد[8])

---

1. ابوداؤد ج 1 ص 210 باب استحباب الوتر مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2. ترمذی ص 121 باب ماجاء فی فضل الوتر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔
3. ابن ماجہ ص 208 باب ماجاء فی الوتر مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ۔
4. ترمذی ج 1 ص 218 مطبوعہ لاہور۔
5. سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 480 مطبوعہ ملتان۔
6. ابن ماجہ ص 83 باب من نام عن وتر اونسیہ مطبوعہ کراچی۔
7. مشکوٰۃ ص 113 ابواب الوتر مطبوعہ کراچی۔
8. ابوداؤد ابواب الوتر ج 1 ص 212 باب فی الدعا بعد الوتر مطبوعہ لاہور۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو لوگ وتر کو صرف مستحب کہتے ہیں کہ پڑھ لو تو ٹھیک ورنہ گناہ نہیں وہ غلطی پر ہیں۔

وتر کی رکعات:

بعض حضرات وتر کی محض ایک رکعت کے قائل ہیں اور ان احادیث مبارکہ کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ عجب بات ہے کہ دنیاوی نفع کی بات ہو تو ہم اضافہ کی طرف جاتے ہیں لیکن آخرت کا نفع ہو تو کمی کی طرف۔ مثلاً سنت چھوڑ دو صرف فرض پڑھو۔ وتر ایک پڑھو۔ بیس کی بجائے آٹھ تراویح پڑھو۔ رمضان المبارک میں تہجد نہ پڑھو۔ وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے نیکی کے کام میں تو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ'' اب آیئے تین رکعت وتر پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(419) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ فرمایئے کہ حضور اکرم ﷺ ماہ رمضان (کی راتوں) میں نماز کس قدر پڑھتے تھے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خواہ رمضان المبارک ہو یا نہ ہو (عموماً) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے جو چار رکعتیں پڑھتے تو ان کے حسن وخوبی اور طوالت کے بارہ میں کچھ نہ پوچھو (گویا جواب ہی نہیں) جو پھر چار رکعتیں پڑھتے تو ان کے حسن و خوبی اور طوالت کے بارہ میں بھی کچھ نہ پوچھو (یعنی پہلی رکعتوں سے وہ بھی کم نہ

ہوتیں) پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

(نسائی[1]، صحیح مسلم[2]، مسند امام[3]، مؤطا[4]، بخاری[5]، طحاوی[6])

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ ماننے والے کے لئے صرف یہ ایک حدیث ہی کافی ہے کیونکہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک اسی عمل پر ہمیشگی تھی۔ اس لئے سنت پر وہی عمل ہوگا جو بکثرت ہوگا۔ کبھی کبھار کے عمل سے جواز تو ثابت ہو جاتا ہے مگر اس کو ہمیشہ کی سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(420) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، پڑھا کرتے تھے۔ (جامع[7])

امام ترمذی علیہ الرحمہ جمہور صحابہ کرام کا مذہب نقل فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَالَّذِی اخْتَارَہٗ اَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَھُمْ اَنْ یَّقْرَءَ سَبِّحِ اسْمِ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَقُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ مِّنْ ذَالِکَ بِسُوْرَۃٍ۔ یہ وہ عمل ہے کہ جس کو حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے اکثر علماء صحابہ کرام نے اُن کے بعد آنے

1 نسائی ج 1 ص 248 باب کیف الوتر بثلاث مطبوعہ قدیمی کراچی۔
2 صحیح مسلم باب صلوۃ اللیل والوتر ج 1 ص 245۔
3 مسند امام احمد ج 7 ص 108 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
4 موطا امام احمد ص 142 باب قیام شہر رمضان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
5 بخاری شریف ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ قدیمی کراچی۔
6 طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 576 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
7 جامع ترمذی باب مایقرء فی الوتر ج 1 ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

والے (یعنی تابعین) نے اپنایا کہ وہ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تلاوت کرتے۔ (ترمذی[1])

فائدہ: امام ترمذی علیہ الرحمہ اس جگہ عام صحابہ کرام کا نہیں بلکہ علماء صحابہ کا ذکر فرمایا کیونکہ اعمال نبوی کو وہ زیادہ احسن طریقہ سے سمجھتے تھے۔ اسی لئے بعد میں آنے والے جمہور تابعین وعلماء نے بھی اسی پر عمل کیا۔

(421) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الْفَجْرِ۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ رات (یعنی تہجد) کی آٹھ رکعات پڑھتے اور تین رکعت وتر پڑھتے اور صبح نمازِ فجر سے قبل دو رکعت پڑھتے۔ (سنن نسائی[2])

(422) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ وتر کی رکعات میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، اور قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی[3])

(423) حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ آخِرِھِنَّ وَیَقُوْلُ یَعْنِیْ بَعْدَ التَّسْلِیْمِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا۔ یعنی تینوں رکعات پوری کرنے کے بعد آخر میں سلام پھیرتے اور سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ پڑھتے۔

1 ترمذی ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2 سنن نسائی باب الوتر ص 249 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 ترمذی مایقرء فی الوتر ج 1 ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

سُبحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ۔ (سنن نسائی[1])

(424) حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز وتر کے بارہ میں پوچھا کہ کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

بِاَرْبَعٍ وَّثَلاثٍ وَسِتٍّ وَّ ثَلاثٍ وَّثَمانٍ وَّ ثَلاثٍ وَعَشْرٍ وَّ ثَلاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ.

ترجمہ: کبھی تو آپ ﷺ چار (نفل) اور تین وتر پڑھتے (کبھی) چھ اور تین (کبھی) آٹھ اور تین (کبھی) دس اور تین۔ لیکن (نوافل بمع) وتر کبھی بھی سات سے کم نہ ہوتے اور نہ ہی تیرہ سے زیادہ۔ (ابو داؤد[2]، مشکوٰۃ[3])

فائدہ: حضرت ام المومنین کی اس روایت سے پتہ چلا کہ نوافل میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی مگر وتر تین ہی ادا فرمائے۔

خیال رہے کہ: محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی علیہ الرحمہ نے شرح معانی الآثار میں اس موضوع پر بہت مفید بحث فرمائی اور دیگر بہت سی روایات و آثار کو نقل فرمایا محض طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا کیونکہ ماننے والے کے لئے یہ ہی بہت کچھ ہے۔

وتر میں دعائے قنوت

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھی جائے گی۔

(425) حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس

1 سنن نسائی باب الوتر ص 249 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2 ابوداؤد شریف ج 1 ص 201 باب فی صلاۃ اللیل مطبوعہ لاہور۔
3 مشکوۃ ص 112 باب الوتر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قنوت کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ''قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ'' اس میں کوئی شک نہیں کہ قنوت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ رکوع سے پہلے پڑھیں گے یا بعد میں؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کے حوالہ سے بتایا کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے۔ (یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) فرمایا ''كَذَبَ، اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا'' اس آدمی نے جھوٹ بولا۔ سوائے اس کے نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے...... الخ
(بخاری[1])

(426) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔
(ابوداؤد[2]، ابن ماجہ[3]، نسائی[4])

(427) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔
(حلیۃ الاولیاء[5]، مرقات[6])

(428) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَيَجْعَلُ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔

1 بخاری باب القنوت قبل الرکوع او بعدہ ج 1 ص 136 قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2 ابوداؤد ص 211 باب القنوت فی الوتر مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3 ابن ماجہ ص 83 باب ماجاء فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
4 نسائی فی ابواب الوتر ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔
5 حلیۃ الاولیاء ج 5 ص 73 ذکر حبیب بن ابی ثابت مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔
6 مرقات شرح مشکوۃ ج 3 ص 185 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

حضور اکرم نبی محترم ﷺ تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے۔ (طبرانی[1])

عمل صحابہ: وتر میں قبل از رکوع یا بعد از رکوع قنوت پڑھنے کے بارہ میں عمل صحابہ کیا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(429) حضرت عبدالرحمٰن بن اسود اپنے والد ذی وقار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتروں کے سوا کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ (طحاوی[2])

(430) ☆ علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ کَانُوْ یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے (دیگر) صحابہ وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ (اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا)۔

(آثار السنن[3]، ابن ابی شیبہ[4])

دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین

(431) حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے پھر رفع یدین کرتے (یعنی ہاتھ اُٹھاتے) اور رکوع جانے سے قبل قنوت پڑھتے۔ (رواہ البخاری[5]، آثار السنن[6])

---

[1] طبرانی فی الاوسط۔
[2] طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 576 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
[3] آثار السنن ص 209 باب القنوت قبل الرکوع مطبوعہ ملتان۔
[4] ابن ابی شیبہ ج 2 ص 202 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان باب فی القنوت قبل الرکوع او بعدہ۔
[5] رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص 210۔
[6] آثار السنن قال اسنادہ صحیح باب رفع الیدین عند قنوت الوتر مطبوعہ ملتان۔

(432) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو عثمان نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری امامت فرماتے تھے۔ آپ عند الرکوع (یعنی رکوع سے پہلے) قنوت پڑھتے اور ہاتھ اتنے اُٹھاتے کہ آپ کی ہتھیلیاں ظاہر ہو جاتیں اور بازو (پہلوؤں سے) جدا ہو جاتے۔ (بخاری[1])

دعائے قنوت

کوئی خاص دعاء قنوت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ کوئی مسنونہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً:

(433) حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری وتر میں یہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

اے میرے اللہ تعالیٰ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیرے حضور معافی چاہتا ہوں میں تجھ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں میں تیری تمام ثنائیں بیان نہیں کر سکتا تیری وہ شان ہے جیسی تو خود اپنی ثنا بیان فرماتا ہے۔ (ابی داؤد[2])

(434) ابو الحوراء ربیعہ بن شیبان فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن بن سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ سکھائے کہ میں ان کو نمازِ وتر میں پڑھا کروں۔ ابن حواس نے کہا یعنی وتر کی

---

[1] بخاری فی جزء رفع الیدین۔
[2] ابی داؤد قنوت فی الوتر ج 1 ص 211 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

قنوت میں۔ (وہ دعائیہ الفاظ یہ ہیں)

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ تَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ۔

ترجمہ: اے میرے اللہ تو مجھے اس کے ساتھ ہدایت عطا فرما جسے تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے اور مجھے اس کے ساتھ سلامت رکھ جسے تو نے سلامت رکھا ہے اور اس کے ساتھ مجھے دوست رکھ جسے تو نے دوست رکھا ہے اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں (مزید) برکت عطا فرما اور مجھے اپنے فیصلے کی برائی سے محفوظ فرما بے شک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور کسی کا فیصلہ تجھ پر لاگو نہیں ہوتا (یعنی تو قادر مطلق ہے اور باقی سب تیرے محتاج بندے) اور جس کو تو دوست رکھے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے اسے (کائنات میں) کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ تو ہی برکتوں والا ہے اے ہمارے پروردگار تو ہی بلند وبالا مرتبے والا ہے۔

(سنن ابی داؤد[1]، ترمذی[2]، سنن نسائی[3]، سنن دارمی[4]، مستدرک[5]، مسند امام احمد[6]، سنن کبریٰ[7])

1 سنن ابی داؤد باب القنوت فی الوتر ج 1 ص 211 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2 ترمذی ج 1 ص 217 باب ماجاء فی القنوت فی الوتر مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
3 سنن نسائی ج 1 ص 252 باب الدعاء فی الوتر مطبوعہ کراچی۔
4 سنن دارمی ج 1 ص 451 باب الدعاء فی القنوت مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
5 مستدرک للحاکم ج 3 ص 188 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
6 مسند امام احمد ج 1 ص 328 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔
7 سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 209 باب دعاء القنوت مطبوعہ ملتان۔

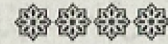
(435) عام طور پر ایک دعاء مسنونہ جو وتر کی قنوت میں پڑھی جاتی ہے۔ اُس کی روایت یہ ہے کہ حضرت خالد بن ابی عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور سرور کونین ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور قبیلہ مضر (کہ جنہوں نے دھوکے سے صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا) کے لئے بددعا فرما رہے تھے کہ اچانک جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہو گئے اور آپ ﷺ کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ تو جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب والا بنا کر نہیں بھیجا۔ (اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ) (ذاتی طور پر) تم ان معاملات میں اختیار نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اگر چاہے تو ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو عذاب دے دے۔ یہ کہہ کر (جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ دعا بتائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرِ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ. اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ. (سنن بیہقی[1])

ترجمہ: اے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیرے حضور معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی ثناء بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ ناشکری نہیں کرتے۔ ہم نے ہر اس

1 سنن بیہقی ج 2 ص 210، باب دعاء القنوت، عن عمر ابن خطاب مطبوعہ ملتان۔

شخص سے قطع تعلق کرلیا اور اس کو چھوڑ دیا جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تیری ہی رضا کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ تیرے حضور عاجزی وانکساری سے حاضر ہیں اور تجھ سے تیری رحمت کے طلبگار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔



باب ہفتم

صلوٰۃ الجمعۃ

نماز جمعہ فرض ہے اور اس کی فرضیت قرآن کریم کی سورۃ جمعہ سے ثابت ہے۔ اس کی دو رکعت فرض ہیں جبکہ چار سنت مؤکدہ فرضوں سے قبل (بمثل ظہر) ہیں علاوہ ازیں چھ رکعت سنت فرضوں کے بعد ہیں اس میں دو اذانیں ایک اقامت اور دو خطبے عربی زبان میں ہیں۔ روزِ جمعہ غسل کرنا صاف ستھرے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا بھی مسنون ہے۔

(436) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ سَابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَا اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هٰذَا يَوْمُ هُمُ الَّذِىْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ هَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصٰرٰى بَعْدَ غَدٍ.

ترجمہ: ہم آخری ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ان پر بھی یہی دن (یوم الجمعہ) پر فرض کیا گیا جو کہ تم پر فرض کیا گیا ہے۔ مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ہماری راہنمائی فرمادی۔ (اب) وہ لوگ ہم سے پیچھے ہیں۔ یہودی توکل (یعنی بروز ہفتہ عبادت کرتے ہیں) اور عیسائی کل کے بعد پرسوں (یعنی بروز اتوار) کی طرف چلے گئے۔ (بخاری[1])

(437) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم رسولِ محتشم ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ

[1] بخاری شریف ج 1 ص 120 باب فرض الجمعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

لکڑی کے منبر پر تشریف فرما، ارشاد فرما رہے تھے۔ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دل پر مہر لگا دے گا اور وہ لوگ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم[1])

جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا

(438) حضرت سیّدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ ۔ جب کوئی تم میں سے نمازِ جمعہ کے لئے آئے تو اُسے غسل کر لینا چاہیے۔ (بخاری[2]، مسلم[3])

(439) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔ (صحیح مسلم[4])

فائدہ: غسل کے بارہ میں بہت سی روایات ہیں کسی میں تاکید ہے اور کسی میں اجازت، اس لئے علماء کرام ان سب روایات کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ غسل کرنا سنت ہے۔

(440) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

1. صحیح مسلم کتاب الجمعہ ج 1 ص 284 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2. بخاری ج 1 ص 120 باب فضل الغسل یوم الجمعہ مطبوعہ کراچی۔
3. مسلم کتاب الجمعہ ج 1 ص 279 مطبوعہ کراچی۔
4. صحیح مسلم ج 1 ص 280 کتاب الجمعہ مطبوعہ کراچی۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَمَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى ۔ (بخاری[1])

نبی محترم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے پھر اپنی طاقت کے مطابق اپنے آپ کو صاف ستھرا کرے۔ (یعنی اپنے بدن کو پاکیزہ کرے صاف لباس زیب تن کرے) اور اپنے تیل لگائے (یعنی سر اور داڑھی وغیرہ کو) اور اپنے گھر سے خوشبو لگا کر نمازِ جمعہ ادا کرنے کیلئے نکلے اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے۔ (یعنی کسی کو تنگ نہ کرے) پھر نماز پڑھے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھی ہے پھر جب امام خطبہ دے تو یہ خاموش رہے تو ایسے شخص کیلئے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

اذان جمعہ

(441) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اُس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے ایک اور اذان دینے کا حکم دیا یہ اذان زوراء (ایک اونچی جگہ) پر دی جاتی تھی۔ پھر اس پر امت کا مسلسل عمل شروع ہو گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ زوراء بازارِ مدینہ طیبہ میں

---

1. بخاری باب الدھن للجمعۃ ج 1 ص 121 مطبوعہ کراچی۔
2. بخاری باب الاذان یوم الجمعہ ج 1 ص 124 مطبوعہ کراچی۔

ایک جگہ کا نام ہے۔ (بخاری[2])

خطبہ جمعہ کا سنت طریقہ اور بدعت

ہمارے آقا تاجدارِ عرب وعجم شفیع معظم رحمت عالم ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے ارشاد فرماتے اور دونوں خطبے دینا دونوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جانا اور نماز کی طرح دونوں خطبے بھی عربی زبان میں پڑھنا حضور سیّد عالم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ عرب وعجم میں دورِ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمان برکت نشان سے پوری امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے اور یہی طریق سنت ہے چونکہ یہ دونوں عربی زبان والے خطبے دوسری اذان کے بعد سنت ہیں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شروع کردہ پہلی اذان لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے تھی اس لئے اگر کوئی خطیب پہلی اور دوسری اذان کے درمیانی وقفہ کے دوران لوگوں کو ان کی مقامی زبان میں وعظ ونصیحت کرے تو یہ نہایت ہی احسن عمل ہے۔ مگر ازروئے حدیث پاک یہ خطبہ مسنونہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خطبہ مسنونہ عربی زبان میں ہوگا اور دوسری اذان کے بعد ہوگا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے بعض غیر مقلدین نے ایک نئی بدعت ایجاد کرلی کہ دوسری اذان کے بعد دونوں خطبے عربی کی بجائے ایک مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دینا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ سنت نبوی ﷺ اور سنت صحابہ کے خلاف عمل ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ عربی تھے اور ہم عجمی ہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ خلافت فاروقی وعثمانی میں بہت سے عجمی علاقے فتح ہوگئے تھے اور ان علاقوں میں کہیں بھی خطبہ جمعہ عجمی زبان میں نہیں دیا گیا۔ حالانکہ صحابہ بھی جانتے تھے کہ مخاطب عجمی ہیں اور عجم کے علماء تابعین وتبع تابعین بھی خطبہ دیتے تھے مگر سارے کے سارے عربی زبان میں ہی خطبہ

دیتے تھے۔

بدعت: یہی وجہ ہے کہ ہم نے دوسری اذان کے بعد والے عجمی خطبے کو بدعت کہا ہے۔ نہ کہ پہلی اذان کے بعد والی تقریر کو۔ اس لئے کہ حقیقت میں ''بدعت ضالہ'' وہی بدعت ہے جس سے سنت ختم ہو جائے۔ جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کی نئی اذان تو شروع کروائی مگر پہلے سے شروع اذان و اقامت کو ختم نہ کروایا۔ اس لئے ان کا یہ عمل قابل اعتراض ''بدعت'' نہ ہوا کہ اس سے سنت ختم نہ ہوئی۔ اسی طرح پہلی اذان کے بعد تقریر ایک اضافی عمل تو ہوا مگر اس کی وجہ سے دوسری اذان والے خطبوں میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اس لئے یہ عمل بھی قابل اعتراض ''بدعت'' نہ ٹھہرا۔ اگر یہ لطیف نکتہ کما حقہ سمجھ میں آجائے تو بہت سے مسلکی جھگڑے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم اتم)

خیال رہے کہ احناف کا کسی شدید مجبوری کی وجہ سے کسی وقت عجمی زبان میں خطبہ دینے کی اجازت دینا بالکل اسی طرح ہے جس طرح معذور کو لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت یا حالت اضطراری میں حرام کی اجازت۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز جمعہ کی سنتیں:

جو شخص نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آئے بہتر ہے کہ گھر سے چار رکعت نماز سنت پڑھ کر آئے۔ کیونکہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ذی شان ہے۔

(442) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَاقُبُوْرًا. (بخاری[1]، مسلم[2]، الترغیب[3])

---

[1] بخاری شریف ج 1 ص 158 باب التطوع فی البیت مطبوعہ قدیمی کراچی۔

[2] مسلم شریف ج 1 ص 265 مطبوعہ کراچی۔

[3] الترغیب والترہیب ج 1 ص 170 مطبوعہ مکتبہ روضۃ القران پشاور۔

ترجمہ: اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔

لیکن اگر کسی وجہ سے گھر سنتیں ادا نہیں کیں ہیں تو خطبہ مسنونہ شروع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ خطبہ مسنونہ کے دوران سنتیں نہ پڑھے بلکہ مؤدبانہ طریقہ سے متوجہ ہو کر خطبہ سنے دوران خطبہ کسی سے گفتگو نہ کرے نہ ہی کوئی لایعنی حرکت کرے کہ حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

جماعت جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد میں یا گھر میں دو چار یا چھ رکعت سنت پڑھے کیونکہ تینوں عمل حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے مختلف اوقات میں ثابت ہیں بہتر ہے کہ چھ رکعت سنت ادا کرے اس طرح سب احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے گا۔

(443) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَصَلّٰی مَا قُدِّرَ لَہٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْاِمَامُ مِنْ خُطْبَتِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَہٗ غُفِرَلَہٗ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی وَفَضْلُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ. (صحیح مسلم[1])

ترجمہ: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر نماز جمعہ کے لئے آیا پھر اس نے نماز پڑھی جس قدر اس کے مقدر میں تھی پھر وہ امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموشی سے (خطبہ سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں اور تین دن کے ان کے علاوہ بھی (یعنی دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) (صحیح مسلم)

عمل صحابہ:

(444) عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَھَا اَرْبَعًا۔

۱ صحیح مسلم باب من استمع وانصت للخطبہ ج 1 ص 283 مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز جمعہ سے قبل چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ[1])

(445) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا اَرْبَعًا ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی جمعہ پڑھ لے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ (صحیح مسلم[2])

(446) حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ ہوتے تو جمعہ پڑھ کر (تھوڑا سا) آگے بڑھ جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر آگے بڑھ جاتے اور چار رکعتیں پڑھتے جب مدینہ طیبہ میں ہوتے تو جمعہ پڑھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے جنہیں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُ ذَالِکَ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (ابی داؤد[3])

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں مذکورہ بالا حدیث پاک نقل کر کے امام ابن ہمام کا تبصرہ نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ سنتیں چھ ہی ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ دوران سفر نوافل (سنتیں) مسجد میں ادا فرماتے تھے اور مدینہ طیبہ میں ہوتے تو اپنے کاشانہ انور میں ادا فرماتے۔ اس لئے حضرت عبداللہ ابن

۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 40 باب الصلوٰۃ قبل الجمعہ مطبوعہ ملتان۔

۲ صحیح مسلم الصلوٰۃ بعد الجمعۃ ج 1 ص 288 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابی داؤد باب الصلوٰۃ بعد الجمعہ ج 1 ص 168 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۴ مظہری ج 9 ص 294 مطبوعہ کوئٹہ۔

عمر نے حضور اکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ جو عمل دیکھا وہ چھ رکعت نماز کا تھا۔ (مظہری)

(447) ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ سے تھوڑا ہٹ کر اور دو رکعت نماز ادا کی مزید ایک طرف ہٹ گئے اور چار رکعت نماز ادا کی۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ آپ نے کتنی مرتبہ حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ کئی مرتبہ۔ (ابی داؤد[1])

ابن تیمیہ نے نقل کیا کہ:

وَصَحَّ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا وَرُوِىَ سِتُّ رَكْعَاتٍ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. (مختصر فتاویٰ[2])

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ بعد از نماز جمعہ چار رکعات پڑھے اور جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چھ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے۔

[1] ابی داؤد باب مذکورہ ج 1 ص 168 مطبوعہ لاہور۔
[2] مختصر فتاویٰ ۲ ابن تیمیہ۔

باب ہشتم

نماز تراویح

رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کی راتوں میں ایک صلوۃ اللیل پڑھی جاتی ہے جس کو صلوۃ التراویح یعنی نماز تراویح کہا جاتا ہے۔ یہ نماز زمانہ نبوی سے شروع ہوئی اس کی جماعت کا باقاعدہ اہتمام امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کروایا۔ اس نماز کی رکعات میں آج کل اختلاف کیا جا رہا ہے۔ یہ اختلاف باضابطہ طور پر 1284ھ سے شروع ہوا قبل ازیں تاریخ اسلام سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دورِ صحابہ میں نماز تراویح بیس رکعت یا اس سے زیادہ پڑھی جاتی تھی جبکہ دورِ تابعین میں اہل مدینہ تو چھتیس یا چالیس رکعات نماز ادا کرتے اور اہل مکہ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اس کا سبب ابن قدامہ یہ نقل فرماتے ہیں کہ:

اِنَّمَا فِعْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَهِ لِاَنَّهُمْ اَرَادُوْ امْسَاوَاةَ اَهْلِ مَكَّةَ فَاِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ كَانُوْا اِيَطُوْفُوْنَ سَبْعًابَيْنَ كُلِّ تَرْوِيْحَيْنِ فَجَعَلَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ كُلُّ سَبْعٍ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَوْلٰى وَاَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ. (المغنی[1])

ترجمہ: اہل مدینہ کا یہ عمل (زیادہ رکعات کے پڑھنے کا) اس لئے تھا کہ وہ دراصل ثواب میں اہل مکہ کے برابر ہونا چاہتے تھے۔ چونکہ اہل مکہ "ترویحین" یعنی دو ترویحوں کے درمیان سات چکر طواف کے لگا لیا کرتے تھے۔ اس لئے اہل مدینہ نے ہر ترویحہ (یعنی چار رکعت) کے بعد طواف کے سات چکروں کی جگہ مزید چار رکعت کا اضافہ کر لیا اس (نیک نیتی) کے باوجود عمل کے لئے وہی

[1] المغنی جلد ثانی صلوۃ التراویح۔

طریقہ زیادہ حق دار اتباع ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

چونکہ رسول محتشم ﷺ نے اس نماز کی ترغیب تو دی مگر کوئی حکم نافذ نہ فرمایا اس لئے صحابہ کرام اور تابعین عظام اس صلوٰۃ اللیل کی رکعات بیس یا اس سے زیادہ پڑھ لیتے مگر کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔

1284ھ میں مشہور غیر مقلد عالم دین جناب مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی کے شکم انور میں معلوم نہیں کہ کیا بدعتی مروڑ اُٹھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والا فتویٰ ارشاد فرمایا کہ صرف آٹھ رکعت نماز تراویح سنت ہے اور بیس تراویح بدعت ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنے والے ہیں وہ سارے کے سارے بدعتی (بدترین گنہگار) ہیں وہ بجائے ثواب کے گناہ کما رہے ہیں۔ اس عجیب وغریب فتوے سے مسلمانانِ برصغیر میں خصوصاً ایک ہلچل سی مچ گئی اور انہوں نے اس اختلاف وافتراق کے زہر کو دور کرنے کے لئے بہت کچھ تحریر فرمایا۔ بعض غیر مقلد علماء کو اپنی جماعت کے سستی شہرت کے متمنی اس مفتی کی ادا کچھ اچھی نہ لگی انہوں نے بھی اس بارہ میں جو کچھ کہا اس کا اندازہ ایک اور مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا غلام رسول قلعہ میاں دیدار سنگھ گوجرانوالہ کے 1290ھ میں لکھے گئے رسالہ تراویح سے عیاں ہے۔ وہ اپنے اس رسالہ میں مفتی بٹالوی کا رد کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور آنحضور ﷺ سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی کریں اور آپ کے ارشاد گرامی کی کہ ”ان کی

سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو داڑھوں سے مضبوط کرو“۔ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ کم ہمتی کی وجہ سے صرف گیارہ رکعت پر اکتفاء کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیئس رکعات پڑھنے والوں پر مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے والے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کی حدیثیں ہیں کہ فضائل، آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق ومغرب میں جاری ہے کہ وہ تیئس رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں۔ بخلاف اس غالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس عمل کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے۔ تھوڑا آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں کہ:

یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والو کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے حضرات صحابہ، تابعین اور مشرق ومغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالفِ سنت قرار دیتا ہے بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی کہ ان حضرات کے عمل کو تعریضاً مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کا حامل قرار دیتا ہے۔ (رسالہ[1])

محترم قارئین کرام! اگر آپ اپنے ذہن پر بوجھ محسوس نہیں کرتے تو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر غیر مقلدوں کے نامور عالم دین جناب مولانا غلام رسول کا یہ تبصرہ دوبارہ پڑھیں اور غور کریں کہ کیا اس مضمون سے درج ذیل باتیں ثابت نہیں ہو رہی ہیں کہ!

(1) کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ حضور

---

[1] رسالہ تراویح از مولانا غلام رسول غیر مقلد۔

اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے ماں باپ اہل وعیال بلکہ سب انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

(2) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی دلیل ہے۔

(3) صحابہ کرام کا اجماع اور عمل تیئیس (23) رکعات (یعنی 20 تراویح اور 3 وتر) پر ہو چکا ہے۔

(4) صرف گیارہ رکعت پر ضد کرنا، کم ہمتی، یعنی کمینہ پن ہے اور جماعت کو بدعتی گروہ قرار دینا ہے اور اجماع صحابہ پر طعنہ زنی کرنا ہے۔

(5) تیئیس (23) رکعات پڑھنے کو شرک کہنا یا مشرکین کی طرح اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے والے کہنا براہِ راست صحابہ کرام پر چوٹ کرنا ہے۔

(6) بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر، حکم نبوی ﷺ کے مطابق ہے اور اجماعی امر ہے۔ (یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت (سوادِ اعظم کا عمل ہے)۔

(7) اس عمل کو خلافِ سنت اور بدعت قرار دینا غالی پن (بدترین ظلم) اور حد سے تجاوز کر جانا ہے۔

(8) سینہ زور یعنی متعصب اور ضدی مفتی سنت پہ عمل کرنے والوں کو بدعتی قرار دیتے ہیں۔

(9) بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر کا انکار کرنا اور اس کو بدعت کہنا دراصل حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانِ برکت نشان سے لے کر آج تک کے سارے صحابہ کرام، تابعین عظام،

ساری امت کے علماء کرام اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت (سارے سوادِ اعظم) کو مخالفِ سنت اور بدعتی قرار دینا ہے۔

(10) اس سینہ زور مفتی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام، پوری امتِ مسلمہ کے علماء اور عوام الناس (سوادِ اعظم) کو مشرکین جیسا فعل کرنے والے اور مشرکوں کی طرح اپنے گمراہ باپ دادا کے نقشِ قدم پر چلنے والے قرار دے دیا۔ (گویا مفتی صاحب کے نزدیک روئے زمین پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر آج تک سوائے مفتی صاحب کے کوئی سچا مسلمان پیدا ہی نہیں ہوا۔ سبحان اللہ کیسا بے مثال فتویٰ دیا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

فیصلہ: قارئین کرام فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ مذکورہ مفتی بٹالوی کے نئے ایجاد کردہ مذہب پر عمل کرنا چاہتے ہیں یا اس کے برعکس مذہب پر کہ جس کو خود اہل حدیث عالم دین مولانا غلام رسول نے صحابہ کرام کا مذہب قرار دیا۔

اقول: حضرات قارئین کرام! یہ تو تھا ایک غیر مقلد عالمِ دین کا فتویٰ اور اُسی جماعت کے دوسرے غیر مقلد عالم دین کا بے لاگ حقیقت پسندانہ تبصرہ اور اس ناچیز کا اس تبصرہ پر تجزیہ۔ اب ہم اس موضوع پر مزید آگے قدم بڑھاتے ہیں تا کہ متلاشیانِ حقیقت کے سامنے سے حجابات اُٹھتے چلے جائیں اور حق آفتاب نصف النہار سے زیادہ عیاں ہو جائے۔ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

تراویح کا معنیٰ

نمازوں کے نام اُن کے اوقات یا صفات کے اعتبار سے لیے جاتے ہیں مثلاً اوقات کے لحاظ سے جو نماز صبح طلوع فجر کے بعد ادا کی جاتی ہے اُسے

صلوٰۃ الفجر (نماز فجر) کہتے ہیں۔ اسی طرح عربی میں ظہر پیٹھ کو کہتے ہیں۔ سورج جب طلوع ہو رہا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا آ رہا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے اس لئے سورج کے ڈھلنے کے وقت کی نماز کو نماز ظہر کہتے ۔ عصر کا معنی زمانہ بھی ہے اور نچوڑنا بھی اس وقت دن اپنے انجام کو پہنچ رہا ہوتا ہے اس وقت کی نماز کو نماز عصر کہتے ہیں۔ مغرب، ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی، یعنی غروب ہونے کا وقت اور جگہ اس لیے غروب آفتاب کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نماز مغرب کہتے ہیں۔ عشاء عربی میں رات کے کھانے کو کہتے ہیں اور جو نماز شفق کے غائب ہونے اور رات کے شروع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اُسے نماز عشاء کہتے ہیں۔

تہجد کا معنی ہے جدوجہد کرنا، کوشش کرنا اسی لئے سو کر اُٹھنے کے بعد طلوع فجر سے قبل جبکہ اٹھنا بوجھل محسوس ہو رہا ہوتا ہے ایسے وقت اُٹھ کر پڑھی جانے والی نماز کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ اشراق کے وقت سورج مشرق سے پوری طرح نکل آیا ہوتا ہے اس لئے ایسے وقت کی نماز کو اشراق کی نماز اور بوقت چاشت یعنی ابتدائے دوپہر کی نماز کو چاشت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک ہی انداز سے پڑھی جانے والی کسی نماز کو ہم فرض کہتے ہیں کسی کو واجب کسی کو سنت اور کسی کو نفل یہ سب صفات کے اعتبار سے ہیں ورنہ سب کے پڑھنے کا طریقہ ایک ہی ہے۔ (یعنی رکوع وسجود کے اعتبار سے)

اس لئے ضروری ہے کہ صلوٰۃ التراویح (نماز تراویح) کا بھی کوئی معنی ہو۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ ، سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ

التَّرَاوِيحَ لِأَنَّهُمْ أَوَّلُ مَا اجْتَمَعُوا عَلَيْهَا كَانُوا يَسْتَرِيحُونَ بَيْنَ كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ. (فتح الباری[1])

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کا معنی ہے ایک مرتبہ راحت یعنی آرام کرنا جیسے تسلیمہ کا معنی ایک مرتبہ سلام پھیرنا ہے اور رمضان المبارک کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس لئے کہ جب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اس بات پر کہ (بیس رکعت نماز تراویح باجماعت پڑھی جائے) اتفاق واجتماع ہو گیا تو وہ ہر دو سلاموں یعنی چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت سے پتہ چلا کہ چار رکعت نماز ادا کر کے تھوڑا سا آرام کرنا پھر چار رکعت ادا کرنا، اس درمیان والے مختصر سے آرام کو اصطلاحاً ''ترویحہ'' کہیں گے۔ (لیکن نماز مکمل کرنے کے بعد کیے جانے والے آرام کو ترویحہ نہیں کہیں گے) چنانچہ آٹھ رکعت نماز میں ایک ترویحہ ہوا، ترویحہ واحد ہے اس کی جمع تراویح ہے عربی میں جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اس لئے جب تک اس نماز کی سولہ رکعات نہ ہوں گی اس وقت تک اس نماز پر لفظ تراویح بولنا غلط اور جھوٹ ہوگا۔ یعنی آٹھ رکعت میں ایک ترویحہ بارہ رکعت میں دو ترویحہ یعنی عربی زبان میں ترویحان جبکہ سولہ رکعت میں تین تراویح یعنی عربی میں تراویح کہیں گے۔

(معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت نماز پڑھ کر یہ کہنا کہ ہم نے تراویح پڑھی جھوٹ ہے۔ البتہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ترویحہ پڑھا)۔ تو کیا ہے صاحبان

---

1 فتح الباری شرح بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح ج 2 ص 202 مطبوعہ داراحیا التراث العربی بیروت لبنان۔

علم وفن آئمہ ومحدثین جو میدانِ فصاحت و بلاغت کے شاہسوار تھے۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے تاایں دم، ترویحہ وتراویح کا فرق ہی نہ سمجھ سکے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) حق یہ ہے کہ مفتی بٹالوی اور اس کے پیروکار غلطی پر ہیں اور حق وہی ہے کہ جس کو چودہ سو سال سے مسلمانانِ عالم نے اپنا رکھا ہے۔ اس پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(448) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان المبارک کی) ایک شب مسجد میں نماز ادا فرمائی صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی شب شرکاء کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

قَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْکُمْ اِلَّا اَنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ قَالَ وَذَالِکَ فِیْ رَمَضَانَ۔

تحقیق میں نے تمہارا ذوق وشوق ملاحظہ فرمالیا تھا اور میں اسی ڈر کی وجہ سے (مسجد میں) نہیں آیا کہ کہیں یہ (نماز) تم پر رمضان المبارک میں فرض نہ کر دی جائے۔ (صحیح مسلم[1])

(449) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک (کی راتوں) میں قیام (نماز) کی ترغیب تو دیتے تھے مگر حکماً تاکید نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ جو شخص رمضان المبارک (کی راتوں) میں (نماز تراویح) کے لئے کھڑا ہوا اس نے ایمان کے دوسرے تقاضے بھی

۱ صحیح مسلم باب الترغیب فی الصلوٰۃ التراویح ج 1 ص 259 مطبوعہ کراچی۔

پورے کئے تو اگر وہ اخلاص وثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادے گا۔ (حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ کی رحلت مبارکہ تک یہی عمل رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران اور خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی ایام میں بھی اسی طرح (کہ جس کا جی چاہے جس قدر چاہے تنہا تنہا نماز پڑھتے) رہے۔
(صحیح مسلم[1]، ترمذی[2])

عمل صحابہ:

بخاری شریف میں مذکورہ بالا حدیث شریف کے ساتھ یہ بھی ہے کہ!

(450) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد (نبوی شریف) کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ کوئی آدمی تو تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ اور لوگ بھی شریک نماز تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میرے خیال میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہے“ چنانچہ آپ نے ان سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔ (یعنی حضرت ابی بن کعب کو نماز پڑھانے کا اور باقی سب کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا، گویا نمازِ تراویح کی پہلی باقاعدہ جماعت یہ تھی) پھر ایک دوسری رات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں دوبارہ مسجد کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (یہ منظر دیکھا تو) قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ

۱ صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 259 مطبوعہ کراچی۔
۲ ترمذی شریف ج 1 ص 287 مطبوعہ لاہور باب الترغیب فی قیام شہر رمضان۔

هٰـذِهِ وَالَّتِیْ یَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ یَقُوْمُوْنَ یُرِیْدُ آخِرَ اللَّیْلِ وَ كَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے کیونکہ رات کا وہ حصہ کہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں۔ اُس سے بہتر ہے جس میں قیام کرتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا۔ جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری[1]، مؤطا[2])

(451) حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ كَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ رَمْضَانَ بِثَلَاثٍ وَّ عِشْرِیْنَ رَكْعَةً۔ (مؤطا[3])

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی تین وتر اور بیس تراویح)

(452) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ! كُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَكْعَةً وَّالْوِتْرِ۔

ہم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانِ برکت نشان میں بیس رکعت نماز (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی[4])

فائدہ: مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ!

(1) رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) مسجد میں زیادہ سے

۱ صحیح بخاری ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ کراچی۔
۲ موطا امام مالک ص 97 مطبوعہ نور محمد کراچی۔
۳ مؤطا امام مالک باب ماجاء فی قیام رمضان ص 98 مطبوعہ نور محمد کراچی۔
۴ بیہقی ج 2 ص 496 مطبوعہ ملتان۔

زیادہ تین دن تک پڑھی۔

(2) آپ ﷺ اس نماز کے ادا کرنے کی ترغیب تو دیتے تھے مگر تاکیدی حکم نہ فرماتے تھے تاکہ یہ نماز سنت ہی رہے واجب نہ بن جائے۔

(3) حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے چونکہ رکعات کا تعین نہیں فرمایا تھا اس لئے صحابہ اپنی مرضی سے جتنی چاہے رکعات ادا فرماتے اور ان کا نام بھی تراویح نہیں تھا بلکہ صلوٰۃ اللیل کہتے تھے۔

(4) رمضان المبارک کی تمام راتوں میں نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد اور وتروں سے پہلے باقاعدہ طور پر باجماعت بیس رکعت نماز تراویح حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کروائیں اسی لیے آپ نے اپنے اس عمل کو ایک اچھی بدعت قرار دیا۔

(5) حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ سے جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے بھی اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے بالاتفاق عمل کر کے اسے مستقل سنت بنا دیا۔ اسی لئے اب اس نماز کی ہئیت اور رکعات کا انکار کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ رسولِ محتشم ﷺ کا حکم ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔

(6) رمضان المبارک میں باجماعت وتر پڑھنا بھی عہد فاروقی میں شروع ہوا

(7) نمازِ وتر کی رکعات بھی تین ہی ہیں اسی پر اجماع ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

جیسا کہ ابھی فائدہ کے تحت ہم نے عرض کیا ہے کہ جید صحابہ کرام نے اس پر عمل کر کے اسے مستقل سنت بنا دیا۔ پچھلی روایات میں تو اس بات کی طرف اشارہ تھا اب واضح عمل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عہد فاروقی میں باجماعت شروع ہونے والی نمازِ تراویح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بدستور جاری رہی۔

(453) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رمضان المبارک میں بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے اور ان میں ایک سو سے زیادہ آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔ وَکَانُوْا یَتَوَکَّئُوْنَ عَلٰی عَصِیِّھِمْ فِیْ عَھْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّۃِ الْقِیَامِ ۔ جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں (قیام اتنا طویل ہوتا کہ) بعض لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ (بیہقی[1])

(454) حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم:

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی امیر المومنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ کو بدستور رکھا۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سُلْمٰی عَنْ عَلِیٍّ قَالَ دَعَا الْقُرَّاءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْھُمْ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً قَالَ وَکَانَ عَلِیٌّ یُوْتِرُ بِھِمْ۔ (سنن کبریٰ[2])

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قراء حضرات کو طلب فرمایا اور ان میں سے ایک قاری صاحب کو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے، عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ وتر

1. بیہقی باب عدد رکعات فی قیام رمضان ج 2 ص 496 مطبوعہ ادارہ اشرفیہ ملتان۔
2. سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 496 باب عدد رکعات فی قیام رمضان مطبوعہ ملتان۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم خود پڑھاتے تھے۔

جمہور اہل علم کا عمل:

امام ترمذی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کرام کا مذہب وہی ہے جو کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ، سیّدنا عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہی ہیں۔ حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ ابن مبارک اور حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ مزید برآں امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات ہی (نماز تراویح) پڑھتے دیکھا ہے۔ (ترمذی[1])

حرمین شریفین میں نماز تراویح:

ابھی آپ نے ترمذی شریف کے حوالہ سے پڑھا کہ حرم مکہ میں بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھی جاتی تھی اور اب بھی پڑھی جاتی ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانِ برکت نشان سے لے کر آج تک حرم مکہ میں بیس رکعت نماز تراویح ہی پڑھی گئی اور اسی طرح حرم نبوی شریف میں بھی کم از کم بیس رکعت نماز تراویح پڑھی گئی۔ جب کبھی زیادہ رکعات مثلاً چھتیس یا چالیس رکعات ادا کی بھی گئیں تو اہل مدینہ کے پیشِ نظر اہل مکہ کا یہ عمل تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کے سات چکر لگا لیتے تھے۔ چونکہ اہل مدینہ کو یہ سہولت میسر نہ تھی اس لیے وہ طواف کے سات چکروں کی بجائے مزید چار رکعت نماز تراویح ادا کر لیتے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں اہل مدینہ میں بیس رکعت ہی

1. ترمذی باب ماجاء فی قیام شہر رمضان ج 1 ص 287 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

نماز تراویح پڑھتے اور یہ اضافی رکعتیں تو اہل مکہ کے طواف کی جگہ پڑھتے تھے۔

آج بھی حرم نبوی زاد اللہ تعالیٰ شرفھا میں بیس رکعت نماز تراویح ہی پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ سعودی عرب کے ایک مشہور عالم دین مسجد نبوی کے مدرس اور مدینہ طیبہ کے قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم نے ایک کتاب بنام ''التراویح اکثر من الف الف عام فی مسجد النبی ﷺ'' لکھی جسے مکتبۃ المدنی نے شائع کیا اس کتاب میں انہوں نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ بیان کی اور ثابت کیا کہ مسجد نبوی شریف میں کم از کم بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھے گئے انہوں نے بڑی شرح وبسط اور دلائل کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح کو ثابت کیا اور آٹھ رکعت کا دعویٰ کرنے والوں پر حجت قائم کی کہ وہ لوگ ثابت کریں کہ ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں مسجد نبوی شریف میں کبھی بھی آٹھ رکعت نماز تراویح پڑھی گئی ہوں۔ بلکہ وہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ بیس رکعت سے کم (یعنی بارہ یا سولہ رکعت ہی) پڑھی گئی ہوں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ثابت ہو جائے گا کہ بیس رکعت یا اس سے زیادہ تو پڑھی گئی ہیں کم نہیں۔ نیز آٹھ رکعت کا دعویٰ کرنے والے کیا کسی صحابی یا علما سلف کا کوئی فتویٰ یا قول بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں؟ یا کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اُن (صحابہ یا جید علماء میں) سے کسی نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو بنیاد بنا کر فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ رکعت سے زیادہ نمازِ تراویح جائز نہیں؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے اس لئے اُن کو چاہیے کہ خلفاء راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور ان ہی کی طرح بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھیں۔ (التراویح[1])

[1] ملاحظہ ہو۔ التراویح اکثر من الف الف عام فی مسجد النبی ﷺ ص 108-109۔

حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اس مذکورہ بالا تجزیہ میں شیخ عطیہ محمد سالم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے مناسب ہے کہ اُس پر تھوڑی سی گفتگو کر لی جائے تا کہ شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔

(455) عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كَیْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَكْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ یَا عَائِشَةُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ. (بخاری[1]، مسلم[2])

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ فرمایئے کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس قدر ہوتی تھی تو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں اور رمضان المبارک کے علاوہ بھی گیارہ رکعات نماز (تہجد کی آٹھ اور وتر کی تین رکعت) سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعت جو ادا فرماتے تو اُن کے حسن وخوبی اور طول کا کیا کہنا (یعنی بہت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ لمبی نماز پڑھتے) پھر جو چار پڑھتے ان کے حسن وخوبی

[1] بخاری ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ کراچی۔

[2] مسلم ج 1 ص 254 باب صلوٰۃ اللیل والوتر مطبوعہ کراچی۔

[3] مسند امام احمد ج 7 ص 108 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

اور درازی کا کیا کہنا (یعنی پہلی چار سے کچھ کم نہ ہوتیں) ان کے بعد (آرام فرماتے) پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار ہی رہتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ!

(1) نماز تراویح آٹھ رکعت نہیں ہیں کیونکہ حدیث پاک میں جس نماز کا ذکر ہے وہ سارے سال کی نماز ہے (یعنی رمضان وغیر رمضان کی) جب کہ نماز تراویح صرف رمضان المبارک میں ہی پڑھی جاتی ہے۔ غیر رمضان میں نہیں۔

(2) اگر کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ صلوٰۃ اللیل صرف آٹھ رکعت ہی پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہ پڑھی سوائے تین وتر کے تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی مختلف ادوار میں نماز مختلف ہوتی تھی۔ کبھی تو ساری ساری رات عبادت میں صرف فرما دیتے ہیں کبھی مختصر عبادت فرماتے ہیں۔

(456) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وتر اور سنت فجر کے علاوہ رات میں بارہ رکعت نماز ادا فرمائی[1]۔ انہی سے اسی باب میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بمع وتر تیرہ رکعت ادا فرمائیں۔ ان کو یعنی آٹھ رکعت کے قائلین کو یہ روایات نظر کیوں نہیں آتیں۔

(457) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً سِوَی

۱ مسلم شریف باب صلوٰۃ النبی ﷺ ودعاۂ باللیل ج 1 ص 260 مطبوعہ کراچی۔

الْوِتْرِ وَزَادَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ غَیْرِ جَمَاعَةٍ.

بے شک حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت نماز پڑھتے تھے وتر کے علاوہ امام بیہقی کی روایت میں اس قدر زائد ہے کہ یہ نماز بغیر جماعت کے ادا فرماتے تھے۔ (سنن[1]، ابن ابی شیبہ[2])

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اُس نماز کا ذکر ہے کہ جو چار رکعت ایک سلام اور چار رکعت دوسرے سلام کے ساتھ پڑھی گئی جبکہ بالاتفاق تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

(4) اگر یہ نمازِ تہجد نہ ہوتی بلکہ نماز تراویح ہی ہوتی تو عین مزاج شناس نبوی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کو کیوں نہ سمجھ سکے انہوں نے اس پر عمل کرنے کی بجائے بالاتفاق بیس رکعت کیوں شروع کر دیں۔ اور ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اُن کی اصلاح کیوں نہ فرمائی کہ حضور اکرم ﷺ تو آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ تم نے یہ اضافی رکعات کہاں سے لے لیں؟ کیا آج کے غیر مقلد حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین، امہات المومنین اور اہل بیت اطہار (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے زیادہ معمولات نبوی ﷺ کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔

(5) اس حدیث پاک اور اس پر عمل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ نمازِ تہجد اور ہے جو کہ رمضان وغیر رمضان میں پورا سال پڑھی جاتی ہے اور نماز تراویح وہ ہے جو صرف ماہِ رمضان

۱ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 496 باب فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان مطبوعہ ملتان۔
۲ ابن ابی شیبہ ج 2 ص 286 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

میں پڑھی جاتی ہے۔

(6) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت نمازِ تہجد کے علاوہ رسول محتشم ﷺ نے تین رکعت نماز وتر ادا فرمائی۔ تعجب پر تعجب کہ ان حضرات نے اس حدیث شریف سے آٹھ رکعت کو تو بخوشی قبول کر لیا مگر اسی حدیث میں مذکورہ تین وتر کا انکار کر دیا اور کہا کہ وتر ایک ہی پڑھیں گے۔ شاید غیر مقلد کا یہ ہی معنی ہے حدیث پاک کے جس حصہ کو چاہو قبول کرلو جس کو چاہو رد کر دو کوئی پرواہ نہیں۔

(7) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ آٹھ رکعت ادا فرما کر سو گئے تھے پھر اُٹھ کر تین رکعت نمازِ وتر ادا فرمائی۔ جبکہ نمازِ تراویح اور وتر اکٹھے ہی ادا کیے جاتے ہیں۔ غیر مقلد حضرات بتائیں کہ وہ اس حدیث پر کس طرح عمل کرتے ہیں؟ کیا وہ ترویحہ اور وتر کے درمیان سوتے ہیں؟

کیا ہی اچھا ہوتا کہ غیر مقلد حضرات جو حضرات امام بخاری کو سب سے زیادہ ماننے کے دعویدار ہیں اُن کے ترجمۃ الباب پر ہی غور کر لیتے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ الباری نے اس حدیث پاک پر جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے۔

''بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ'' (بخاری[1])

یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے رمضان المبارک اور رمضان المبارک کے علاوہ (پورے سال) رات کے قیام کا باب ظاہر ہے کہ یہ نماز تہجد ہی ہو سکتی ہے جو کہ رمضان و غیر رمضان میں یعنی سارا سال پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح جو کہ صرف ماہِ رمضان میں ہی پڑھی جاتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم)

1 بخاری ج 1 ص 154 مطبوعہ کراچی۔

باب نہم

عیدین

بحمد اللہ تعالیٰ ہم مسلمان ہیں ہمارے رسول محترم رحمت عالم ﷺ نے ہمیں وہ دین متین عطا فرمایا کہ جس نے زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر ہماری راہنمائی فرمائی۔ خوشی اور غم دونوں طبعی اور فطری امور ہیں ہر قوم میں خوشی اور غم کے اظہار کا انداز اپنے اپنے علاقے اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے الگ الگ ہے۔ مگر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے اور کسی بھی ملک سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ ان کے خوشی اور غم منانے کا انداز زمانہ بھر میں بے مثال ہے۔ افراط وتفریط سے پاک اس دین متین میں اس امتِ وسطیٰ کو (وسط) یعنی درمیانی راہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی درمیانی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ حالتِ غم میں رونے کی اجازت تو دی گئی بلکہ فرمایا کہ رونا تو رحمت ہے مگر واویلا کرنے اور پیٹنے سے منع فرما دیا تاکہ صبر کرنے پر یہ مصیبت بھی کل روز حشر ایک بڑے اجر کا سبب بن جائے اسی طرح خوشی کے موقع پر نئے صاف ستھرے، دھلے ہوئے کپڑے پہننے کی، خوشبو لگانے کی اور میدان کی طرف نکلنے کی اجازت تو دی مگر بے ہنگم شور وغل اور عیاشی وفحاشی سے منع فرما دیا اس کے برعکس یہ حکم دیا کہ عام لوگ خوشی کے وقت الٹے سیدھے گانے گاتے ہیں تم قوم رسولِ ہاشمی ہو اس لئے تم گانوں باجوں کی جگہ تکبیرات کہا کرو اس طرح اظہار خوشی بھی ہو گا اور تمہارا مرتبہ بھی بلند ہو گا۔ غیر مسلم میدان میں نکل کر اچھلتے ہیں، کودتے ہیں، ناچتے ہیں، گاتے ہیں۔

تم عید کے دن جب میدان میں نکلو تو اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے نکلو اور اچھل کود کی بجائے دو رکعت نماز عید پڑھ لیا کرو اور عام نمازوں کے مقابلہ میں ان

میں تکبیرات بھی زیادہ کہہ لیا کرو یہی تمہاری خوشی ہے یہی تمہارا ترانہ ہے۔ بعداز عید ایک دوسرے کو مبارک دو، مصافحہ کرو، معانقہ کرو۔ گویا ایک حد کے اندر رہ کر خوشی کرو کہ تم اُمت وسطی ہو۔

(458) حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن میلہ منانے یعنی کھیل تماشے کیلئے خاص کر رکھے تھے۔ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دن کیوں مناتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ بس زمانۂ جاہلیت سے ہمارے ہاں یہ طریقہ چلا آرہا ہے (کہ سال میں دو دن میلہ مناتے ہیں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ.

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلہ میں دو بہترین دن عطا فرمائے ہیں یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔ (ابو داؤد[1])

طریقہ نمازِ عیدین و دیگر مسائل

نماز عید واجب ہے اس کی شرائط وہی ہیں جو جمعہ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے۔ جبکہ عیدین میں سنت دوسرا فرق یہ کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے اور عید کا نماز کے بعد ہے۔ نماز عید کا وقت سورج کے اچھی طرح نکل آنے سے لیکر زوال سے پہلے تک ہے۔ عید الفطر میں کچھ دیر اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ نماز عید میں اذان و اقامت نہیں ہے۔ عید کے دن غسل کرنا اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عید گاہ کو پیدل جانا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز عید الفطر سے قبل کچھ کھانا مثلاً طاق کھجوریں اور نماز عید الاضحیٰ سے قبل کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔

[1] ابو داؤد، صلاۃ العیدین ج 1 ص 168 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید (فطر یا اضحیٰ) کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں پھر امام بلند آواز اور مقتدی پست آواز سے تین تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے، ہر دو تکبیروں کے درمیان تھوڑا وقفہ رکھے۔ امام و مقتدی پہلی دو تکبیرات میں ہاتھ کھلے چھوڑ دیں تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں پھر امام بلند آواز سے قرأت کرے اور رکوع وسجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے پھر امام جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو قرأت سے قبل تکبیرات مذکورہ نہیں کہے گا بلکہ قرأت کرے گا اور بعد از قرأت امام و مقتدی رکوع سے قبل تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہیں اور ہاتھ کھلے چھوڑتے رہیں۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اُٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور عام طریقہ سے نماز پوری کریں۔ گویا اس طرح پہلی رکعت میں قرأت سے قبل چار تکبیرات ہوئیں یعنی ایک تکبیر تحریمہ اور تین یہ زائد تکبیرات، اسی طرح دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے چار تکبیرات ہوئیں یعنی ایک رکوع والی اور تین زائد (درمختار[1]) کتاب فقہ میں ہے کہ اگر امام نے چھ زائد تکبیرات سے زیادہ تکبیریں کہہ دیں تو مقتدی امام کی پیروی کریں گے (کیونکہ حدیث مبارکہ میں چھ سے زیادہ ثابت ہیں) لیکن تیرہ سے زیادہ کی صورت میں پیروی نہیں۔ (درمختار[2])

(459) حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ.

[1] درمختار۔

[2] درمختار۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی مرتبہ دونوں عیدوں کی نماز ادا کی ان میں (کبھی بھی) نہ تو اذان کہی گئی نہ ہی اقامت۔ (ابوداود[1]، صحیح مسلم[2])

(460) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانُوْا یُصَلُّوْنَ الْعِیْدَیْنِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ.

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ (مسلم[3])

(461) اسی طرح بخاری شریف بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّکُوْبِ اِلَی الْعِیْدِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ میں ہے بلکہ بخاری میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں یہ زائد ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

شَھِدْتُ الْعِیْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَکُلُّھُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ. (بخاری[4])

ترجمہ: میں نماز عید میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا یہ سارے کے سارے نمازِ عید خطبہ سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے۔

(462) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ تَابَعَہٗ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عید کے دن کے لئے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے

1. ابوداود ج 1 ص 170 باب ترک الاذان فی العید مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
2. صحیح مسلم کتاب العیدین ج 1 ص 290 مطبوعہ ملتان۔
3. مسلم باب مذکورہ ج 2 ص 290، مشکوٰۃ ص 125 باب صلاۃ العیدین مطبوعہ۔
4. بخاری ج 1 ص 131 باب الخطبہ بعد العید مطبوعہ کراچی۔

سے واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ (بخاری[1])

(463) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ فِیْ طَرِیْقٍ رَجَعَ فِیْ غَیْرِہٖ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ بروز عید جس راستے سے تشریف لے جاتے اس کے سوا دوسرے راستہ سے واپس تشریف لاتے تھے۔

(ابوداود[1]، ترمذی[2]، مستدرک[3]، سنن دارمی[4]، مشکوٰۃ[5])

(464) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَغْدُوْا یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوریں تناول فرما کر پھر عید گاہ تشریف لے جاتے۔ (بخاری[6])

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے وہ کھجوریں عدد میں طاق ہوتی۔ (مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ) (بخاری باب مذکورہ)

(465) عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعِمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن کچھ تناول فرما کر تشریف لاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل

1. بخاری من خالف الطریق اذا رجع یوم العید ج 1 ص 134 مطبوعہ کراچی۔
2. بخاری، الاکل یوم الفطر قبل الخروج ج 1 ص 130 مطبوعہ کراچی۔
3. ابوداود ص 171 مطبوعہ لاہور، ترمذی ص 233 مطبوعہ لاہور۔
4. مستدرک للحاکم ص 436 طبع جدید مطبوعہ دارالکتب علمۃ بیروت لبنان۔
5. سنن دارمی ص 460 مطبوعہ قدیمی کراچی۔
6. مشکوٰۃ شریف ص 126 باب صلاۃ العیدین مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تناول نہ فرماتے۔ (مسند امام احمد[1]، مشکوٰۃ[2]، سنن دارمی[3]، ابن ماجہ[4]، ترمذی[5])

تکبیرات عید

(466) حضرت ابو عائشہ (جلیس ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیرات کہا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذَالِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِى الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ) چار تکبیرات کہا کرتے تھے۔ جنازہ میں بھی، (چار ہی کہا کرتے تھے) حضرت حذیفہ نے حضرت ابوموسیٰ کی تصدیق کی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ (ابوداؤد[6])

(467) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اَلتَّكْبِيْرُ فِى الْعِيْدَيْنِ اَرْبَعٌ كَا الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَفِىْ رِوَايَةِ التَّكْبِيْرُ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعٌ كَالتَّكْبِيْرِ فِى الْعِيْدَيْنِ.

عیدین میں چار تکبیریں ہیں نماز جنازہ کی طرح دوسری روایت میں ہے

1. مسند امام احمد ج 6 ص 484 طبع جدید مطبوعہ بیروت۔
2. مشکوٰۃ ص 126 باب صلاۃ العیدین مطبوعہ کراچی۔
3. سنن دارمی ج 1 ص 455 باب فی الاکل قبل الخروج یوم العید مطبوعہ کراچی۔
4. ابن ماجہ ص 125 باب فی الاکل یوم الفطر قبل ان یخرج مطبوعہ کراچی۔
5. ترمذی ج 1 ص 234 باب فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج مطبوعہ لاہور۔
6. ابوداؤد، التکبیر فی العیدین ج 1 ص 170 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

جنازہ میں چار تکبیرات ہیں عیدین کی طرح۔ (طحاوی[1])

اجماعِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

حضرت امام ابوجعفر محمد بن احمد طحاوی شرح معانی الآثار میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں تکبیرات جنازہ کے بارہ میں اختلاف تھا۔ کوئی تو کہتا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سات تکبیریں کہتے ہوئے سنا دوسرا کہتا کہ میں نے پانچ تکبیریں کہتے ہوئے سنا ایک اور کہتا کہ میں نے چار تکبیریں کہتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک اسی طرح اختلاف رہا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ کرام کا یہ اختلاف آپ پر بہت گراں گزرا۔ آپ نے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہو جب تمہارے اندر اختلاف ہوگا تو بعد والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر تم کسی ایک بات پر متفق ہو جاؤ گے تو تمہارے بعد آنے والے (مسلمان) بھی متفق ہو جائیں گے۔ (اس طرح امت مسلمہ تفرقہ بازی سے بچ جائے گی) حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کر کے گویا سوئے ہوئے صحابہ (یعنی سوئے ہوئے احساس) کو بیدار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ اے امیر المومنین تم نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔ مشورہ دو اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

بَلْ اَشِيْرُوْا اَنْتُمْ عَلَىَّ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَتَرَا جَعُوا الْاَمْرَ بَيْنَهُمْ فَاجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّجْعَلُوا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ تَكْبِيْرِ فِى الضُّحٰى وَالْفِطْرِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ فَاجْمَعَ اَمْرُهُمْ عَلٰى ذَالِكَ.

1. طحاوی التکبیر علی الجنائز کم ھو (عربی اردو) ج 2 ص 186 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی۔

ترجمہ: بلکہ تم مجھ کو مشورہ دو اس لئے کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارہ میں خوب غوروخوض کر کے اس بات پر متفق ہوئے کہ جنازہ پر بھی عیدین کی طرح چار تکبیرات ہی ہونی چاہئیں۔ اور اسی بات پر سارے صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔ (طحاوی[1])

فائدہ: اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عیدین کی تکبیرات پر بھی اجماع ہو چکا تھا اسی لیے انہوں نے باہمی مشورہ سے بالا تفاق فیصلہ فرمایا کہ نماز جنازہ کی تکبیرات بھی عیدین کی ہر رکعت کی تکبیرات کی طرح چار ہی ہونی چاہئیں۔ (جس طرح کہ پہلی رکعت میں قرأت سے قبل چار مرتبہ کہتے ہیں یعنی ایک تکبیر تحریمہ اور تین زائد اور پھر قرأت جبکہ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد چار یعنی ایک رکوع والی تکبیر اور تین یہ زائد تکبیرات)

دوسرے یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے سے بچنا چاہیے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ذی شان ہے کہ جو میری امت میں تفرقہ ڈالے اُس کی گردن اڑا دو۔ (نسائی[2])۔ اس لیے ہم سب ایمان والوں کو بہترین جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق اجماع پر متفق ہو جانا چاہیے۔

(468) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں نو (9) تکبیرات یوں ہیں کہ پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات قرأت سے پہلے وبعد اور دوسری رکعت میں چار تکبیرات بعد از قرأت رکوع کی تکبیر سمیت اور نبی کریم ﷺ کے بہت سے دیگر صحابہ کرام کا بھی یہی مسلک تھا۔ (ترمذی[3])

وضاحت: پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات اس طرح ایک تکبیر تحریمہ تین زائد اور ایک رکوع والی دوسری رکعت چار یعنی تین زائد اور ایک رکوع والی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

1 طحاوی شریف باب مذکورہ۔
2 نسائی۔
3 ترمذی، التکبیر فی العیدین ج 1 ص 233 مطبوعہ لاہور۔

باب دہم

نمازِ سفر

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا ارشاد ذی شان ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اگر نماز میں قصر کر لیا کرو۔ جبکہ تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں پریشانی میں ڈال دیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ کفار تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔ (سورۃ النساء[1])

اس آیۂ مبارکہ کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی اجازت شاید اسی صورت میں ہے کہ جب دشمنان اسلام کے فتنہ کا اندیشہ ہو حالت امن میں اجازت نہیں۔ اسی بات کی وضاحت کے لئے۔

(469) حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِھَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ۔

ترجمہ: یہ سہولت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کو قبول کرلو۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ نہیں فرمایا تو تم خوامخواہ اپنے

1 سورۃ النساء: آیت مبارکہ 101۔
2 مسلم صلوٰۃ المسافرین ج 1 ص 241 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3 نسائی شریف ج 1 ص 211 کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر مطبوعہ کراچی۔

آپ کو مشقت میں نہ ڈالو ویسے بھی عبادت اُس کا حکم ہے بلا چون و چرا تسلیم کرلو۔

(470) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَھَا رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِی صَلٰوۃِ الْحَضَرِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو سفر اور حضر (یعنی قیام) میں دو دو رکعتیں ہی تھیں۔ پھر سفر کی نماز تو برقرار رکھی حضر (یعنی قیام) کی نماز میں اضافہ فرمادیا گیا۔ (بخاری[1]، مسلم[2]، ابوداؤد[3]، مؤطا[4]، مؤطا[5])

فائدہ: پتہ چلا کہ اصل نماز دو دو رکعت ہی تھی اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ قیام میں اس پر اضافہ فرمایا ہے حالتِ سفر میں نہیں اس لئے اگر مسافر تنہا نماز پڑھے تو ضرور قصر کرے ورنہ یہ اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ اُس کی اپنی طرف سے ہوگا جو کہ درست نہیں۔ ہاں البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھے گا تو پھر امام کی اتباع میں چار رکعتیں ہی ادا کرے گا۔

(471) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ فِی الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّفِی السَّفَرِ رَکْعَتَیْنِ۔

---

[1] بخاری باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی اسرا، ج 1 ص 51 مطبوعہ کراچی۔
[2] مسلم ج 1 ص 241 صلاۃ المسافرین مطبوعہ کراچی۔
[3] ابوداؤد ج 1 ص 177 باب صلواۃ المسافر مطبوعہ لاہور۔
[5] موطا امام مالک ص 128 مطبوعہ نور محمد کراچی۔
[6] موطا امام محمد ص 129 باب قصر الصلاۃ السفر مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حالتِ قیام میں چار رکعت اور حالتِ سفر میں دو رکعت فرض فرمائی ہیں۔ (نسائی[1]، ابن ماجہ[2]، صحیح مسلم[3])

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ جیسے حالت قیام میں چار فرض پڑھنا ضروری ہیں اسی طرح حالتِ سفر میں دو فرض پڑھنے چاہیں اور یہی سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

(472) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ فَکَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی جانب گئے تو آپ ﷺ دو دو رکعتیں ہی نماز ادا فرماتے رہے۔

(بخاری[4]، مسلم[5]، ابوداؤد[6]، نسائی[7]، ابن ماجہ[8]، ترمذی[9])

(473) عمل صحابہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتداء میں دو دو رکعتیں ہی پڑھی تھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری نماز پڑھنا

---

[1] نسائی شریف ج 1 ص 212 کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ کراچی۔
[2] ابن ماجہ ص 75 مطبوعہ کراچی۔
[3] صحیح مسلم ج 1 ص 241 کتاب صلوٰۃ المسافرین مطبوعہ کراچی۔
[4] بخاری ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔
[5] مسلم ج 1 ص 243 مطبوعہ کراچی۔
[6] ابوداؤد ج 1 ص 182 مطبوعہ کراچی۔
[7] نسائی ج 1 ص 212 مطبوعہ کراچی۔
[8] ابن ماجہ ص 75 مطبوعہ کراچی۔
[9] ترمذی۔

شروع کر دی۔ (بخاری[1]، مسلم[2]، نسائی[3])

فائدہ: علماء کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اپنا گھر خرید لیا تھا وہاں کے مقیم ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ پر صحابہ نے سخت اعتراض کیا کہ آپ نے مسافر ہونے کے باوجود چار رکعت نماز کیوں پڑھی ہے تو آپ نے وضاحت کی کہ میں نے یہاں مکان بنالیا ہے۔ مقیم ہوں اس لئے پوری پڑھتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(مسند امام احمد[4])

شرعی سفر کی مقدار:

شرعی سفر سے وہ سفر مراد ہے کہ جس سفر میں مقیم اور مسافر کے مسائل الگ الگ ہو جائیں مثلاً حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح کی مدت۔

(474) جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَ يَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ.

حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے تین دن اور تین راتیں (موزوں پر مسح) کی اجازت مسافر کو دی اور ایک دن اور ایک رات (مسح کی اجازت) مقیم کیلئے دی۔ (صحیح مسلم[5]، سنن نسائی[6])

---

1 بخاری ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔
2 مسلم ج 1 ص 243 مطبوعہ کراچی۔
3 نسائی ج 1 ص 212 مطبوعہ کراچی۔
4 مسند امام احمد بن حنبل مرقات ج 3 ص 226 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔
5 صحیح مسلم ج 1 ص 135 مطبوعہ کراچی۔
6 سنن نسائی ج 1 ص 32 باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم مطبوعہ کراچی۔

(475) حضرت ابو عبداللہ اسدی نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ وَّلِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً.

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنے کی مدت مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن رات ہے۔ (ابو داؤد[1]، ترمذی[2]، طحاوی[3])

فائدہ: ان احادیث مبارکہ اور اس قسم کی دیگر بہت سی روایات سے پتہ چلا کہ شرعی مسافر وہ ہے جو کم از کم تین دن کی مسافت پر جائے۔ اس زمانے میں لوگ عموماً اونٹوں وغیرہ پر سفر کرتے تھے اگر سفر پہاڑی علاقے یا ناہموار علاقے کا ہوتا تو سفر تھوڑا طے ہوتا اگر ہموار علاقہ ہوتا تو سفر زیادہ طے کر لیتے۔ اسی لئے محققین نے ہموار علاقے کے (جیسا کہ ہمارے ہاں ہے) تقریباً ساڑھے ستاون میل یعنی تقریباً 92 کلومیٹر اور دشوار گزار علاقہ (جیسا کہ اُس زمانہ میں تھا) میں اڑتالیس میل یعنی تقریباً ساڑھے اکہتر کلومیٹر قرار دیا۔

(476) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا اَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلٰوةَ اَدْنٰى مِنْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِّنْ مَّكَّةَ اِلٰى عُسْفَانَ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مکہ والو چار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے عسفان کا ہے۔ (دار قطنی[4]، سنن کبریٰ[5])

---

1 ابو داؤد باب التوقیت فی المسح ج 1 ص 33 مطبوعہ لاہور۔
2 ترمذی ص 121 باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم مطبوعہ لاہور۔
3 طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 167 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
4 دار قطنی ج 1 ص 514 مطبوعہ ملتان۔
5 سنن کبریٰ للبیہقی ج 3 ص 137 مطبوعہ ملتان۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ چار برید سے کم سفر میں قصر کرنا منع ہے اور چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان کا درمیانی فاصلہ ہے۔

(477) عملِ صحابہ:

حضرت سیّدنا امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں حدیث پہنچی ہے کہ آپ مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان، مکہ اور جدہ کے برابر فاصلہ میں نماز قصر پڑھتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ سفر چار برید ہے۔ (رواہ مالک[1]، موطا[2])

(478) اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید لمبے سفر میں روزہ افطار فرماتے اور ایسے ہی سفر میں نماز قصر کرتے اور چار برید سولہ فرسخ کے برابر ہوتے ہیں۔ (بخاری[3])

فائدہ: موجودہ دور میں مکہ مکرمہ سے جدہ کا درمیانی فاصلہ 72 کلومیٹر ہے۔ مکہ مکرمہ سے طائف تقریباً 88 کلومیٹر ہے جبکہ مکہ مکرمہ سے عسفان 80 کلومیٹر ہے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں یہ فاصلہ زیادہ تھا کہ عموماً راستے دشوار گزار تھے۔ بعض اوقات پہاڑ کا لمبا چکر کاٹنا پڑتا اور کبھی گھاٹیاں عبور کرنا ہوتیں مگر آج کل اس دور جدید میں پہاڑوں کو کاٹ کر اور گہرے گڑھوں کو پاٹ کر سیدھی سڑکیں بنا دی گئیں ہیں۔ اس لیے سفر کم ہوگیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

---

1. رواہ مالک مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر ص 119 مطبوعہ کراچی۔
2. موطا امام مالک ص 131 مطبوعہ کراچی۔
3. ملاحظہ ہو بخاری شریف باب فی کم یقصر الصلوٰۃ ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔

نماز قصر کہاں سے کہاں تک:

جب مسافر مذکورہ بالا سفر کو روانہ ہو اور اپنی بستی سے نکل جائے۔ اُسی وقت سے قصر شروع ہوگئی اور جب تک دوبارہ بستی میں داخل نہ ہو برابر قصر کرے۔

(479) حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے سفر حجۃ الوداع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِا الْمَدِيْنَةِ اَرْبَعاً وَالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

ترجمہ: میں نے نماز ظہر کی چار رکعات رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ ادا کیں اور نماز عصر ذوالحلیفہ میں جا کر دو رکعت پڑھی۔ (بخاری[1]، مسلم[2])

نوٹ:۔ ذوالحلیفہ کو ابیار علی بھی کہتے ہیں مدینہ طیبہ سے جب مکہ مکرمہ کو جاتے ہیں تو اسی جگہ احرام باندھا جاتا ہے۔

(480) امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف میں بَابُ يَقْصُرُ اِذَاخَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ میں حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عمل نقل فرمایا کہ آپ نے کوفہ واپس آتے ہوئے بستی سے اتنے فاصلے پر نماز قصر پڑھی کہ لوگوں کو بستی نظر آرہی تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور یہ کوفہ نظر آرہا ہے اور آپ قصر نماز ادا فرمارہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم بستی میں داخل نہ ہو جائیں قصر ہے۔ (بخاری[3])

---

1. بخاری ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی باب یقصر اذا خروج من موضعہ۔
2. مسلم شریف ج 1 ص 242 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
3. ملاحظہ ہو بخاری ابواب تقصیر الصلوٰۃ ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

مدتِ اقامت:

جب تک کوئی مسافر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زائد عرصہ تک ٹھہرنے کی نیت نہیں کرے گا اس وقت تک اُس پر مسافر کے احکامات ہوں گے۔ اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی نیت کرلے گا تو مقیم ہوگا۔

(481) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ اَقَامَ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوماً اَتَمَّ الصَّلٰوۃَ.

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا جو کوئی آدمی پندرہ دن اقامت کی نیت کرے تو وہ پوری نماز ادا کرے۔ (ترمذی[1])

سفر میں سنن اور نوافل:

اگر شدید مجبوری نہ ہو تو سفر میں سنتیں نہ چھوڑے البتہ نوافل چھوڑ سکتا ہے مثلاً اگر ڈر ہو کہ جب تک سنن ونوافل ادا کروں گا تو گاڑی نکل جائے گی یا جس جگہ پہنچنا ہے زیادہ دیر ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں فرائض اور واجبات (وتر) سواری سے اُتر کر پڑھ لے سنن ونوافل چلتی گاڑی میں خواہ کسی طرف بھی مونہہ ہو پڑھ سکتا ہے۔ اگر سواری پر رکوع وسجود ممکن ہو تو ادا کرے ورنہ اشارے سے بھی نماز نفل ادا ہو سکتی ہے۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(482) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ فِی الْحَضَرِ الظُّھْرَ اَرْبَعًا وَبَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ وَفَصَلَّیْتُ مَعَہٗ فِی السَّفَرِ الظُّھْرَ رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ وَالْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَعْدَھَا شَیْئًا وَالْمَغْرِبَ فِی

۱ ترمذی ص 236 باب کم تقصر الصلوٰۃ مطبوعہ لاہور۔

الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَآءٌ ثَلَاثُ رَکْعَاتٍ وَلَا یَنْقُصُ فِی حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَّھِیَ وِتْرُ النَّھَارِ وَبَعْدَھَا رَکْعَتَیْنِ.

میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر وحضر میں نمازیں پڑھی ہیں میں نے آپ کے ساتھ حضر (یعنی مقیم ہونے کی حالت میں) ظہر کی چار رکعتیں اور اُن کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھی ہیں جبکہ سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنت) پڑھیں پھر عصر کی دو رکعت ادا کیں ان کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب کی حالتِ قیام سفر میں برابر تین رکعت نماز ادا فرمائی اور اس میں کوئی کمی نہ کی نہ قیام میں نہ سفر میں اس لیے کہ وہ دن کے وتر ہیں اس کے بعد پھر دو رکعتیں ادا کیں۔ (یعنی دو رکعت سنت) (ترمذی[1])

(483) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے میں نے آپ ﷺ کو کبھی بھی زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر سے پہلے دو رکعت نماز چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی[2]، ابوداؤد[3])

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ دورانِ سفر بھی نوافل ترک نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اگر جلدی ہوتی تو سواری پر ہی ادا فرمالیتے یہ بھی یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نماز نفل ہمارے لئے سنت ہے۔

(484) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ دورانِ سفر جب نماز نفل پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو دوارنِ سفر اپنی اونٹنی کا رُخ قبلہ

۱ ترمذی: ماجاء فی التطوع فی السفر ج 1 ص 236 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
۲ ترمذی مذکورہ باب۔
۳ ابوداؤد باب التطوع فی السفر ج 1 ص 180 مطبوعہ لاہور۔

شریف کی طرف فرما دیتے پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر (سواری کی حالت میں) نماز شروع فرما دیتے۔ (پھر رخ خواہ کسی طرف بھی ہو جائے)۔ (ابی داؤد[1])

(485) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسولِ محتشم ﷺ اپنی سواری کی پیٹھ پر سر کے اشارہ سے نوافل ادا فرما لیا کرتے تھے خواہ سواری کا رُخ کسی طرف بھی ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری[2])

(486) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ دورانِ سفر اپنی سواری پر ہی نمازِ نفل ادا فرما لیا کرتے تھے خواہ سواری کا مونہہ کسی طرف بھی ہو آپ ﷺ اشارہ سے نماز ادا فرماتے اسی طرح صلوٰۃ اللیل (یعنی نماز تہجد) اور وتر بھی سواری پر ہی ادا فرما لیتے لیکن فرض سواری پر ادا نہ فرماتے تھے۔ (بخاری[3]، مسلم[4])

---

۱ ابی داؤد، باب مذکورہ ص 181 مطبوعہ لاہور۔

۲ بخاری شریف ابواب تقصیر الصلوۃ ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

۳ بخاری ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

۴ مسلم صلوٰۃ المسافرین ج 1 ص 244 مطبوعہ کراچی۔

باب یازدہم

دو نمازوں کا جمع کرنا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ!

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا. (النساء[1])

ترجمہ: بے شک نماز اہل ایمان پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

یعنی نماز بھی فرض ہے اور وقت مقررہ بھی فرض ہے اگر اُس وقت سے پہلے ادا کرو گے تب بھی فرض ادا نہ ہوگا اگر وقت کے بعد ادا کرو گے تو قضا ہو گی۔ قصداً ایسے کیا تو گنہگار ہو گے کہ نماز کا فرض تو ادا ہو گیا مگر وقت کا فرض چھوڑ دیا اسی لئے فرمایا۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ. (107/4-5)

ترجمہ: خرابی ہے اُن نمازیوں کیلئے کہ جو اپنی نمازوں (کے ادا کرنے) میں سستی کرتے ہیں۔ (الماعون[2])

معلوم ہوا کہ نماز کو قضا کر کے پڑھنا بجائے خود گناہ ہے قرآن حکیم نے ان لوگوں کی بربادی کی خبر دی ہے جو وقت پر نماز ادا نہیں کرتے ہیں۔

(487) حضرت سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے سنا۔

یَقُوْلُ خَمْسُ صَلَوٰتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ

---

۱ سورۃ النساء، آیت نمبر 103۔

۲ سورۃ الماعون، آیت نمبر 5-4۔

عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں تو جس کسی نے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اچھی طرح ان کے اپنے وقت میں ادا کیا ان میں رکوع وخشوع اچھی طرح کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اُس سے کوئی وعدہ نہیں چاہے تو اس کو بخش دے چاہے تو عذاب دے دے۔ (ابو داؤد[1])

(488) حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت فیض درجت میں عرض کیا کہ مجھے ارشاد فرمایئے اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے تو فرمایا۔ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا ۔ نماز کو اُس کے اصلی وقت میں پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس عمل کے بعد کونسا عمل محبوب ہے تو فرمایا۔ بر الوالدین ۔ والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد تو فرمایا۔ اَلْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔
(بخاری[2]، ترمذی[3])

(489) حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَلِىُّ ثَلٰثٌ لَاتُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وُجِدَتْ لَهَا كُفُوًا۔ (جامع[4])

1 ابو داؤد، باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ ج 1 ص 72 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
2 بخاری شریف ج 1 ص 76 باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا مطبوعہ کراچی۔
3 ترمذی ابواب الصلوٰۃ ص 140 باب ماجاء فی وقت الاول من الفضل مطبوعہ لاہور۔
4 جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ ج 1 ص 140 باب ماجاء فی وقت الاول من الفضل مطبوعہ لاہور۔

ترجمہ: اے علی تین کاموں میں دیر نہ کیا کرو۔ (۱) نماز جب اُس کا وقت ہو جائے۔ (۲) جنازہ جب حاضر ہو۔ (۳) بیوہ کیلئے جب مناسب رشتہ مل جائے۔ (یعنی یہ سب کام جلدی کے ہیں)

ان احادیثِ مبارکہ اور ان جیسی دیگر بہت سی احادیثِ مبارکہ میں نماز کو اس کے صحیح وقت میں ادا کرنے کی سختی سے تاکید کی گئی بلاوجہ تاخیر والی نماز کو منافق کی نماز قرار دیا اور نماز کا وقت پر جان بوجھ کر ادا نہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے وعدہ مغفرت سے نکل جانا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) یہی وجہ ہے خود رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر نماز کے قضا ہونے پر انتہائی دکھ کا اظہار فرمایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کے قضا ہونے کا کس قدر دکھ ہوا کرتا تھا۔ اس کا اندازہ اس روایت سے لگایئے۔

(490) قضا کا دکھ:

زہری فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

لَا اَعْرِفُ شَيْئًا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ.

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ جو کچھ بھی میں نے حاصل کیا ہے وہ سب کچھ اس نماز کی طرح (اعلیٰ) ہو۔ افسوس کہ وہ بھی قضا ہوگئی۔

اللہ اکبر! وقت پر نماز کی ادائیگی نہ ہوسکی تو رسول اللہ ﷺ کے جید صحابی

1 بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ ج 1 ص 76 باب تضیع الصلوٰۃ عن وقتہا مطبوعہ کراچی۔

اور خادمِ خاص رو رو کر بے حال ہو رہے۔ افسوس صد افسوس ایک ہم بھی ہیں (الا ماشاء اللہ) کہ نماز کی اہمیت کا احساس تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

شبہات: حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اوقاتِ نماز کا تعین بھی فرما دیا۔ جیسا کہ اسی زیرِ نظر کتاب میں نماز کے اوقات کے تحت گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں مخبر صادق ﷺ نے اپنے بعد آنے والے ایسے حاکموں کا ذکر بھی فرمایا جن میں بعض حکام وقت مقررہ سے نماز کو لیٹ کر کے پڑھائیں گے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تم اپنے وقت پر نماز ادا کر لینا۔ اُن کے انتظار میں اپنی نماز کو ضائع نہ کرنا اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد اُن کے ساتھ بھی پڑھ لینا یہ تمہارے لئے نماز نفل ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیے!
(بخاری[1]، مسلم[2])

اس قدر صریح حکموں کے باوجود ان احادیث مبارکہ کا کیا مفہوم ہوگا کہ:

(491) بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے تو نماز ظہر اور عصر کو جمع فرما لیتے اسی طرح نماز مغرب اور عشاء کو جمع فرما لیتے۔ (بخاری[3])

نوٹ:۔ اس موضوع پر صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین میں

1. بخاری۔
2. مسلم، باب کراہت تاخیر الصلوۃ عن وقتھا المختار وابوداؤد وغیرہم۔
3. بخاری ابواب تقصیر الصلوۃ ج 1 ص 149 مطبوعہ کراچی۔

نیز جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، موطا امام مالک، موطا امام محمد، شرح معانی الاثار، وغیرہم میں بہت سی روایات ہیں۔ مفہوم سب روایات کا ایک ہی ہے الفاظ میں تھوڑی کمی بیشی ضرور ہے۔ مثلاً آپ نے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث پڑھی ہے اس میں نمازوں کو جمع کرنے کے طریقہ کا ذکر نہیں ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

(492) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر سفر میں جلدی ہوتی تو۔

يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ.

ترجمہ: ظہر کی نماز میں اس قدر دیر فرماتے کہ وقت عصر آ جاتا پھر دونوں کو جمع فرما لیتے اور مغرب میں اتنی دیر فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی پھر اس کو عشاء کے ساتھ جمع فرما لیتے۔ (صحیح مسلم[1])

معلوم ہوا کہ طریقہ یہ تھا کہ ظہر کو عصر تک اور مغرب کو عشاء تک لیٹ کیا جاتا تھا۔

ایام حج میں عرفہ اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کرنا:

اسی طرح حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے خود بھی اس پر عمل فرمایا اور اپنی ساری امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ نو (9) ذوالحج کو امام میدانِ عرفات میں ظہر کے وقت میں نمازِ عصر پڑھائے اور حجاج کرام نمازِ مغرب اور عشاء دونوں اکٹھی کر کے مزدلفہ میں پڑھیں۔

1. صحیح مسلم باب جواز الجمع بین صلوتین فی السفر ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ازالہ شبہات:

بحمد اللہ تعالیٰ تھوڑا سا غور کریں تو مسئلہ بالکل صاف ہے اس میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ فقہاء حنفیہ (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور ہو) کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ احادیث مبارکہ کے تعارض کو دور کر کے اصل صورت حال عوام الناس کے سامنے پیش کی جائے جبکہ بے چارہ غیر مقلد ایک آدھ حدیث کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے زعم میں دعویٰ کرتا ہے کہ میں اہل حدیث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ساری نمازیں اپنے اوقات میں ہی ادا کی گئیں ہیں ان میں کسی نماز کو قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ طریقہ کار یہ اختیار فرمایا گیا کہ نماز ظہر کو آخری وقت میں پڑھا اور نماز عصر کو پہلے وقت میں اسی طرح نماز مغرب کو آخری وقت میں پڑھا اور نماز عشاء کو بالکل ابتدائی وقت میں جس کی موید بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(493) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو نمازِ ظہر کو نماز عصر کے وقت تک موخر فرماتے پھر اُترتے اور دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرما لیتے لیکن اگر سورج کے

ڈھلنے کے بعد چلتے تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔ (صحیح مسلم[1])

فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر سورج ڈھلنے کے بعد چلتے تو صرف ظہر ہی ادا فرماتے عصر ادا نہ فرماتے اگر ظہر کے وقت عصر کا ادا کرنا جائز ہوتا تو ظہر کے ساتھ عصر ضرور ملا لیتے۔ افسوس کہ آج بعض لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک نہایت واضح عمل کی صریح مخالفت کرتے ہیں اور ظہر کے وقت میں ہی عصر ادا کر لیتے ہیں۔ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

(494) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا عَجِلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ.

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ کو روانگی میں جلدی ہوتی تو سفر میں نمازِ مغرب کو موخر فرماتے یہاں تک کہ اُسے نماز عشاء کے ساتھ پڑھتے۔ (مسلم[2])

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز اس کے اصلی وقت کے دوران ہی پڑھتے تھے۔ مثلاً اگر ظہر کا وقت ہو جاتا تو اُسے اس کے پہلے وقت میں ادا فرما لیتے۔ خوامخواہ اُسے عصر تک موخر نہ فرماتے لیکن اگر روانگی کے بعد ظہر کا وقت شروع ہوا تو اسے آخری وقت میں ادا فرماتے اسی دوران عصر کا وقت شروع ہو جاتا تو اسے اوّل وقت میں ہی ادا فرما لیتے اور اسی طرح مغرب و عشاء بھی، حنفیہ کے اس دعویٰ کی تائید ان روایات مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

---

1. صحیح مسلم: صلوٰۃ المسافرین ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
2. مسلم باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(495) حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن واقد سے روایت کی کہ (دوران سفر) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا چلتے رہو۔ (آگے الفاظ حدیث ہیں)

حَتّٰی اِذَا کَانَ قَبْلَ غُیُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّی الْعِشَآءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا عَجَّلَ بِہٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثٍ۔

ترجمہ: یہاں تک کہ شفق غائب ہونے سے پہلے آپ (سواری سے) اترے اور نمازِ مغرب ادا فرمائی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی پھر نماز عشاء ادا فرمائی اور فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی کسی کام (یعنی سفر وغیرہ) میں جلدی ہوتی تو اسی طرح عمل فرمایا کرتے تھے جس طرح کہ میں نے کیا ہے اس روز دن رات کا تین دن کا سفر تھا۔ (ابوداؤد[1])

(496) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعات اکٹھی (یعنی ظہر اور عصر) اور سات رکعات اکٹھی (یعنی مغرب وعشاء) پڑھی ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا اے ابوالشعثاء میں گمان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ظہر آخری وقت میں پڑھی ہوگی اور عصر پہلے وقت میں اسی طرح مغرب آخری وقت میں پڑھی اور عشاء اوّل وقت میں تو قَالَ وَاَنَا اَظُنُّ ذَالِکَ انہوں نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔ (صحیح مسلم[2])

فائدہ: بحمداللہ تعالیٰ بات واضح ہوگئی کہ احادیثِ مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں

[1] ابوداؤد: باب الجمع بین الصلوٰتین ج 1 ص 179 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
[2] صحیح مسلم باب جواز الجمع بین صلوٰتین فی السفر ج 1 ص 246 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

جن آیات و احادیث میں تاکیدی حکم ہے کہ نماز اُس کے صحیح وقت میں پڑھو (خواہ اوّل وقت یا آخر وقت) اُن پر بھی عمل ہوگیا اور دو نمازیں ایک وقت میں ادا بھی ہوگئیں۔

عرفہ اور مزدلفہ:

جہاں تک عرفہ اور مزدلفہ میں نمازوں کے جمع کرنے کا حکم ہے تو یہ حج کے دوران ہے جس طرح عام حالات میں عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا، ننگے سر نماز پڑھنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ لیکن دورانِ حج (محرم کے لئے، جس نے احرام باندھا ہو) سر ڈھانپنا سخت گناہ ہے۔ عام حالات میں خوشبو کا لگانا سنت مصطفی ﷺ ہے یعنی ثواب کا کام ہے لیکن دورانِ احرام حرام ہے۔ معلوم ہوا کہ حج کے دوران بعض احکام بدل جاتے ہیں ان احکامات کو عام ایام پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ بالکل اسی طرح عام دنوں میں نماز عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے مگر روز عرفہ میدانِ عرفات میں ظہر کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے یوں ہی عام دنوں میں نماز مغرب کا وقت شفق کے غروب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے مگر روز عرفہ مزدلفہ میں غروب شفق کے بعد شروع ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر امام ظہر وعصر کو یکے بعد دیگرے اکٹھا نہیں پڑھائے گا تو گنہگار ہوگا۔ (ہاں البتہ مفرد کے لئے حکم ہے کہ وہ عصر دو مثل پر پڑھے) یونہی اگر کوئی حاجی عرفہ میں عام دنوں کے وقت مغرب میں نماز مغرب ادا کرے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ مزدلفہ میں نماز مغرب کا وقت غروب شفق کے بعد ہے۔ معلوم ہوا کہ بے چارے غیر مقلد حضرات کا دو نمازوں کو جمع کر کے ایک ہی وقت میں پڑھنا نہ حدیث پر عمل ہوا نہ قرآن پر۔

(واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم)

باب دوازدہم

جنازہ

اس جہان فانی میں جو آیا فنا ہونے کو آیا۔ یہ بات حقیقت واقعی ہے کہ!

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

(سورۃ الرحمٰن [1])

ترجمہ: اس روئے زمین پر جتنے بھی ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تو بس تیرے رب کی ذات جو زبردست عظمت اور بزرگی والا ہے۔

دنیا جہاں میں کسی انسان کے مرنے پر مختلف رسوم ادا کی جاتی ہیں۔ کہیں جلا دیا جاتا ہے تو کہیں گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ الغرض ہر مذہب وملت کے لوگ اپنے اپنے رسوم ورواج رکھتے ہیں۔ دین فطرت اسلام نے اپنے ماننے والوں کی اس بارہ میں راہنمائی فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اگر کوئی تمہارا عزیز فوت ہو جائے تو صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا مرنے والے مسلمان کا احترام کرنا۔ اس کو غسل دینا نیا یا دھلا ہوا کفن پہنانا، عزت وعظمت کے ساتھ چار بھائیوں کا اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے جانا اور ساتھ دعا مانگنے والوں کا جلوس پیچھے پیچھے جانا۔ مرنے والے پر نماز جنازہ پڑھنا۔ یہ سارے کے سارے اعمال عظمتِ انسانیت کی دلیل ہیں۔ اسلام نے ہمیں حکم دیا کہ!

تلقین میت:

جب کوئی قریب المرگ ہو تو رحمت خداوندی کے حصول کے لئے اُس کے قریب سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت کرو اور گھر کا کوئی سمجھدار فرد اُس مرنے

[1] سورۃ الرحمٰن آیات 26-27

والے کے قریب آہستہ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھے تاکہ مرنے والے کے آخری الفاظ یہی کلمہ مقدسہ بن جائیں لیکن اُس کو کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم نہ دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تکلیف یا شدت نزع میں اس کی زبان سے انکار کے الفاظ نکل جائیں۔

(497) حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد [1])

(498) اسی لیے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: اپنے قریب المرگ لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔ (مسلم [2])

نوحہ وماتم:

یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی کا عزیز دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جذبہ محبت کی وجہ سے بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ بعض اوقات انسان حد سے تجاوز کر جاتا ہے اسلام دینِ فطرت ہے اس نے درمیانی راہ اختیار فرمائی کہ رونے کی تو اجازت دی مگر نوحہ وماتم سے منع فرما دیا۔

[1] سنن ابوداؤد ج 2 ص 92 باب فی التلقین کتاب الجنائز مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

[2] مسلم، تلقین الموتی ج 1 ص 300 مطبوعہ کراچی۔

حضور نبی کریم ﷺ کے شہزادہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے۔

(499) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسیف لوہار کے ہاں تشریف لے گئے یہ ابوسیف حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ کے شوہر تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صاحبزادے کو چوما اور ان کو سونگھا یعنی پیار فرمایا۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ دوبارہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دم توڑ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ بھی رو رہے ہیں؟ تو حضور رحمت کونین ﷺ نے فرمایا۔

يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰی فَقَالَ ﷺ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

ترجمہ: اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ سوال پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم زدہ ہے مگر ہم نہیں کہتے مگر وہی جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی میں غمزدہ ہیں۔

(بخاری[1])

(500) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو حضور اکرم رحمت عالم ﷺ اُن کی

[1] بخاری کتاب الجنائز ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ اُن کے ہاں جلوہ گر ہوئے تو اُن کے اہل خانہ نے اُن کے گرد جھرمٹ باندھ رکھا تھا یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ کیا فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ ﷺ۔

فَبَكٰی النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَاٰی الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ.

ترجمہ: تو نبی کریم ﷺ (ان سے محبت کی وجہ سے) رو پڑے جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ رونے لگے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آنکھوں سے رونے اور دل کے غمزدہ ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا اور یا پھر رحمت فرماتا ہے۔ بے شک اس کے اہل خانہ کہ (ناجائز انداز میں) رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

(بخاری[1])

(501) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور دور جاہلیت

[1] بخاری البکاء عند المریض ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

کی طرح چیخے چلائے۔ (بخاری[1])

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ مصیبت کے وقت رونا جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات سنت ہے لیکن نوحہ و ماتم منع ہے۔

بوقت نزع لواحقین کا عمل:

جب جان نکل رہی ہو یا نکل چکی ہو اُس دوران میت کے لئے وہ دعا کرے جو اُس کے لئے سب سے زیادہ مفید ہو۔

(502) حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت مبارکہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوسلمہ کی آنکھیں (پس مرگ) کھلی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اور ارشاد فرمایا جب روح جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں پھر جب اہل خانہ جذبات سے بے قابو ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ یُؤْمِنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْلَہٗ فِیْہِ۔ (مسلم[2])

ترجمہ: اپنے لئے اچھی دعائیں مانگا کرو چونکہ (اس وقت) فرشتے بھی تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں، پھر آپ نے کہا۔ اے اللہ تعالیٰ ابی سلمہ کی مغفرت فرما۔ مھدین میں اس کے درجات بلند فرما۔ اس کے بعد اس کے اہل وعیال کو بہترین جانشین عطا فرما اے رب العالمین ہماری مغفرت فرما اور اس کی بھی مغفرت فرما اور اس کی قبر کو وسیع اور روشن فرما۔

۱ بخاری کتاب الجنائز ج 1 ص 173 مطبوعہ کراچی۔
۲ مسلم: کتاب الجنائز ج 1 ص 300 مطبوعہ کراچی۔

غسل وکفن کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو نمازِ جنازہ ادا کریں:

(503) حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو تو اس میں جلدی کرو۔ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ)

(504) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذَالِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ۔

ترجمہ: جنازے کو جلدی لے چلو اگر نیک ہے تو بھلائی کو آگے بھیج رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو برائی کو اپنی گردنوں سے اُتار رہے ہو۔ (بخاری[1])

طریقہ نمازِ جنازہ

پہلی تکبیر کے بعد نماز کے انداز میں ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھیں پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے دوسری تکبیر کہیں اور نماز والا درود شریف پڑھیں۔ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے دعا کریں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔ خیال رہے کہ جنازہ کے دو رکن ہیں۔ (نمبر1) قیام (نمبر2) تکبیرات کا کہنا۔ تین چیزیں سنت ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا۔

(505) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت نجاشی کی وفات ہوئی اُسی دن حضور اکرم ﷺ نے ہم کو خبر دی اور لوگوں کو ساتھ لے کر عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگوں نے صفیں بنالیں اور آپ ﷺ

۱ بخاری باب سرعۃ الجنازہ ج 1 ص 176 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

نے چار تکبیر کہہ کر اس پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (بخاری[1])

(506) حضرت سعید اپنے والد محترم حضرت ابو سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

اَنَا لَعَمْرُ اللّٰهِ اُخْبِرُکَ اَتَّبِعُهَا مِنْ اَهْلِهَا فَاِذَا وُضِعَتْ کَبَّرْتُ وَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَصَلَّيْتُ عَلٰی نَبِيِّهٖ ثُمَّ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ .... (موطا[2])

ترجمہ: مجھے اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں، میں اس (میت) کے گھر سے اُس کے ساتھ جاؤں گا پھر جب جنازہ رکھ دیا جائے گا تو میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا۔ پھر میں اس کے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجوں گا پھر دعا مانگوں گا۔ اَللّٰهُمَّ.....

دعاء: جنازہ کی بہت سی مسنون دعائیں منقول ہیں کوئی ایک یا ایک سے زائد دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ دعا کی جگہ دعا کی نیت سے سورۃ الحمد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ ایک دعا یہ بھی ہے کہ جسے نبی کریم ﷺ جنازہ میں پڑھتے تھے۔

(507) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ.

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو جو ہمارے حاضر ہیں اُن کو اور جو ہمارے غائب ہیں اُن کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اے اللہ تعالیٰ تو ہم میں سے جس کسی کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور تو ہم میں سے جسے موت دے اسے ایمان پر موت دینا۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ

1 بخاری باب التکبیر علی الجنازہ اربعاً ج 1 ص 178 و ج 1 ص 167 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
2 مؤطا امام مالک باب یا یقول مصلی علی الجنازۃ ص 209 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

رکھنا اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ فرمادینا۔
(ترمذی[1]، مسند امام احمد[2]، سنن کبریٰ[3]، نسائی[4]، ابوداؤد[5]، ابن ماجہ[6])

نماز جنازہ میں رفع یدین

(508) حضرت سیدنا ابن عباس و حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ:

كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ وَكَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا.

ترجمہ: آپ صرف پہلی ہی تکبیر میں ہاتھ اُٹھاتے تھے اس کے بعد نہیں اُٹھاتے تھے اور چار تکبیرات ہی کہا کرتے تھے۔ (دار قطنی[7]، الجواہر النقی[8])

ایک سے زیادہ مرتبہ یا غائبانہ نمازِ جنازہ

(اس موضوع پر نہایت ہی جامع و مانع تحریر امام احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسائل ''النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز'' اور ''الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب'' ہیں۔ بحر شریعت کے اس غواص نے ان رسائل میں ایسے روشن و تاباں جواہر گراں مایہ پیش فرمائے ہیں کہ جن کی تابانی طالب حق کے لئے مینارہ نور ہے۔ ان کے تجر علمی کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ موخر الذکر رسالہ

1 ترمذی ج 1 ص 324 مطبوعہ لاہور۔
2 مسند امام احمد طبع جدید ج 3 ص 58 مطبوعہ بیروت لبنان۔
3 سنن کبریٰ بیہقی ج 4 ص 41 مطبوعہ ملتان۔
4 نسائی ج 1 ص 281 باب الدعاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
5 ابوداؤد ج 2 ص 103 باب الدعاء للمیت مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔
6 ابن ماجہ ص 107 مطبوعہ کراچی۔
7 دار قطنی ج 2 ص 93 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
8 الجوہر النقی ج 4 ص 44 باب یرفع یدیہ فی کل تکبیر مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

کے محض 27 صفحات (چھوٹے سائز) پر چھپاسی کتب کی دوصد تیس عبارات کے حوالہ جات موجود ہیں۔ صاحبان ذوق ان رسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔ درج ذیل مضمون کا اکثر حصہ ان رسائل سے ماخوذ ہے)۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند مسلمان نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو باقی کی طرف سے بھی ادا ہو گیا چونکہ اس کا سب سے زیادہ حق میت کے ولی اقرب کو ہوتا ہے۔ یا سلطان وقت اس کا حق رکھتا ہے اس لئے اگر ان کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہ اُس میں شامل بھی نہ ہوئے تو ان کو دوبارہ نماز منعقد کروانے کا حق حاصل ہے لیکن اگر یہ شامل نماز ہو چکے ہیں یا ان کی اجازت سے ایک مرتبہ نمازِ جنازہ ہو چکی ہے تو اب کسی کو حق نہیں کہ دوبارہ نماز منعقد کرے یا کروائے کیونکہ فرض کفایہ سب کی طرف سے ادا ہو چکا ہے۔ اب یہ نماز نفل ہوگی اور نفل نماز جنازہ ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

اسی طرح نمازِ جنازہ غائبانہ جائز نہیں ہے۔ نماز جنازہ کے لئے میت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

نماز جنازہ کا ثواب:

نماز جنازہ کا ادا کرنا بہت ثواب ہے۔

(509) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا فَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کے جنازہ میں حالتِ ایمان

اور ثواب کی نیت سے گیا اور اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اُس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جس کسی نے اس پر نماز تو پڑھی مگر اس کے دفن ہونے سے پہلے ہی واپس لوٹ آیا اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ (صحیح بخاری[1])

(510) امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ تُحْفَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُغْفَرَ لِمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین کو (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) سب سے پہلا تحفہ یہ ملتا ہے کہ جس نے بھی اُس پر نماز پڑھی اُس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔

(511) یہ حدیث پاک امام ترمذی کے علاوہ دار قطنی، بزاز، بیہقی فی شعب الایمان ابن ابی دنیا فی ذکر الموت، دیلمی فی مسند الفردوس، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، نے تھوڑے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ذکر فرمائی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کا ادا کرنا بہت ثواب ہے اور اگر وہ جنازہ کسی اللہ تعالیٰ کے پیارے کا ہو تو پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ دوسری روایت کا مفہوم یہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے کہ جنہوں نے اس کے محبوب بندے کی نمازِ جنازہ ادا کی ہوتی ہے۔ ویسے بھی حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھے۔

عظیم درجات سے محرومی کیوں؟

سوچئے کہ اس کائنات ہستی میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے بعد

1 صحیح بخاری ج1 ص172 وصحیح مسلم ص307 مطبوعہ کراچی۔

ایمان والوں پر رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کس کا حق ہو گا اور میرے آقا رسول عربی ﷺ سے بڑھ کر وہ کون محبوب خدا ہو گا کہ جس کی نماز پڑھنے پر بخشش و مغفرت کا وعدہ الٰہی ہے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہوتا تو صحابہ کرام کے بعد سے لے کر آج تک امت مسلمہ نے یہ حق نبوی ادا کیوں نہیں کیا اور عظیم ترین ثواب سے محروم کیوں رہی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی تھوڑے تھوڑے کر کے ایک مرتبہ ہی جنازہ پڑھا۔ اُنہوں نے اس کے بعد یہ عمل کیوں نہ دھرایا۔ یا پھر رسول اللہ ﷺ کے دفن شریف کے بعد آنے والے صحابہ نے جنازہ کیوں نہ پڑھا یونہی کسی ضعیف ترین حدیث سے ہی ثابت کر دیا جائے کہ دور دراز کے رہنے والے صحابہ کرام کو جب وصالِ نبوی ﷺ کی خبر پہنچی تو ان میں سے کسی ایک علاقہ یا ملک والوں نے اپنے ملک یا علاقہ میں حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی ہو۔ حالانکہ صحابہ کرام تو نیک اعمال میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ یقیناً کہیں سے بھی ثابت نہیں کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو۔

خلفاء راشدین واہل بیت اطہار:

اسی طرح کوئی کسی ضعیف ترین روایت سے ثابت کرے خلفاء راشدین یا اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک شخصیت کی رحلت مبارکہ کے بعد اُن پر بار بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو حالانکہ زمانہ گواہ ہے کہ رسولِ محتشم ﷺ کو اپنی اہل بیت سے کس قدر شدید محبت تھی۔ سیّدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت مبارکہ اہل مدینہ کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی۔ ابھی جانثار صحابہ اپنے آقا رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کی رحلت مبارکہ

کا صدمہ نہیں بھولے تھے کہ شہزادی مصطفےٰ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جنابہ سیدہ کی وصیت کے مطابق پردہ کا لحاظ فرماتے ہوئے رات کے وقت ہی جنابہ سیدہ کو دفن کر دیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام نمازِ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے کوئی بڑے سے بڑا محدث و علامہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے ہی ثابت کر دے کہ جنابہ سیدہ کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو۔ ہرگز ثابت نہ ہو سکے گا۔

یونہی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول تھے۔ مسیلمہ کذاب اور مرتدین کے خلاف جہاد آپ کے عظیم ترین کارنامے ہیں پوری امتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو اکٹھا کرنا اور فتوحاتِ اسلامیہ کا دروازہ کھولنا آپ کی عظمت کا مونہہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ قیصر و کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دینا، پوری دنیا میں اسلام کے جھنڈے کو سر بلند کر دینا، لاکھوں مربع میل کا علاقہ سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کرنا، اسلام کے نظام عدل کو اس انداز سے متعارف کروانا کہ بدترین دشمنان اسلام بھی عش عش کر اُٹھے، آپ کے بے مثال کارناموں میں سے چند ایک ہیں تو فرمایئے امتِ مسلمہ کے کسی معتبر فرد صحابی یا تابعی نے ان حضرات کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو یا بلادِ اسلامیہ کے کسی شہر یا بستی میں اُن کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہو۔ قطعاً ایسے نہ ہوا۔

اسی طرح سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا وجودِ مسعود اہل ایمان کے لئے سراپا ایثار و قربانی سے عبارت تھا۔ جنہوں نے ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر خدمت اسلام کی تھی پوری نسلِ انسانی میں واحد شخصیت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جن کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یکے بعد دیگرے دو

صاحبزادیاں تھیں۔ کوئی بڑے سے بڑا اہلحدیث ثابت کرے کسی صحابی یا تابعی نے اس ذوالنورین کی دوبارہ نماز جنازہ یا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان آپ کے خون کے سب سے بڑے دعویدار تھے۔ مگر کوئی علامہ الدھر کوئی بقیۃ السلف ثابت کرے کہ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہو حالانکہ خود حضرت معاویہ بھی کاتب وحی تھے مگر انہوں نے ایسا کوئی عمل نہ فرمایا۔

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہمارے آقا رسول محتشم ﷺ کے چچازاد اور آپ کی زیر کفالت تربیت پانے والے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی سب سے لاڈلی شہزادی ان کے عقد میں دی تھی۔ علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر آیاتِ مبارکہ آپ کی شان میں نازل ہوئیں کسی دوسرے صحابی کے شان میں اس قدر قرآن نازل نہ ہوا۔ جس کے رُخِ انور کو دیکھنا بھی عبادت تھا۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اُس محبوب رسولِ خدا اس فاتح خیبر کی شہادت کوفہ میں ہوئی۔ کوئی ثابت کرے کہ مدینہ طیبہ میں اُن پر نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہو۔

اگر ثابت نہیں:

اگر یہ سب ہرگز ہرگز ثابت نہیں تو فرمائیے۔ حضرات غیر مقلدین جلیل القدر صحابہ وتابعین کے اجماع کے خلاف یہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کیوں تعمیر کر رہے ہیں۔ کیا یہ جماعتِ صحابہ سے زیادہ مزاج شناس نبوت ہیں؟ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ اگر ضد اور تعصب نہ ہو تو حق کو اپنا لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عمل صحابہ سے مزید تائید:

انھی الحاجز میں ہے کہ امام بخاری ومسلم کے استاذ محترم ابوبکر بن ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ!

(512) عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوَامَةِ عَنْ عَمَّنْ اَدْرَکَ اَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کَانُوْا اِذَا تَضَایَقَ بِهِمُ الْمُصَلّٰی اِنْصَرَفُوْا وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلَی الْجَنَازَةِ فِی الْمَسْجِدِ.

یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ودیگر صحابہ) کی عادت کریمہ تھی جب نمازِ جنازہ میں مصلی تنگی کرتا (یعنی جگہ نہ ہوتی) اور اُس میں گنجائش نہ پاتے تو واپس (چلے) جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔

اقول: نمازِ جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں وہ صدیق وعمر ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مخفی نہ تھے اور نہ ہی اُن سے توقع (کی جا سکتی ہے) کہ جلیل (کام) کے لئے تشریف بھی لے جائیں پھر باوصف قدرت (کے) اُسے چھوڑ کر (واپس) چلے جائیں۔ اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو واپس جانے کی کیا وجہ تھی جب پہلے لوگ پڑھ چکتے اُس کے بعد دوسرے جماعت قائم فرمالیتے۔

(513) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلٰی عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْ سَبَقْتُ بِالصَّلٰوةِ فَلَمْ اَسْبِقْ بِالدُّعَاءِ لَهٗ ○

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارکہ پر نماز نہ ملی تو فرمایا اگر نماز ہو چکی ہے میرے آنے سے پہلے تو دعا کی تو پابندی نہیں ہے میں ان کے لئے دعا کروں گا۔

معلوم ہوا کہ ان سب حضرات کے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ درست نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارکہ

قائلین تکرار نماز جنازہ وغائبانہ نماز جنازہ عموماً جو احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(514) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے قریب سے گزرے جس میں اُسی رات مردہ دفن کیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے کب دفن کیا گیا، صحابہ نے عرض کیا کہ آج رات، فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اس کو رات کی تاریکی میں دفن کیا ہے چونکہ اندھیرا تھا ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا اس لئے اطلاع نہ دی اس پر حضور اکرم ﷺ وہاں کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری ومسلم[1])

(515) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد نبوی شریف میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک جوان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند دن تک اس کو نہ دیکھا تو اس کے بارہ میں سوال فرمایا تو عرض کیا گیا کہ وہ عورت مرگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی صحابہ نے عرض کیا ہم نے اُس عورت کو اتنا اہم نہ سمجھا کہ اُس کی خاطر آپ ﷺ کو زحمت دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ صحابہ کرام نے قبر کی نشان دہی کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا یہ قبریں تاریکی اور ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں میرے نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اُن کو روشن فرما دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم[2])

(516) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے

۱؎ بخاری ومسلم۔
۲؎ بخاری ومسلم۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نجاشی کے فوت ہونے کی خبر سنائی پھر آگے بڑھے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیر کہہ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری[1])

امام بخاری علیہ الرحمۃ کے علاوہ یہ روایت تھوڑے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ دیگر کتب صحاح میں بھی موجود ہیں۔

(517) واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ وعبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔

لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ بِمُوْتَهٖ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ كُشِفَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ اِلٰى مَعْرِكَتِهِمْ فَقَالَ ﷺ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضٰى حَتّٰى اُسْتُشْهِدَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَالَهٗ وَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْالَهٗ وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعٰى ثُمَّ اَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَمَضٰى حَتّٰى اُسْتُشْهِدَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدَعَالَهٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ يَطِيْرُ فِيْهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ۔

(الهادی الحاجب)

ترجمہ: قتادہ وعبداللہ نے ابی بکر سے روایت کی جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کیلئے اس طرح پردے اُٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور علیہ السلام دیکھ رہے تھے اتنے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا زید بن حارثہ نے جھنڈا اُٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک وہ شہید ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے استغفار کرو بے شک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہو حضور ﷺ نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے ان کو بھی اپنی صلوٰۃ اور دعا سے

۱؎ بخاری باب الصفوف علی الجنازہ۔

مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کیلئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اُڑتا پھرتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ[1])

طبرانی نے معجم اوسط میں ذکر فرمایا کہ معاویہ مزنی کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہو گیا حضور اکرم ﷺ اُس وقت تبوک میں تھے۔ آپ ﷺ نے تبوک میں اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

تجزیہ روایات:

اب الحاوی الحاجب کے حوالہ سے ان روایات کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں۔

آخر دونوں روایات قابل قبول ہی نہیں ہیں کہ ان کو دلیل بنایا جائے۔ کیونکہ غزوہ موتہ والی روائت میں عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ خود قاری کو محدثین ثقہ تسلیم نہیں کرتے امام ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ منبر شریف سے نیچے تشریف لائے ہوں اور نماز ادا فرمائی بلکہ رفتار کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ صلوٰۃ سے مراد صرف دعا ہے۔ ورنہ منبر شریف پر جلوہ فرما ہونے کی وجہ سے رخ زیبا تو صحابہ کرام کی جانب تھا اور پشت انور جانب قبلہ ایسی حالت میں نماز کب ادا کی جاتی ہے اگر کوئی صاحب پھر بھی ماننے کو تیار نہ ہو تو حدیث پاک کے الفاظ کو غور سے پڑھ لے۔ الفاظ حدیث ہیں۔ كُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ اِلٰى مَعْرِكَتِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ اور ملک شام کے درمیان سے پردے اُٹھا دیئے پس آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے اُن کے معرکۂ جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو فرمائیے یہ غائبانہ نماز جنازہ تو نہ رہی بلکہ رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

معاویہ بن معاویہ کے بارہ میں مروی روایت درست ہی نہیں ہے۔

(۱) ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سب اسناد ضعیف ہیں اور

[1] فتاویٰ رضویہ جدید جلد نہم ص 360 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

دربارہ احکام اصلاً کوئی حجت نہیں ہیں اور صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم ہی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ مجھے اس نام کا کوئی صاحب جماعت صحابہ کرام میں یاد نہیں۔

(۲) اس حدیث کی ایک سند میں بقیہ بن ولید ہے۔ مدلس ہے امام ذھبی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ نیز اس کی سند میں نوح بن عمرو ہے ابن حبان نے اسے سخت ضعیف اور حدیث کا چور قرار دیا۔

(۳) اس کی ایک سند میں محبوب بن بلال مزنی ہے ذہبی نے اسے مجہول قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی یہ حدیث منکر ہے۔

(۴) اس کی ایک سند میں علا بن یزید ہیں۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری اور ابن عدی و ابو حاتم نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم اور دار قطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بھی اس نے گھڑی ہوئی ہے۔

نتیجہ:۔ قارئین کرام خود ہی فرمائیے کہ کیا وہ مذکورہ حدیث قابل حجت ہے؟

اب رہ گئیں پہلی، دوسری اور تیسری روایات۔

ان کا مختصر اور جامع ترین جواب یہ ہے کہ یہ تاجدارِ انبیاء ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جس طرح ایک وقت میں چار سے زیادہ شادیاں کرنا، روزہ توڑنے والے کو اپنی طرف سے کھجوریں کھلا دینا۔ عید قربان پر کم عمر کے جانور کی قربانی کی اجازت دے دینا وغیرہ[1]۔

اسی لیے ان میں سے کسی پر صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے انداز میں عمل نہ فرمایا اگر چہ یہ سب حدیث سے تو ثابت ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو سنت

[1] الامن والعلی میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بائیس عدد خصوصیات ذکر فرمائی ہیں۔

قرار نہیں دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی دل جلا غصہ میں آ کر کہہ دے کہ صحابہ کرام اہل حدیث نہیں تھے اس لیے انہوں نے ان حدیثوں پر عمل نہ کیا تو ان سے ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہر حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ہاں البتہ ہر سنت کو ضرور اپناتے تھے اور ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے کہ! عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ رَاشِدِیْنَ۔

مزید برآں! اگر کوئی صاحب ان احادیث صلوٰۃ الجنائز کو خصائص مصطفیٰ ﷺ ماننے سے انکار کر دے تب بھی بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اگر ولی اقرب یا سلطان وقت کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ منعقد کی گئی اور وہ اس میں شامل بھی نہ ہوئے تو اُن کو دوبارہ نماز منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو جب تک میت کے گلنے سڑنے کا یقین نہ ہو قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عام طور پر یہ عرصہ تین یوم سمجھا جاتا ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور نبی کریم ﷺ کے بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ"

نبی کریم ﷺ ایمان والوں کے اُن کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی، پیارے، ولی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْ مَاشَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (سورۃ النساء[1])

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ ایمان والے نہ ہونگے جب تک وہ آپس کے سارے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں۔ پھر آپ جو بھی حکم فرما دیں یہ اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور خوب اچھی طرح تسلیم کر لیں۔

☆ خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

۱ سورۃ النساء، آیت نمبر 65۔

اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔

میں مومنین کا اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہوں۔[1]

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے سب سے عظیم و اعلیٰ ترین ولی اقرب اور اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کے بعد سب سے بڑے سلطان و حاکم حضور سید الانبیاء باعث تخلیق ارض و سما ﷺ ہیں۔ چونکہ ولی اقرب یا سلطانِ اسلام کو حق حاصل ہے کہ اگر اُس کی اجازت کے بغیر نماز ہو چکی ہو تو وہ دوبارہ منعقد کرے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ نمازِ جنازہ منعقد فرمائی اور یہی عمل حنفیہ کی دلیل ہے۔

پھر یہ حضور رسولِ محتشم رحمتِ عالم ﷺ کی اپنی امت پر کمال درجہ شفقت ہے کہ آپ ان کی بھلائی ہی کے طالب و خواہاں ہیں اسی لیے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اطلاع جنازہ نہ دینے کے یہ عذر پیش کیے کہ رات اندھیری تھی ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ یا یہ کہ ایک معمولی عورت کے جنازہ کے لئے آپ کو زحمت دینا ہم نے آپ کے شایانِ شان نہ سمجھا تو اُس شفیع المذنبین سراپا رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(518) فَلَا تَفْعَلُوْا لَا یَمُوْتَنَّ فِیْکُمْ مَیِّتٌ مَاکُنْتُ بَیْنَ اَظْہُرِکُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ فَاِنَّ صَلَاتِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ۔

آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا جب تک تم مجھے اپنے اندر تشریف فرما پاؤ تو جو شخص (مسلمان) فوت ہو مجھے اس کی خبر ضرور دینا کیونکہ میرا نماز پڑھنا اُس کے حق میں رحمت ہے۔ (مسند امام احمد[2])

ابھی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی خادمہ مسجد کی قبر پر نماز والی جو حدیث بحوالہ بخاری و مسلم گزری ہے اُس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود و ثابت ہے کہ فرمایا۔

۱ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، احمد۔

۲ مسند امام احمد عن زید بن ثابت۔

اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ عَلٰى اَهْلِهَا ظُلْمَةٌ وَاِنِّىْ اُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں بے شک میں اپنی نماز سے ان کو روشن کر دیتا ہوں۔

(519) صحیح مسلم شریف میں یہ عبارت اس طرح ہے کہ!

قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْئَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا اِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا یہ قبریں اپنے رہنے والوں کے لئے تاریکیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کو نور سے بھر دیتا ہے۔ (مسلم[1])

سبحان اللہ تعالیٰ میرے آقا رسول ﷺ رحمت کی صلوٰۃ کے صدقہ سے اندھیری قبریں روشن و تاباں ہو جاتی ہیں۔ ان کا اندھیرا بقعۂ نور میں بدل جاتا اور ان قبور پر صلوٰۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی قبور کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی۔

اہم بات:

ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ورنہ بتایا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی قبور پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ کیوں پڑھی۔ مسجد نبوی شریف میں کیوں نہ ادا فرمائی۔

حضرت نجاشی:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ اُن کے جنازہ کو حضور نبی کریم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے اور یہ ضروری نہیں کہ امام و مقتدی سارے کے سارے جنازہ کو دیکھ رہے ہوں اگر ایسے ضروری ہوتا تو

[1] مسلم ابواب الجنائز۔

آخری صفوں والوں کی نماز نہ ہوتی۔

جس طرح تنہا امام کے لئے سترہ سارے مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے اسی طرح محض امام کا ملاحظہ فرمانا مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

(520) صحیح ابن حبان میں حضرت نجاشی کے واقعہ میں حضرت عمران بن حصین وعن الصحابۃ جمیعا مروی ہے۔

اِنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ اِنَّ اَخَاكُمُ النَّجَاشِىَّ تُوُفِّىَ فَقُوْمُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے صحابہ کرام نے پیچھے صفیں باندھیں اور حضور اکرم ﷺ نے چار تکبیریں کہیں صحابہ یہی گمان کر رہے تھے کہ جنازہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر ہے۔

(521) صحیح ابوعوانہ میں ان ہی سے مروی ہے۔

فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَنَحْنُ لَا نَرٰى اِلَّا اِنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا.

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

(522) امام واحدی نے اسباب نزول القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا۔

كُشِفَ لِلنَّبِىِّ ﷺ عَنْ سَرِيْرِ النَّجَاشِىِّ حَتّٰى رَاٰهُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ.

ترجمہ: نجاشی کا جنازہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے ظاہر کر دیا گیا تھا آپ ﷺ نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

ان دلائل کے علاوہ ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں کو حضرت نجاشی کے ایمان میں شک تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اُن پر نماز پڑھ کر صحابہ

کا یہ شک دور فرما دیا۔

سنت نہ بنایا:

علاوہ ازیں حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے اس عمل مبارکہ کو صرف حضرت نجاشی کے لئے مخصوص فرمایا اسے مسلسل نہ دہرایا تا کہ یہ عمل سنت نہ بنے یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے شدید ترین ظلم کر کے شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بذریعہ وحی ان کا سلام بھی حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ حضور اکرم ﷺ غائت درجہ غمزدہ تو ہوئے مگر اُن پر نماز جنازہ ادا نہ فرمائی اسی طرح بیئر معونہ کے معرکہ میں مدینہ منورہ کے وہ جگر پارے، میرے آقا رسول رحمت ﷺ کے محبوب اور اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن کو کفار نے دھوکہ سے شہید کر دیا تھا حضور اکرم ﷺ کو ان کی اس بہیمانہ شہادت پر اس قدر شدید رنج والم ہوا کہ ایک ماہ تک کفار نا ہنجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ان شہداء پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔

عمل صحابہ:

اسی لیے صحابہ کرام نے اس عمل کو نہ اپنایا مثلاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں جنگ یمامہ کے دوران سات سو وہ صحابہ کرام مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے کہ جو حافظ قرآن تھے جن کی عزت وعظمت عام صحابہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مسلمہ تھی۔ مگر ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا نہ کی گئی اسی طرح خلافت راشدہ کے دوران مختلف جنگوں میں بہت سے صحابہ مرتبہ شہادت پہ فائز ہوئے بہت سے عام حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال ہوا مگر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ اس مسئلہ پر متفق تھے کسی نے اختلاف نہ فرمایا اور آج نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔ یہ دعا نمازِ جنازہ کے انداز میں نہیں کی جائے گی۔ بلکہ صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر مختصر دعا مانگی جائے گی تا کہ اس کی مشابہت نمازِ جنازہ کے ساتھ نہ ہو۔ جید حنفی علماء خواہ وہ اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک سے متعلق ہوں یا دیوبندی مسلک سے کسی کو بھی اختلاف نہیں رہا۔ ہاں البتہ مؤخر الذکر مسلک کے آجکل کے بعض علماء غیر مقلدین کی دیکھا دیکھی بغیر دلیل شرعی کے اس کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے (یعنی کسی نے دارالعلوم کے دیوبند دارالافتا میں سوال بھیجا کہ)

سوال: بعد جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (یعنی نمازیوں) کا ایصال ثواب کے لئے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اُٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی صاحب نے لکھا۔

الجواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم[1])

اسی مسلک دیوبند کے ایک نامور عالم دین مولانا شمس الحق افغانی دیوبندی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کی اجازت وممانعت کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''مفتی کفائت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ دعا قبل کسر الصفوف (یعنی صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر صفوف (یعنی صفیں توڑنے کے بعد) جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (الکلام[2])

معلوم ہوا کہ فقہا کرام نے جو بعد از نمازِ جنازہ دعا مانگنے سے منع فرمایا

۱؎ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ 1433 جلد نمبر 5 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۲؎ الکلام الموزون ص 91۔

فرمایا کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانَ۔ یعنی میں دعا قبول فرماتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب بھی وہ مجھ سے مانگے۔ اس لئے کسی شخص کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ دین میں اپنی مرضی کو دخل دے اور کہے کہ فلاں وقت دعا مانگو اور فلاں وقت نہ مانگو۔ بلکہ اُسے حضور اکرم رسولِ محتشم رحمتِ عالم ﷺ کا یہ ارشاد ذی شان ذہن میں رکھنا چاہیے کہ:

(523) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَکْتُوْبَاتِ۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون سی دعا زیادہ قبول کی جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ رات کے آخری درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد (بخاری[1])

فائدہ: اس مسئلہ پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ نمازِ جنازہ فرض ہے اگر کسی بھی مسلمان پر ساری دنیا یا سارے ملک یا سارے شہر یا سارے گاؤں یا محلّہ کے سب مسلمان نمازِ جنازہ نہ پڑھ سکیں۔ (اور ایسے ممکن بھی نہیں اس لیے اگر) بعض پڑھ لیں اور بعض نہ پڑھ سکیں۔ تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ یعنی کوئی بھی گنہگار نہیں ہوتا لیکن اگر کسی مسلمان کے فوت ہو جانے کا علم ہو جانے پر موجود ہونے کے باوجود مراد یہ کہ قدرت رکھتے ہوئے اگر کوئی مسلمان بھی اُس فوت شدہ پر نماز جنازہ نہ پڑھے تو علم و اختیار رکھنے والے سارے کے سارے مسلمان فرض کے تارک اور گنہگار ہونگے اسی لیے اس فرض کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ میں فوت ہوئے تو وہاں اُن پر کسی مسلمان نے نماز جنازہ نہ پڑھی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علم و اختیار ہونے کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں اُن پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

(تفصیل اسی باب میں چند صفحات قبل گزر چکی ہے) اس لیے نماز جنازہ

[1] صحیح بخاری۔

کی فرضیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیے کیونکہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔ اس سے فوت شدہ کو فائدہ ہوگا۔ اس دعا کو بدعت کہہ کر منع نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دعا سنت ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(524) حضرت طلحہ بن براء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا انہیں رات ہی کو دفن کر دیا گیا صبح کو جب بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا گیا تو حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ (کمال شفقت فرماتے ہوئے) حضرت طلحہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی ''یا اللہ تو طلحہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات فرما کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو''۔ (زرقاوی[1]، مظاہر[2])

(525) غزوہ موتہ کا واقعہ چند صفحات قبل گزر چکا ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر شریف پر قیام فرما کر غزوۂ موتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور فَصَلَّی عَلَیْہِ ''رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَدَعَالَہٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْالَہٗ''۔ ''پھر آپ ﷺ نے اُن پر صلوٰۃ پڑھی اور اُن کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ کو حکم دیا کہ تم بھی اُن کے لئے استغفار کرو''۔ (فتح القدیر[3])

فائدہ: اگر یہاں پر صلوٰۃ بمعنی نمازِ جنازہ لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ

[1] زرقادی علی الموطا ص 16 ج 2۔

[2] مظاہر حق ص 311۔

[3] فتح القدیر کتاب الجنائز فصل صلوٰۃ الجنازہ۔